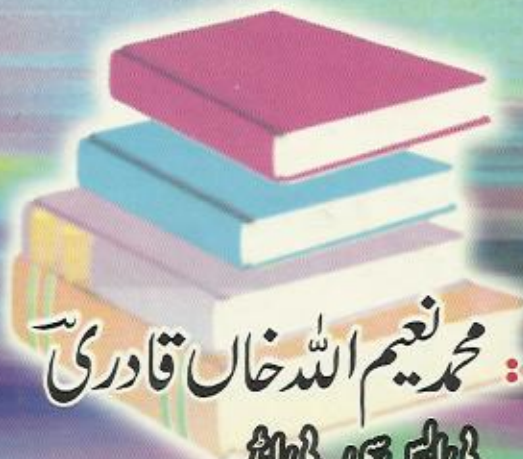


# مجموعہ تصانیف

علامہ محمد اسماعیل نقشبندی

فاتح نجدیت، دیوبندیت، شیعیت و عیسائیت



مرتبہ: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایچ ای بی ایچ ای  
ایم اے اسلامیات

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلی کیشنز

جامع مسجد عمر روڈ کامونکے ضلع گوجرانوالہ فون : 0435-814266



تھی۔ جس سے عہدہ برآ ہونا دشوار تھا اور در صورت خروج فساد ذات البین کے مسلمانوں کا خون رائیگاں بھی جاتا۔ یزید کی محبوبیت و اہلیت کا یہاں کوئی سوال نہ تھا۔ پس صحابہ کی اکثریت کی بیعت کو خلیفہ کے کردار کی خوبی پر محمول کیا جانا تاریخ کی نگاہ سے نہ کہ تاریخ کی ریسرچ۔ اس سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یزید کا فسق کھلنے کے بعد صحابہ میں نقص بیعت کا مسئلہ بطور شرعی، شرعی حیثیت سے سامنے آیا جس پر اجتہادی شان سے غور کیا گیا کہ آیا یہ بیعت باقی رکھی جائے یا نہیں؟ اُسے عذر محمول کرنا اور پھر اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر محفوظ دینا تاریخ نہیں خود ساختگی ہے۔ اور وہ بھی تاریخ ریسرچ کے نام سے جبکہ معتبر مورخین خود ہی اُسے رد بھی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔ اب جبکہ صحابہ کی اکثریت نے یزید کی نااہلیت کے باوجود باہمی خونریزی کے خوف سے اور فتنہ نزاع و جدال کے خطرہ کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ چھوڑا تو اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ عملاً ان کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ہونا حضرت ممدوح کے اقدام کو بغاوت سمجھے یا معاذ اللہ ان میں صلاحیت و اصلاح نہ پائے جانے کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ باوجود ان کے کمال اہلیت

کے اعتراف کے اسی آئارہ فتنہ و کثرۃ قتل کے خطرہ کی بنا پر تھا۔ ان لئے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اکثریت کا خلاف کر کے کسی گناہ کے مرتکب تھے اور نہ صحابہ کی اکثریت ان کا خلاف کر کے کسی گناہ کی مرتکب ہوئی جبکہ دونوں طرف اجتہاد کام کر رہا تھا۔  
(شہید کربلا اور یزید صفحہ ۸۲ تا صفحہ ۸۸)  
مصنفہ قاری محمد طیب دیوبندی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا امر و حکم بدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اسے تباہ کرے گا بنی امیہ میں سے ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔  
(البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳)

## واقعہ حرہ

چنانچہ قاری محمد طیب صاحب دیوبندی شہید کربلا اور یزید کتاب میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ حرہ کے موقع پر جبکہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر مدینہ کو تین دن کیلئے مباح کر دیا جس سے اس ظالم و فاسق کے ہاتھ پر کتنے ہی صحابہ اور ابناء صحابہ قتل ہوئے۔ عورتوں کی بے حرمتی ہوئی اور یزید نے اپنے ان جابرانہ اور



بلا شکرکے بغیر سے نفوذ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا کہ اس کا ملک  
پامیدار ہو گیا اور قوت ایسی مستحکم ہو گئی کہ وہ کیسا بھی حکم دے  
کوئی چون و چرا کرنے والا نہیں ہے تو اس کے ان جذبات و افعال  
کا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین غلطی کی جو مسلم بن عقبہ سے کہا  
کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح اقدام قرار دے دے۔ یہ مجرمانہ  
غلطی تھی جس کے ساتھ یہ اور اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور  
ابناء صحابہ کی قتل ہو گئی اور یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس نے حضرت  
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ  
سے قتل کرایا نیز (مدینہ) کے ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفید  
نمایاں ہوئے جس کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کوئی کیفیت  
بھی بتلائی جاسکتی ہے۔

انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر  
یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیر پا  
ہو جس میں کوئی شریک و ہمیم نہ ہو لیکن خدا نے اسے اس کے مقصود  
کے خلاف مرادی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا۔ اسے اسی طرح  
پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پنچوں

سے اسے پکڑا اور ظالم بستیوں کے لیے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی  
سنت ہوتی ہے۔ اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی  
ہے۔ (البدایۃ ص ۲۲۲ جلد ۸)

کیوں جناب میں نے بھی تو حافظ ابن کثیر کی دو روایتیں ہدایت  
والہنہایہ جلد ۸ سے نقل کی ہیں۔ آپ ان کو کیوں ہضم کر گئے؟  
ہرگز اس میں یزید کے ظلم و تشدد کی داستان موجود تھی اور واقعہ  
مرہ کا بیان تھا۔ اس لئے آپ نے یزید کے اس ظلم عظیم پر پردہ  
ڈالنے کے لئے یہ روایتیں نقل نہیں کیں۔ کیا یہی انصاف ہے؟  
یہی حادثہ کر بلا کا حقیقی پس منظر ہے؟ یا حادثہ کر بلا کا غلط پس منظر  
ہے؟ حافظ ابن کثیر یہ جب آپ کو اعتماد ہے اور اپنی کتاب میں بھی  
البدایۃ والہنہایہ کی متعدد روایتیں آپ نقل کر چکے ہیں۔ پھر کیا  
وجہ ہے کہ جو روایتیں یزید کے فسق و فجور اور ظلم و تشدد کی  
شہادت دے رہی ہیں ان کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ یہی تو آپ  
کی خیانت ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے  
ہیں۔ حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے  
بعد سب سے شیعہ اور قبیح جو واقعہ یزید پلید بن معاویہ کے زمانے



میں رونما ہوا واقعہ حرمہ ہے اس کو حرمہ واقعہ اور حرمہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں مدینہ طیبہ آبادی و رونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ بقیہ صحابہ اور انصار و مہاجرین و علماء کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ اہل مدینہ سے لڑنے کیلئے بھیجا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کر لیں تو فہما ورنہ جنگ کرو۔ فتح کے بعد تین دن تک مدینہ مٹھائے لئے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا۔ مقام حرمہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود محصور ہو گئے۔ یزیدی مدینہ میں گھس آئے۔ پہلے پہل حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مدافعت کی۔ مگر تابہ کے عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرندوں کے شہید ہو گئے۔ آخر میں شامی درندے اُس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ نہ بچے بوڑھے نہ مرد نہ عورتیں، مال و متاع جو کچھ ملا سب لوٹا۔ ہزاروں دو شیرگان حرم مصطفیٰ کی عصمت دینی

کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے۔ روضۂ جنت میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں کی لید و پشتاب سے اُسے ناپاک کیا۔ تین دن تک اہل مدینہ کو یہ جبرائت نہ ہو سکی کہ مسجد نبوی میں جا کر نماز و اذان ادا کرے اور نہ ان یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہو سکی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک نوح لی گئی۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ پڑے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ جان ان کی بچی جس نے ان الفاظ میں یزید کی بیعت کی۔

مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی بیعت کی دعوت دی گئی۔ کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں۔ اللہ عزوجل کی اطاعت و معصیت میں ہیں۔ ان درندوں کے ظلم و ستم سے مرعوب ہو کر سب نے یہ بیعت کر لی۔ ایک قریشی نے نہیں کی تو اسے قتل کر دیا گیا۔ سعید بن مسیب کو کبار تابعین اور قراء سبعہ میں ہیں پکڑا۔ ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی۔ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے جنوں کی گواہی دی جب کہیں جا کر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب



یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس ارض پاک جس کے جنگلی جانور کو اٹھا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا۔ آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کے پردہ اور چھت کو جلا دیا۔ اسی چھت میں اس دُنبہ کے سینک بھی تیرک کے طور پر محفوظ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیا تھا۔ وہ بھی جل گئے۔ اسی اثنا میں ان سارے مظالم کے بانی مبانی یزید کو اپنے کیفر و دار تک پہنچنے کا وقت آگیا اور وہ ٹھکانے لگ گیا۔

(دکربلا کا مسافر ص ۱۵۴ مصنف علامہ مشتاق احمد نظامی)

حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے فنا دگیوں کے لئے ایک زبردست محنت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آوے گا۔ اور اس کی کسی کجروی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ لغزیر ہر وقت اس کے سر پر گھوم رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بھی زیادہ حضرت امام کی جان کا دشمن تھا اور اس لئے حضرت امام کی شہادت اس کے لئے

باعثِ مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کھلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہو گئی۔ زنا، لواطت حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ تہرہ و سرکشی انتہا کو پہنچی شیطن نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر کراں فے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمت اللہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمائے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے۔ سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے

ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا۔ ایسی ہی بدتمیزیاں کیں کہ جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے۔ تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوئے۔ صرف حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابن عیال نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں۔ کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان



سے پھرتے برسوں۔ پھر یہ لشکر شہزادے کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا مگر معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجیق سے سنگ باری کی۔ منجیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے۔ اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے۔ اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلادیا۔ اسی چھت میں دُنبہ کے سینک بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بد نصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۱۵ ربیع الاول ۶۲ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی شہر حرم ملک شام میں اُنٹالیس ۳۹ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھی کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ حضرت ابن زبیر نے ندا فرمائی

کہ اے اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور وہ گروہ ناحق پر مژدہ خائب خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اہل مصر و شام نے معویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول ۶۲ھ میں بیعت کی۔ یہ معویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا۔ مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو بُرا جانتا تھا۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادمِ مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف اس نے نظر نہ ڈالی اور چالیس روز یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی۔ تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔ معویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد



مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا۔ تیرا باپ کہاں ہے کہنے لگا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ سے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی۔ اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا؟ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روندوا دیا۔ جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام پر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمان تم شعار و مغروران نابکار کے سرتن سے جدا کر کے دشت بدشت پھراٹے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ان کی بیکی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا

مسلمانوں نے مختار کے اس کارندے پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارک باد دی۔

ابن سعد کے حکومت تو کیا ملی ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی  
 لے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی لے نامرالی  
 لے تشنگانِ خون جو انانِ اہل بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی  
 رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردود و ماتم کو ذلت ہر دوسرالی  
 اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگن شروع ہو گئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا۔ لاشیں جلا ڈالیں گھر لوٹ لئے۔ خولی بن یزید وہ نصیبت ہے جس نے حضرت امام عالمقام کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ روسیہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹوائے پھر سولی چڑھایا آخر آگ میں جھونک دیا۔ اسی طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوئی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے انکو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔  
 کیوں جناب صدیقی صاحب اگر آپ اس وقت وہاں موجود ہوتے تو شاید مختار کے سامنے سفارش کر کے قاتلانِ اہل بیت کو بچا لیتے۔ تو



آج آپ کو تیرہ سو سال کے بعد واویلا مچانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور نہ ایسی بے ہودہ کتاب لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اب آپ کے ابن زیاد کی ہلاکت کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ ٹھہریئے ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ شاید آپ کو اس پر بھی رحم آجائے۔

عبداللہ ابن زیاد یمیزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا اسی بد بھاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذاں پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترتا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلے کے لئے ایک فوج کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا۔ اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگام میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا۔ اور

اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا۔ اے اہل کوفہ دیکھو لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔ خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا۔ اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام مردوں پر پھرا جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نچھنے میں ٹپس گیا اور حقوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا اور اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

(سوانح کربلا ص ۱۲۶)

کیوں جناب صدیقی صاحب ملاحظہ فرمایا اپنے دوست ابن زیاد



کا حال؟ کوفے کے مختار کے دربار میں اگر آپ بھی تشریف لے جاتے تو شاید اپنے دوست کے سر کا حال دیکھ کر آپ کو بھی رحم آجاتا۔ تو آپ اس کی کچھ مدد ہی کرتے۔ کم از کم اس سانپ کو ہی مار دیتے۔ ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن کثیر کا بیان۔

یہی واقعہ حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کی روایت سے ذکر کیا ہے جس میں ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کا مسجد میں رجم میں رکھا جانا اور سانپ کا بار بار آنا اور لوگوں کا اسے غائب ہو کر آتے دیکھ کر چلانا کہ وہ آیا وہ آیا۔ اور اس کا سامنے سروں میں سے صرف ابن زیاد ہی کے سر کو منتخب کر کے اس کے ننھنوں میں گھسنا اور منہ سے نکلنا منہ میں گھسنا اور ننھنوں سے نکلنا اور دو تین بار ایسا ہی ہونا بالاقضی نقل کیا ہے جو البدایہ والنہایہ کے ص ۱۹ پر مذکور ہے۔ جسے ترمذی نے حسن صحیح کہا یہ درحقیقت چاہہ کُندہ را چاہہ در پیش کی کھلی ہوئی مثال ہے۔ یعنی اگر اس نے حسین کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو خدا تعالیٰ نے اس کے سر کی بے حرمتی اس جانور کے ذریعے کرائی جو بلفض حدیث قبروں میں معذنین پر مسلط کیا جاتا ہے۔ بندوں کی بے حرمتی سے خدا کا کسی کی بے حرمتی فرمانا کہیں زیادہ اشد ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۳۳ مصنفہ قاری محمد طیب دیوبندی)

کیوں جناب والا! یہ روایت بھی تو حافظ ابن کثیر ترمذی شریف سے نقل کر رہے ہیں۔ ان جیسی روایتوں سے کیوں آنکھ بند کر لیتے ہیں؟ البدایہ والنہایہ میں سے جو روایت آپ کا منشا پورا کر سکے وہ تو آپ کے بڑے نقل کر لیتے ہیں اور جو روایت آپ کے خلیفہ یزید پلیدی یا ابن زیاد بد نہاد و میزہ کے ظلم و تشدد فسق و فجور کو ظاہر کرے اس سے آنکھ بند کر کے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کون سی دیانت داری ہے؟ یہی تو آپ کے خبث باطن کا ثبوت ہے۔

بہر حال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے جانے اور ابن زیاد کے اس کی بے حرمتی کرنے اور اپنے اندرونی خبث کو نمایاں کرنے کی یہ تفصیلات جن محدثین کبار بخاری بزار طبرانی ابن حجر عسقلانی بدر دین عینی نے محدثانہ طریق سے پیش کیا۔ انس بن مالک اور زید بن ارقم جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کیا۔ تو کیا یہ حضرت حسین کے سر کو تن سے جدا کئے جانے کے کھلے کلمے دلائل نہیں ہیں اور ان کے مقابلہ میں کیا چند تاریخی ٹکڑے اور وہ بھی متشرقین یورپ کی اعانت سے اور ان سے اخذ کردہ اقتباسات کسی بھی وقعت و اہمیت دینے کے مستحق ہیں؟ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۳۳) اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔



اسی لئے یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھ کر اولاً خوش ہوا جو اس کے دل کی کیفیت تھی کہ جس رقیب سے ملک کے زوال کا اندیشہ منہا وہ ختم ہو گیا۔ لیکن پھر فوراً ہی اس خوشی پر نادم ہوا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ جب ابن زیاد نے حسین کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو وہ اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا رتبہ اس کے یہاں بلند ہو گیا مگر اس خوشی پر تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ نادم ہوا۔ (البدایہ ص ۲۳۴)

یہ فوری ندامت اسی قاتل حسین ابن مرجانہ کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے کی صورت میں ظاہر ہوئی جس کی وجہ اس نے خود ہی ظاہر کر دی۔ ابن مرجانہ نے وہ نہ ہونے دیا (جو حسین چاہتے تھے کہ یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے جہاں چاہیں چلے جائیں یا انہیں سرحد کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں یا انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے معاملہ طے کریں) بلکہ گھبراہٹ میں انہیں مقتول ہونے پر مجبور کر دیا اور قتل کر دیا۔ اس سے ابن مرجانہ نے مجھے مسلمانوں کے دلوں میں مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری طرف سے عداوت کا بیج بو دیا۔ جس سے ہر نیک و بد مجھ سے

عداوت رکھے گا جبکہ حسین کو میرا قتل کر ڈالنا لوگوں کے دلوں پر شاک اور بھاری گزے گا۔ مجھے اس کبخت ابن مرجانہ سے کیا واسطہ۔ خدا اس کا برا کرے اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ (البدایہ ص ۲۳۵)

**کیا امام عالمی مقام اور اہلبیت اطہار پر پانی بند نہیں کیا گیا؟**

صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ کذاب راویوں اور جھوٹ تراشوں نے حضرت عمر بن سعد کے کردار کو سب سے بھیانک گھناؤنا اور قابل اعتراض بتایا ہے۔ مگر چونکہ ان کی حضرت امام سے رشتہ داری، محبت اور گہرا تعلق تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ اس لئے ایک طرف حضرت امام سے مقابلہ میں ان کی گریز پائی اور کراہت کا اظہار کر دیا گیا ہے مگر دوسری طرف معمولی صوبہ داری اور حقیر سے منصب کی خاطر ان سے وہ وہ ظلم کرائے جاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

پھر دوسرے ورق پر لکھتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص کسی کی موت پر رو رو کر بے حال اور ہلکان ہو رہا ہو وہ اس کی نقش کو گھوڑوں سے روند ڈالے یا ان کے خیمے جلانے اور پانی بند کرنے کا حکم دے۔ واقعات کا افسانوی انداز فقط زیب داستان کے لئے ہے۔



ناظرین کرام دیکھا آپ نے تمام فقہاء محدثین متکلمین اور محقق  
ارباب تاریخ نے اپنی اپنی کتابوں میں عمر بن سعد کے ظلم و تشدد اور  
پانی بند کرنے کی داستان کو لکھا ہے مگر اس ظالم مولوی کے قلم  
سے کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ سب کو ہی کذاب لکھ لکھ کر اپنا نامہ  
اعمال سیاہ کر رہا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کتاب میں وہابی اور  
دیوبندی حضرات کے حوالے بھی دیئے ہیں کیونکہ مصنف کتاب خود  
غیر مقلد ہے۔ اب بھی سب سے پہلے دیوبندی اکابر کا حوالہ پیش  
کرتا ہوں۔ دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جمال الاولیاء کتاب  
میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حصین نے آپ کو جنگ کے وقت اور پانی  
روک دینے کے وقت آواز دی تھی کہ اے حسین کیا تم پانی کو نہیں دیکھتے  
کہ گویا وہ آسمان کا بیج ہے (کہ اس تک رسائی نہیں ہو سکتی) خدا  
کی قسم تم اس میں سے ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے اور پیاس سے مر جاؤ  
گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ اس کو پیاس  
سے مار ڈالیئے۔ تو یہ خبیث ایسا ہو گیا کہ پانی پیتا تھا مگر سیراب  
نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ پیاس سے مر گیا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ  
کی کرامت تھی۔ اسی کرامت کو ابو محمد مصلح صاحب نے اپنی کتاب  
شہید کربلا میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں عبداللہ ابی حصین یزیدی

ان کے ایک سردار نے حضرت امام حسین کو پکار کر کہا حسین دیکھتے  
ہو یہ پانی کیسا میٹھا ہے لیکن تمہیں ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔  
یہاں تک کہ تم پیاس کے مارے مر جاؤ گے۔ ایک راوی چشم دید کہتا  
ہے۔ خدا کی قسم میں نے عبداللہ بن ابی حصین کو اس حال میں دیکھا  
کہ وہ پانی پیتے پیتے تھک جاتا تھا مگر پیاس کسی طرح نہ بھٹکتی تھی۔  
آخر اسی حال میں مر گیا۔

حضرت علامہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ  
علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں لکھتے ہیں۔ فرات کا بے حساب پانی ان  
سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے  
چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نوہال خشک لب تشنہ دہان تھے۔  
نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں  
پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لیے دریا کا کنارہ  
بیابان بنا ہوا تھا۔ آل رسول کو لب آب پانی میسر نہ آتا تھا سر حشمہ تبسم  
سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اسی طرح بے آب و دانہ تین دن گذر  
گئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیاباں سب بھوک و پیاس سے بیتاب  
و ناتواں ہو گئے۔ اس معرکہ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے  
حوصلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا۔ مگر فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)



کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم و استقلال میں  
فرق نہ آیا (سوانح کربلا ص ۱۰۲)

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کم سن ہیں شیر خوار  
ہیں۔ پیاس سے بیتاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں کا  
خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ والدہ نے حضرت  
امام سے عرض کیا اس نفیسی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو  
گود میں لے جائیے اور اس کا حال ظالمانِ سنگ دل کو دکھائیے اس  
تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے  
کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام نے اس چھوٹے  
نورِ نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہِ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ میں اپنا  
تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جو روحِ جفا کے نذر کر چکا اور اب  
اگر آتشِ بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔ یہ شیر خوار  
بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شربت بھی  
رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ جفا کا  
سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے  
ایک بدبخت نے تیرا جو علی اصغر کا حلق پھیدتا ہوا امام کے بازو  
میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا بچے نے تڑپ کر جان دے دی

اِنَّ اللّٰهَ ذَا اِنْتَابٍ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (سوانح کربلا ص ۱۲۷)

کیوں جناب صدیقی صاحب اب بھی ظالموں کی حمایت میں اپنا  
قلم چلاؤ گے۔ اب تو ظلم کی حد ہو گئی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس  
یزیدی بے رحم فوج کا سالار کون تھا؟ یقیناً اس فوج کا سالار عمر بن  
سعد تھا۔ جیسا آپ نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے۔ کہ آخر  
ابن سعد آیا فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا دیکھو عورتوں کے خیمے میں ہرگز  
کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے  
ان کا کچھ سامان لوٹا ہو واپس کر دے۔

اب ثابت ہو گیا کہ اس قدر ظلم و ستم کرنے والی فوج کا افسر عمر بن  
سعد تھا۔ اور عمر بن سعد کے حکم سے ہی ہنر فرات پر پانچ صد فوجیوں  
کا پہرہ لگا دیا گیا تھا تاکہ اہل بیت میں سے کسی کو پانی نہ مل سکے۔  
چنانچہ ابو محمد صلح (شہید کربلا قرآن کی روشنی میں) کتاب میں لکھتے ہیں۔  
اسی اثنا میں ابن زیاد کے پاس یزید کا ایک خط آیا۔ جس کے متعلق  
اس نے حضرت امام کو لکھا۔ اے حسین تمہارے متعلق مجھے یزید نے لکھا  
ہے کہ میں تمہیں یزید کی بیعت پر راضی کروں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو  
تمہیں قتل کر ڈالوں اور سر یزید کے پاس بھیج دوں۔ لہذا میں تمہیں  
نصیحت کرتا ہوں کہ تم یزید کی بیعت قبول کر لو۔ یہ شکل دیگر لڑنے مرنے



پر تیار ہو جاؤ۔ اس خط کا حضرت امام عالی مقام نہیں بلکہ آپ کے غلام غلام میں سے کسی باغیرت ایمان دار پر بھی کیا کوئی اچھا اثر ہو سکتا ہے؟ کیا صلح و صفائی اس جذبہ کے تحت ممکن تھی؟ اور کیا حضرت امام کے اعتراض اور مطالبہ کا اس میں کوئی جواب ہے؟ نہیں بلکہ باطل پر جمے رہنے پر اصرار ہے۔ طاقت پر گھنٹہ ہے اور قوت کا مظاہرہ ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ قاصد نے واپس ہو کر حضرت امام کے غیظ و غضب کا حال بیان کیا۔ تو ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب اس نے اپنے احکامات کے تحت آپ اور آپ کے رفقاء پر پانی بھی بند کر دیا۔ چنانچہ عمر و سعد کی سپہ سالاری میں عمرو بن الحجاج پانچ سو سواروں کا افسر بنا کر فرات کے کنارے خاص کر اسی غرض کے لئے متعین کیا گیا کہ حضرت امام اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچ سکے۔

(شہید کربلا قرآن کی روشنی میں ص ۱۲۶)

کیوں جناب اب بھی پانی کا بند کرنا تسلیم کرو گے یا نہیں؟ یا اپنی عادت کے موافق سب راویوں کو کذاب لکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے چلے جاؤ گے؟ خدا سے ڈرو خواہ مخواہ یزید اور یزید یوں کی محبت میں جھوٹ لکھ لکھ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو اور جو لکھ چکے ہو اس

تو بہ نامہ شائع کرو۔ کیونکہ بزرگان دین کے علاوہ آپ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی کذاب لکھ چکے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا حکم سنئے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا نہ کہو۔ پس اگر ثابت ہو کہ ایک تم میں سے خبیث کرے۔ راہ خدا میں مانند کوہ احد کے سونامی پہنچے تو اب اس کا مدد ایک ان کے کوادر نہ آدھے مدد کو۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس وقت کہ دیکھو تم ان لوگوں کو کہ برا کہتے ہیں میرے اصحاب کو پس کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔ اب فیصلہ تم کو کہ یہ خدا کی لعنت کا حکم کس پر جاری فرمایا جا رہا ہے۔ کیا تم بھی اس حکم کی زد میں آ سکتے ہو یا نہیں؟ کیونکہ تم نے تو جلیل القدر صحابہ کو کذاب لکھ کر سخت بے ادبی کی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی بھی کی ہے۔

اب ایک مشہور حدیث شریف بخاری شریف سے نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے محرم کی بابت پوچھا کہ وہ مکھی کو قتل کر دے تو کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مثلہ پوچھتے ہیں حالانکہ



انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے دنیا کے بھول ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت امام کا کوفہ جانا خطا ہوتا اور امام برحق پر خروج ہوتا تو لہن کا قتل کیا جانا حق تھا تو اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما عواقبوں پر تعریض نہ کرتے بلکہ انہیں داد دیتے کہ تم نے اچھا کیا۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ یزید پلید باطل پر تھا اور امام عالم مقام کا اس کی بیعت سے انکار کرنا حق تھا اور امام کی شہادت خون ناحق تھی۔

اب ایک حوالہ خدام الدین لاہور ۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء ص ۱۳۱ سے نقل کرنا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیوں کا رد کرتے ہوئے لکھے ہیں۔ اور امام حسین کے لئے نازیبا کلمات خبیث باطن کا پتہ دے رہے ہیں اور ایک بات یہ بھی ہے کہ امام حسین طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور ظالم حاکموں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جان دے دی۔ اس کے برعکس پنجابی بنی سامراجی آقاؤں کا حاشیہ بردار تھا۔ اس نے جہاد کی تین سو محض اس لئے کی۔ کہ سامراج کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کو دبا دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جو سامراج کی اطاعت کے رنگ میں رنگین ہو وہ اسوہ حسین رضی اللہ عنہ کو تو کسی طرح نہیں اپنا سکتا۔ وہ اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس کیچڑ اچھال کر ہی نکال سکتا۔

ایسے جابر اور فاسق بادشاہ کی عادت بد کی تغیر کے دو طریقے تھے ایک فعل سے ایک قول سے۔ دیگر صحابہ کرام نے قول سے کیا۔ امام عالم مقام نے فعل سے کیا۔ فعل سے کرنا افضل تھا لہذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان افضل پر عمل کرنا تھا وہی انہوں نے کیا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یزید کے جو حالات امام عالی مقام کے علم میں تھے۔ اس کے پیش نظر نہ اس کی خلافت درست تھی اور نہ فرمان رسول کے پیش نظر امام کو خاموش رہنا ممکن تھا۔ تو امام عالی مقام نے جو کچھ کیا وہ سب حق کیا یزیدیوں نے امام کے خلاف جو کچھ کیا وہ سب ظلم وعدوان تھا۔ آئیے اب حدیث کریمہ سے امام عالی مقام کا حق پر ہونا ثابت کریں۔ حدیث اول مشکوٰۃ شریف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور ریش مبارک گرد آلود ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے۔ ارشاد فرمایا ابھی حسین کے مقتل میں تشریف فرما تھا۔ حدیث دوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دوپہر کے وقت زلف مبارک منتشر چہرہ النور پر گرد ہے۔ دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیلئے؟ ارشاد فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے آج جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے یہ وقت خیال میں رکھا حضرت حسین اسی وقت شہید ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتل میں تشریف لانا خون کے قطروں کا جمع فرمانا اس بات کی دلیل ہے اور اصحاب امام کا ہر قطرہ خون حمایت حق و باطل میں بہا ہے۔ لہذا اثابت



ہوا کہ امام عالی مقام حق پر تھے اور یزید اور یزیدی باطل پر تھے۔ حضرت  
داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ جو تمام اولیاء کے سرتاج اور قبلہ اہل بلا اور قیبلہ دشت  
کر بلا۔ اہل طریقت آپ کے درستی حال پر متفق ہیں کہ آپ امر حق میں خدا  
کے تابع تھے۔ جب امر حق مفقود ہوا تو آپ نے تلوار کھینچی اور جب  
نیک جان عزیز کو خدا کے نام پر قربان نہ کر لیا۔ آپ کو اس وقت تک  
چھین نہ آیا۔ حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ کی  
ذات مقدس میں پائی جاتی تھیں اور وہ نشانیاں آپ ہی کے ساتھ مخصوص  
تھیں۔ (ظہر المطلوب ص ۱۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام مظلوم شہید حق  
پر تھے اور یزید پلید اور تمام یزیدی باطل پر تھے اور اس دور کے تمام  
یزیدی علماء باطل پرست ہیں۔

بخاری شریف میں ہے ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھالیا تھا اور فرما رہے تھے میرے  
ماں باپ تم پر قربان تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علی  
رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے  
ہنس رہے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۲۱)

اور اسی جگہ بخاری شریف میں ایک حدیث اور بھی موجود ہے۔  
جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خوشنودی آپ کے اہل بیت (کی خدمت اور محبت میں) ہے۔ کیوں جانا  
آپ بھی صدیقی کہلاتے ہیں؟ جو یزید کی محبت میں اس درجہ خود رفته  
ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی  
محبت اہلبیت کے ساتھ بھی آپ کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود  
فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اہل بیت کی خدمت  
اور محبت میں ہے نہ کہ یزید کی محبت میں۔ اگر آپ واقعی صدیقی ہیں  
تو آپ پر لازم ہے کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم  
پر چل کر اپنے صدیقی ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور امام حسین رضی  
اللہ عنہ پر نکتہ چینی سے باز آجائیں۔ خیر اسی میں ہے۔ کیونکہ حضرت  
امام عالی مقام جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور یہ ٹکٹ آپ  
کو آپ کے نانا پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکا ہوا ہے  
جس کو کوئی یزیدی چھین نہیں سکتا۔ لیکن آپ کے پاس کوئی جنتی ہونے  
کی سند نہیں۔ جب آپ کو اپنے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم ہی نہیں، تو  
آپ کو جنتی نوجوانوں کے سردار پر نکتہ چینی کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟  
اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں وہ خلیفہ برحق کے  
باغی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر خلیفہ برحق کے باغی ہوں تو وہ جنتی نہیں



ہو سکتے ہیں جہنم کے جہنمیوں کے سردار ہوں۔ اور اسی سے  
 یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یزید پلید خلیفہ برحق نہ تھا اور نہ اس کی خلافت  
 درست تھی۔ کیونکہ جنت کے نوجوانوں کے سردار نے اس کی بیعت  
 نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ اگر آپ بھی اپنی نجات چاہتے  
 ہیں تو فاسق و فاجر ظالم شرابی کی حمایت سے باز آجائیں۔ اور اہل بیت  
 اطہار کی محبت اختیار کریں اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ  
 نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان سے بھی گریز کریں۔ کہیں ایسا  
 نہ ہو کہ گستاخان اہل بیت کی ہزست میں آپ کا نام بھی درج ہو جائے۔  
 اب ذرا مولوی حسن محمد نوکھروی کی مزاج پرسی کی ضرورت ہے کیونکہ  
 نوکھروی صاحب اپنی کتاب سیدنا حسین اور امیر یزید میں لکھتے ہیں کہ  
 سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو  
 شہید کیا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے  
 مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ ہم پھر بھی سیدنا علی المرتضیٰ کو خلیفہ برحق مانتے  
 ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا ظہر رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر  
 دونوں عشرہ مبشرہ سے ہیں کو شہید کرتے ہیں مگر پھر بھی خلیفہ برحق ہیں  
 سیدنا علی المرتضیٰ نے تقریباً ایک لاکھ صحابہ و تابعین کا خون بہایا مگر  
 پھر آپ کی خلافت و حقانیت میں ذرہ بھرفرق نہیں آیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی

خلافت میں کفار کا ایک ایجن بھی فتح نہیں ہوا۔ آپ کی خلافت کا سارا  
 دور صحابہ و تابعین کے کشت خون میں صرف ہوا۔ تاہم آپ کی خلافت  
 خلافت تھی اور امارت امارت تھی حق کی خلافت اور حق کی امارت تھی۔  
 سفیوں اور غیر حنفیوں کو بس بے چارہ یزید ہی ہاتھ آیا۔

جو چاہا منہ سے کھول کر کہہ دیا جو چاہا قلم سے لکھ دیا۔ مکھی  
 مکھی مارنا اس گروہ کا شیوہ بن گیا۔ حقائق کو پس پشت ڈال دیا۔  
 بے سرو پا روایتوں کو اپنا مذہب بنالیا۔ (سیدنا حسین اور یزید ص ۴۴)  
 ناظرین کرام غور فرمائیے نوکھروی صاحب کی اس تحریر کو بار بار  
 پڑھیے اور نوکھروی صاحب کے علم کی داد دیجیے۔ لیکن آپ کو پھر بھی  
 یقین نہیں آ سکتی کہ مصنف کتاب کیا فرما رہے ہیں؟ یہ تو عجیب قسم کا  
 عقیدہ ہے کہ خلیفہ برحق اور خون ناحق؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ  
 خلیفہ برحق بھی ہو اور خون ناحق کا حکم بھی کرے؟ اگر آپ مولا علی  
 رضی اللہ عنہ کو واقعی خلیفہ برحق مانتے ہیں۔ تو خلیفہ برحق کا کوئی حکم  
 اور کوئی کام کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف  
 نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کو کیا حق حاصل ہے؟ کہ خلیفہ برحق پر  
 کشت خون ناحق کا الزام لگائیں اور آپ پر نکتہ چینی کریں اور یہ جو  
 خلیفہ برحق پر الزام تراشی نکتہ چینی اور کشت و خون وغیرہ کا آپ نے



بہتان لگایا ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کوئی آسمانی وی  
 آپ کے پاس آرہی ہے؟ یہ ظلم عظیم ہے۔ جو کہ خلیفہ برحق حضرت  
 مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شان میں سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔  
 شاید یہ مصنف کتاب خارجی ہے۔ نوکھروی صاحب کیا آپ جانتے ہیں  
 کہ مولا علی حیدر کرام شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کون ہیں۔ اگر نہیں  
 جانتے تو اب جان لو۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے داماد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت  
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سر تاج ہیں۔ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے  
 والد ماجد ہیں اور نوکھروی بد نصیب کو کیا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا ارشاد فرمایا؟ مشکوٰۃ  
 شریف میں ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی  
 رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ دوست  
 اور ناصر ہر مومن کا ہے اور ایک حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا جو شخص کہ میں اس کا دوست ہوں پس علی دوست اس کا ہے  
 یعنی جس کو میں دوست رکھتا ہوں پس علی رضی اللہ عنہ دوست رکھتا  
 ہے اس کو۔ اور ایک حدیث میں ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے۔ نہیں دوست رکھتا علی رضی اللہ عنہ کو منافق اور نہیں دشمن رکھتا

ان کو مومن یعنی مومن کامل۔ اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
 روایت کی ہے کہ جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہے گا اس پر اللہ اور فرشتوں  
 اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں آیا۔ حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ سے کہ جو انبیاء کرام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے اور  
 جو میرے اصحاب کو بُرا کہے اس کو دُشمن لگائے جائیں۔

(مترجم مشکوٰۃ ملا علی قاری)

نوکھروی صاحب آپ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آپ کون ہیں؟ آپ کی  
 شخصیت کیا ہے؟ وہ تو شہنشاہ ولایت ہیں۔ وہ تو شیر خدا ہیں۔ وہ  
 تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت  
 کا ٹکٹ مل چکا ہے۔ وہ تو خیر القرون میں ہیں۔ آپ تو ثمر القرون میں  
 سارے تیرہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو تو اپنے جنتی دوزخی ہونے  
 ہونے کا کوئی علم نہیں ہے۔ ان کے دست مبارک میں تو جنت کا ٹکٹ  
 موجود ہے جس کو کوئی بزمی نہیں چھین سکتا۔ پھر آپ ایسی ذات  
 مقدس پر نکتہ چینی کر کے کیوں اپنی عاقبت کو خراب کر رہے ہو؟ جبکہ  
 آپ خود مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق مان چکے ہو۔ اگر آپ کو  
 خلیفہ برحق مان کر بھی آپ نے بہتان تراشی نکتہ چینی کرنی ہے جیسے  
 کر چکے ہو تو پھر آپ کو خلیفہ برحق کیوں مانتے ہو؟ ایسا عقیدہ تو منافقانہ



ہے۔ جس سے سوائے ذلت و رسوائی کے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے باز رہنا چاہیے۔ آپ کی خیر اسی میں ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل حدیثوں میں موجود ہیں۔ یہ تو صرف چند حدیثیں نقل کی گئی ہیں کہ شاید آپ کے ہوش و حواس درست ہو جائیں، اور اس خارجی عقیدہ سے باز آجائیں۔

اور یہ جو صفحہ ۴۱ پر آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں درج کیا ہے۔ یہ تو امام صاحب پر سراسر بہتانِ عظیم ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ یہ تو آپ کی جہالت کا بین ثبوت ہے۔ اگر آپ اپنی جہالت کی وجہ سے صحابی کی شرطِ اول کو نہیں جانتے تو امام صاحب پر یہ بہتان کیوں لگاتے ہو۔ امام صاحب تو خوب جانتے ہیں کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو ایمانی حالت میں اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہو۔ اور یزید بلیہ ۱۵ سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ تو صحابی کیسے بن گیا؟ یہ سب یزید بلیہ کی محبت کا آپ پر غلبہ ہے جس کی وجہ سے آپ بزرگانِ دین پر طرح طرح کے بہتان لگا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو ہدایت کرے۔

صفحہ ۳۲ پر آپ لکھتے ہیں۔ اب عمرو بن سعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے اس کے سامنے تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کر لو۔

- ۱۔ مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں جاکر جہاد کروں۔
  - ۲۔ مجھے موقعہ دو کہ میں براہِ راست یزید کے پاس پہنچ جاؤں۔
  - ۳۔ مجھے واپس مکہ جانے دو تاکہ باقی زندگی عبادت میں گزار دوں۔
- ابن زیاد نے یہ تجویز منظور کر لی اور ابن زیاد کو بھیج دی۔ ابن زیاد ظالم نے لکھا کہ ہمیں یہ تجویز منظور نہیں۔ بس بات ایک ہی ہے کہ وہ میری بیعت کریں۔ ابن سعد نے یہی بات سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر آپس میں لڑائی چھڑ گئی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۱ جلد ۸)

نو کھردی صاحب آپ کے اسی حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ امام عالی مقام کسی حالت میں یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ جیسے میں اس سے پہلے صدیقی صاحب کی کتاب حادثہ کربلا کا حقیقی پس منظر کے رد میں لکھ چکا ہوں اور مستند کتابوں کے حوالے دے چکا ہوں تو آپ کو یہ لکھنے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ فاسق کی بیعت ہی نہ کرنے



کے لئے امام عالی مقام نے سارے کا سارا کتبہ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ اگر یزید کی بیعت کرنا ہی مقصود ہوتی۔ تو یزید کے نائب کے ہاتھ پر بھی ہو سکتی تھی۔ یزید کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر یزید کی محبت میں مرنے والوں کو اس راز کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

اب ایک اور بات کا جواب دیجئے اس کو آپ نے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ یزید نے ایک مرتبہ اور کہا۔ ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں حسین کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرائط پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگر چہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور ہونا تھا جو ہو چکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لعنت طلب کی تو کی۔ مگر اس کو سزا بھی کوئی نہ دی؟ یزید اُس ظالم قاتل کو کوئی سزا بھی تو دیتا، معزول کر دیتا یا کم از کم اس سے باز پرس ہی کرتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

یزید نے ابن زیاد پر لعنت تو کی اور اُسے بُرا بھلا بھی کہتا رہا اس پر اُس نے کیا ہو گا (اور میرا کیا بنے گا) لیکن نہ تو اس ناپاک حرکت پر اسے معزول کیا۔ نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج دیا کہ وہی اس کی

طرف سے جا کر اس کا یہ شرمناک عیب اسے جملائے اور قائل کرے۔  
(البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳)

کیوں جناب نوکھردی صاحب یہ بھی تو حافظ ابن کثیر ہی کی روایت ہے۔ ایسی روایتوں کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ آپ تو مولا علی بشیر خدا رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ کیا یہی اعتراض یزید پر نہیں ہو سکتا تھا؟ کیوں نہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیا گیا؟ کیا یزید میں یہ طاقت نہ تھی؟ مگر یہ سارا کام ہی یزید کے حکم سے ہوا تھا تو قاتلوں کو سزا کیوں دی جاتی؟ ابن زیاد کو بصرہ سے بلا کر یزید نے ہی کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا جبکہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر ہی اسی کام کے لئے مقرر کیا گیا تھا تو ابن مرجانہ کو سزا کیسے ملتی؟ ابن زیاد نے جو کچھ کیا یزید پلید کے حکم سے کیا۔ تاریخ کی بے شمار کتابیں یزید کے ظلم و ستم کی اب تک شہادت دے رہی ہیں۔ اور پھر حضورؐ سے ہی عرصے بعد مختار نے امام عالی مقام کے قاتلوں کو چُن کر قتل کیا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر ان سب کو جہنم واصل کیا مگر یزید کسی قاتل کو سزا نہ دے سکا اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے۔



کہ امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کا اصل قاتل یزید ہی تھا اور اسی کے حکم سے یہ ظلم عظیم ہوا۔ جس کو میں نے اسی کتاب میں مستند حوالوں سے ثابت کر دیا ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ معرکہ کربلا کے وقت حق تعالیٰ کس طرف تھا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ میزان عدل پر تھا۔ آخر کار یزید کے ظلم و تشدد پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر غالب آیا۔ (بستان المحدثین ص ۵۱)

اصل میں حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید اور یزیدیوں کے مقابلہ پر کھڑا ہونا نہ طلب خلافت کے لئے تھا نہ حصول جاہ و اقتدار کے لئے۔ بلکہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لئے تھا۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا۔ جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بنا پر اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت و اجبات (دین) میں سے ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۱)

۵ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے  
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب شان حبیب الرحمن کتاب میں  
تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت امام حسین اس لئے سید الشہداء ہیں کہ از آدم تا ایں دم کسی نے ان جیسی مصیبتیں نہ اٹھائیں۔ کربلا کے میدان میں غازی بھی تھے پڑوسی مسافر بھی اور مہاجر بھی تین دن کے متواتر روزہ دار بھی بچوں اور گھریلو کو راہ الہی میں لٹانے والے بھی۔ انوکھے غازی بھی کہ عین نماز میں شہید ہوئے۔ چونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں اور چلبے یہ کہ سردار میں سارے ماتحتوں سے زیادہ کمال ہوں۔ اس سے پہلے بظاہر حضرت حسین نہ مہاجر تھے نہ مجاہد نہ غازی اگر اسی حالت میں ان کے سر پر سرداری کا عمامہ باندھ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ کوئی جنتی سمجھتا کہ ہمارے سردار میں فلاں کمال نہیں۔ مرضی الہی تھی کہ ایک کربلا میں یہ سارے منازل طے کر لئے جائیں۔ آپ کا ہر وصف نرالا ہے۔ نہ آپ جیسا کوئی غازی گذرانہ روزہ دار نہ غازی اور نہ ایسا جلوس کسی کا نکلا۔ سب لوگ نماز کے لئے یا وضو کریں یا تیمم مگر آپ



کی آخری نماز وہ تھی جس کیلئے نہ وضو تھا نہ تیمم۔ جب پانی پینے ہی کو نہ تھا تو وضو کا ہے سے کرتے اور رہا تیمم تو تیمم ہاتھ سے ہوتا ہے منہ اور کلائی پر ہوتا ہے اور خشک مٹی سے ہوتا ہے۔ مگر وہاں زخموں سے نہ چہرہ محفوظ تھا نہ کلائی اور جب ریت پر ہاتھ مارا تو وہ خون کچڑ بن گیا۔ اب بتاؤ تیمم کیسے کریں۔

۳۔ نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں  
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

ایک حدیث پاک میں ہے کہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ والوں سے مکرم و فریب کرے گا وہ نمک کی طرح گھل گھل کر ہلاک ہوگا، کیا یہ پیشگوئی یزید پر نہیں صادر آتی کہ حقوڑے ہی دلوں بعدِ دق و سِل کی بیماری میں گھل گھل کر تباہ و ہلاک ہوا۔

۴۔ نہ زیاد کا وہ رستم رہا نہ یزید کی وہ رہی جفا  
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ بِبَارَكٍ وَسَلَّمَ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ غیروں کی نظر میں! مسٹر جیمس کارکن: (عیسائی) "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزرتے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ بہادری میں اول درجہ کا مرتبہ حسین بن علی کا ہے کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر تشنگی اور کربلی کی حالت میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے گا۔ جو تاریخ سے واقف نہیں۔"

مسٹر آرتھر این ویشن - سی - آئی - اسی :-

"حسین میں صبر و استقلال، زورِ اخلاق کے وہ اعلیٰ جوہر اور کمالات موجود تھے۔ جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے حسین کی ذات خود ایک معجزہ ہے۔ حسین کی بہادری اور شجاعت کی مثال شاید ہی دنیا کبھی پیش کر سکے۔ اقوامِ عالم کی تاریخ کبھی کوئی ایسا سورما پیش نہ کر سکی۔ جو ہزاروں سے یکجا و تنہا لڑا ہو۔ اور بہ رضائے رغبت لڑنے پر تیار ہو گیا ہو۔

سیر چارچ ٹلمس (عیسائی) :-

"کون ہے۔ جو امام حسین کی حق و صداقت کو بلند کرنے والی اس لڑائی کی تعریف کے بغیر نہ سکے گا۔ دوسروں کے لئے جیسے کا اصول اور کمزوروں دکھیاروں کی امداد کو اپنا مقصد حیات بنانے کی بے نظیر مثال امام حسین کی بے لوث شخصیت سے زیادہ روشن اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جنہوں نے اپنی نیر اپنے محبوب ترین پیغمبر اور ساتھیوں کی جان کی بازی لگا دی۔ لیکن ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔"



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حدیث قیصر (قسطنطنیہ) کا صحیح مفہوم

ام حرام سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کریں گے ان کے لئے جنت واجب ہے ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں ان ہی میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم انہی میں ہو۔ ام حرام کہتی تھیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر (شاہ روم) کے پارتخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں ہوں فرمایا نہیں۔ (تجریۃ البخاری مترجم ص ۵۴)

اس حدیث پاک کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے لئے موجودہ دور کے جید علماء کرام کے ارشادات نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلے حضرت علامہ الحاج ابو داؤد مولانا مفتی محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کا بیان نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ "آج کل یزیدی خارجی ٹولہ جس کی ترجمانی دیوبندی وہابی مکتب فکر کر رہا ہے۔ اپنی تقاریر و کتب و رسائل میں بخاری شریف کی ایک روایت کی آڑ میں یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مار رہا ہے حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی و مغالطہ ہے۔ زیر بحث حدیث کا مضمون یہ ہے میری امت کا جو پہلا لشکر دریا میں جہاد کریگا۔ (اوجوا) اس نے اپنے لئے جنت واجب

کری۔ پھر فرمایا۔ میری امت کا جو پہلا لشکر مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کریگا وہ مغفور لھم ہوگا۔ (اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے) (بخاری شریف ص ۴۷) اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ اور یزیدی ٹولہ دوسرے حصہ سے یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنا چاہتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس میں یزید کا نام ہے۔ نہ لفظ جنت مذکور ہے۔ مقام عجیب ہے۔ کہ یزید یلید نے فضائل اہل بیت، فضائل صحابہ، فضائل مدینہ فضائل مکہ و احکام شرعیہ پر مشتمل جن بے شمار احادیث کی صریح مخالفت و سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ حامیان یزید کو ان احادیث کا تو کوئی احترام و پاس نہیں۔ اور دفاتر احادیث میں ان کی نظر اگر پڑتی ہے۔ تو صرف اس ایک حدیث پر جس میں ان کے بقول ان کے ممدوح کا قطعی جنتی ہونا مذکور ہے۔

وائے نا الصافی :- و بددیہتی۔ بہر حال اب حدیث زیر بحث کے متعلق جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ **اول :-** پیش نظر حدیث اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق نبی غیب دان کے علم غیب شریف کی ایک واضح دلیل ہے کہ آپ نے بعد میں ہونے والے واقعات کا مدتوں پہلے بیان فرما دیا۔ کیا مداحان یزید و منکرین علم غیب اس حدیث کی بنا پر علم غیب پر بھی ایمان لائیں گے؟

**دوم :-** حضرت مولانا موصوف نے ایک عظیم الشان نکتہ بیان فرما کر حدیث شریف کا صحیح مفہوم بیان فرما دیا۔ (سبحان اللہ) فرماتے ہیں۔ اگر مغفور لھم کے تمام شرکاء بھی پہلے لشکر کی طرح جنتی ہیں۔ تو پھر ان کے متعلق اوجوا کیوں نہیں فرمایا۔ جب حضور نے پہلے لشکر کے متعلق اوجوا اور دوسرے کے متعلق مغفور لھم فرما کر فرق



فرما دیا۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ دوسرے لشکر کو قطعی جنتی قرار دے کہ مغفور لہم کا مفہوم بھی اوجہا کی طرح بیان کرے۔ یہ بھی آپ کے علم غیب کا مظاہرہ ہے۔ کہ بعض اقوال کی بنا پر جس دوسرے لشکر میں یزید تھا۔ اس کے متعلق صرف مغفور لہم فرمایا ہے پہلے لشکر کی طرح اوجہا نہیں فرمایا۔ کہ انہوں نے اپنے لئے جنت واجب کر لی ہے۔ تاکہ کوئی یزید کے جنتی ہونے کی دلیل نہ پکڑے۔

مضموم ۱۔ امام ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین عینی اور امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین و شارحان بخاری میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا مراد نہیں لیا۔ بلکہ ابن مہلب کے اس قول کا تعقب و رد فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث میں یزید کی منقبت ہے۔ اور یہ تصریح فرمائی ہے کہ مغفور لہم کا معنی وہی ہوگا۔ جس میں شرط مغفرت موجود ہوگی۔ اور (یزید کی طرح) عموم میں کسی کا دخول اس کو لازم نہیں کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو۔ کیا چودھویں صدی کے حامیان یزید ملاں مذکورہ محدثین و شارحان بخاری کی نسبت حدیث بخاری کو زیادہ سمجھتے ہیں؟ چہاں :- شارحین بخاری کے رد و تعقب کے علاوہ ابن مہلب کا قول خود نامکمل و تشنہ ہے۔ جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت و واقعہ حرہ و کربلا کے بعد یزید کے متعلق ان کا پورا موقف سامنے نہ لایا جائے۔ اس وقت تک ان کا نامکمل قول بذات خود کوئی حجت نہیں۔ المفروض حدیث زیر بحث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا قطعاً ثابت نہیں۔ محض حامیان یزید کی غلط فہمی و غلط بیانی ہے۔ قطعی جنتی امام حسین ہے۔ جو جو انہیں جنت کا بھی سروار ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

ناظرین حضرات یہ تھوڑا سا مضمون میں نے آپ کے اشتہار جو آپ نے حدیث قسطنطنیہ کے متعلق شائع کیا ہے۔ اور بہت سے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ یزید یزید کا قطعی جنتی ہونا اس حدیث شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کئی بار چھپ کر پاکستان اور بیرون ممالک کے کئی شہروں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جو مکتبہ رفعتیہ مصطفیٰ چوک دارالسلام کو حیرانوالہ سے مل سکتا ہے۔ منگا کر ضرور بر ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

**فتویٰ :- یزید یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔**

(مفتی غلام رسول صاحب - مدرس دارالعلوم نقشبندیہ علی پور سیداں شریف)

**حدیث قسطنطنیہ**

سائل نے جو حدیث قسطنطنیہ پیش کی ہے اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری باب الجہاد ص ۹۹ میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لشکر رومیوں کے ساتھ جہاد کو گیا۔ وہ مغفور لہم ہے۔ یعنی ان کی مغفرت کی بشارت ہے۔ اس حدیث میں یزید کا لفظ تک نہیں ہے۔ البتہ امام بدر الدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ یہ لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ اور امیر لشکر سفیان بن عوف تھے۔ یزید نہیں تھا۔ اور اس لشکر میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن عمر وغیرہ تھے۔ ان اکابر صحابہ کا یزید کیسے سروا بن سکتا تھا۔



علامہ عینی کہتے ہیں۔ کہ میں کہتا ہوں کہ بہت ظاہر یہ ہی ہے۔ کہ یہ کبار صحابہ سفیان بن عوف کے ساتھ تھے۔ یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے۔ اور نہ ہی یزید ان کا سپہ سالار تھا۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ یزید اس لشکر میں موجود تھا۔ تو پھر بھی یزید اس بشارت عظمیٰ (مغفور لہم) سے اس طرح خارج ہے۔ جیسے کہ وہ لوگ خارج ہیں۔ جو اس جنگ میں شامل ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے اتنا دیکھا۔ لہذا یہ حدیث مقید ہے۔ بایں معنی کہ ان کے لئے مغفرت ہے۔ جیسا کہ ایمان پر فائز ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگوائے۔ اگر یزید مومن ہوتا تو اسے امیر المؤمنین کہنے میں کیا حرج تھا؟ جبکہ یزید اپنے وقت میں حاکم بھی تھا۔ گویا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یزید کو مومن نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لئے مومن کا امیر کہنے سے اس کو کوڑے لگوائے۔ بہر صورت حدیث مقید ہے۔ جیسے کہ علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے۔ اور یزید مغفور لہم کی بشارت سے خارج ہے۔ اور یزید پر لعنت اور اس کی تکفیر جائز ہے۔

(مفتی) غلام رسول صاحب  
دارالعلوم نقشبندیہ علی پور سیدان شریف

ناظرین حضرات اب میں حدیث قیصر قسطنطنیہ کے متعلق دیوبندی حضرات کے حکیم الاسلام مولوی محمد طیب صاحب کا بیان نقل کرتا ہوں بلا حذر و احتیاط۔ یہ حدیث عام ہے۔ اور بلاشبہ اس کا وعدہ مغفرت بھی جہاد قسطنطنیہ کے ہر شریک کے لئے عام ہے۔ جن میں یزید بھی داخل ہے مگر انہی قدرتی شرائط کے ساتھ جو طبعاً ایسے مواقع پر قواعد شرعیہ کے تحت ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثلاً حدیث نبوی میں ارشاد ہے۔ اُمتی اُمتہ مرحومہ میری اُمت اُمت مرحومہ ہے۔ (جس کے تمام افراد کے لئے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ رحمت اور مغفرت موعود ہے) مگر اسی شرط کے ساتھ کہ وہ اُمت اجابت میں شامل رہیں۔ مگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو کر امت دعوت میں چلا جائے۔ تو دوسری نصوص سے اس حدیث کی تخصیص ہو جائے گی۔ اور وہ فرد اس وعدہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس سے اس حدیث کا یہ وعدہ قدرتی طور پر بشرطاً اجابت ہو گا۔ مطلقاً نہ ہو گا۔ اسی طرح یہاں بھی جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء کے لئے وعدہ مغفرت عام ہے۔ مگر اسی طبعی شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ انہی قلبی کیفیات و احوال اور باطنی نیات و جذبات پر باقی رہیں جن کے ساتھ انہوں نے اس وقت جہاد کیا تھا۔ لیکن بعد میں اگر کسی کے قلبی احوال بگڑ جائیں اور تقویٰ کے وہ مقامات باقی نہ رہیں۔ جو بوقت جہاد تھے۔ تو طبعاً وہ حکم مغفرت بھی اس خاص فرد کے حق میں باقی نہ رہے گا۔ مثال کے طور پر مسلم و بخاری ہی کی ایک روایت کو لے لیجئے۔ کہ آدمی اہل جنت کا عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب پہنچتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ مگر نوشتہ تقدیر



سامنے آجاتا ہے۔ اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور ایسے ہی برعکس ظاہر ہے کہ یہ جنت و نار کی انجام کار تبدیلی احوال کی تبدیلی ہی پر دار ہے۔ اندر میں موت اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دور میں ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی تو جنتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا تھا۔ بلکہ اس کے احوال و اعمال کو کہا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدل کر جہنمی ہو جائیں گے جب ہی پہلا حکم بدل جائے گا۔ اور یہ شخص بھی جہنمی کہلانے لگے گا۔ ٹھیک اسی طرح جہاد قسطنطنیہ والی حدیث بشارۃ مغفرت کے عموم میں یزید بھی شامل تھا جس کے معنی یہ تھے۔ کہ اس کے اس وقت کے احوال و اعمال مقبول یا مخفور تھے۔ جب وہ بدلے تو طبعاً وہ بشارت بھی اس کے حق میں باقی نہ رہی۔ اب اگر بدلے ہوئے حالات میں بھی کوئی پہلے ہی حکم کی رٹ لگائے جائے۔ تو یہ شریعت کے اصول و قوانین کا معارضہ ہے۔ پس جب یزید کا اچھا حال تھا۔ بشارت قائم تھی۔ جب بدل گیا۔ تو بشارت بھی اٹھ گئی۔ جہاد قسطنطنیہ کے وقت کے احوال و جذبات اور تھے۔ تو بشارت مغفرت دے دی گئی۔ اور بعد کے حالات اور تھے۔ تو وہ بشارت باقی نہ رہی۔ جس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ وہ تبشیر مغفرت پہلے ہی سے ان احوال کے ساتھ مشروط تھی۔ جو قضا معلق کی شان ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ واقعات سے اقرب اس حدیث کی تشریح یہ ہے۔ کہ جہاد قسطنطنیہ سے یزید کی سابقہ سیأت کی مغفرت کر دی گئی۔ تو وہ مخفور لہم میں حقیقتاً داخل ہو گیا۔ لیکن بعد کی سیأت کی مغفرت کا اس میں کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے اس کے فسق کا

حکم دوسرا ہوگا۔ اس صورت میں مخفور لہم کو ایسا ابدی حکم سمجھنا کہ یزید کے مرتے دم تک کے تمام فسق و فجور کی مغفرت ہو گئی۔ یا وہ ہمیشہ کے لئے سیآت سے محفوظ اور معصوم بنا دیا گیا محض ذہنی افتراء ہے۔ حدیث کا مدلول نہیں۔ (شہید کربلا اور یزید غصہ ۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۵ مخففہ قاری محمد طیب صاحب)

مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

ناظرین حضرات میں نے یہ چند حوالے موجودہ دور کے جید علماء کے قلم سے لکھے ہوئے اس لئے نقل کئے ہیں کہ چونکہ موجودہ دور کے یزیدی ملاؤں نے بھی اسی دور میں یزید پلید کو اسی حدیث شریف سے قطعاً جنتی ثابت کرنے کے لئے بہت شور مچا رکھا ہے۔ اور اٹری چوٹی کا نذر لگا رکھا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یزید پلید نے بعد میں کیسے کیسے فلم و تم کئے ہیں۔ جن کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ان کی کوئی کیفیت بھی بتلائی جاسکتی۔ جس کا تصور اس حال اسی کتاب میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

حاجی بندہ سی حضرات کے اکابر میں سے مفتی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بیان میں نے اس لئے نقل کیا ہے۔ کہ یزید خارجی گروہ کی ترجمانی دیوبندی واپائی مکتب فکر ہی کر رہا ہے۔ شاید اپنے مفتی کا یہ بیان پڑھ کر ہی یہ لوگ یزیدی خارجی گروہ کی حمایت سے باز آجائیں اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ نہ کریں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔



# عقرب تیار بر منکر وسیلہ ابرار

”قرآن مجید و حدیث شریف“ کی روشنی میں !

## وسیلہ کاشفوت

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی  
(رحمۃ اللہ علیہ)



## نجدی وہابی کے پمفلٹ کا دندان شکن جواب

نجدی وہابی حضرات نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ قرآن و حدیث میں بہت سی دعائوں کا ذکر ہے اور براہ راست ہے کسی واسطہ و وسیلہ کے بغیر انبیاء نے کسی ہستی کا واسطہ دیا نہ ان کے اصحاب نے۔ پھر بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) طفیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صدقہ محمد بھرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) با بحق فلاں، طفیل فلاں، فلاں کے اور کیونکر جائز ہوگا جو کام اللہ کے نبیوں نے نہیں کیا۔ ان کے اصحاب نے نہیں کیا۔ اس میں خیر تو کیا ہوگا۔ اٹھا گناہ ہے۔ بلکہ اگر کسی کی وفات کے بعد اسے دعا میں سفارش بنا کر پکارا جائے۔ جیسا کہ آج لوگ قرون میں مدفون حضرات کو پکارتے ہیں۔ مثلاً یاد آتا یا پیر و شکر یا غوث یا بلا فرید یا عبد القادر جیلانی یا امام بڑی یا سلطان بابو۔ یا بلھے شاہ یا فلاں یا فلاں حق کہ یا علی اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا رسول اللہ ہماری مدد فرمائیں اللہ ہماری سنا نہیں۔ آپ کی رو نہیں کرتا۔ آپ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ تو یہ گناہ شرک کے زمرہ میں اگر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب کا سبب ہوگا۔ یہی تو کفار مکہ کا عقیدہ تھا۔ جس کو اللہ نے قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے ترجمہ:- یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ (سورۃ یونس آیت ۱۸)

**ناظرین کرام:** یہ کوئی محمد الیوب صاحب توحیدی ہیں جو حافظ آباد روڈ گورنمنٹ کالج میں کسی مسجد کے خطیب ہیں۔ جو ہر قسم کے واسطے اور وسیلے کے منکر ہیں۔ حالانکہ توحیدی صاحب اپنی پیدائش سے لیکر اب تک اوداب سے لیکر اپنی موت تک بلکہ اپنی موت کے بعد بھی واسطے اور وسیلے کے محتاج ہیں۔ کیونکہ آپ ماں باپ اور دائی کے وسیلے سے پیدا ہوئے۔ اور ماں باپ کے وسیلے سے پرورش پائی۔ استادوں کے وسیلے سے تعلیم حاصل کی۔ اور مولوی صاحب بنے۔ اور بہت سے شاگردوں کو قرآن پاک پڑھا کر خود ان کا وسیلہ بنے۔ اور نہ جانے کب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلى آله وصحبه يا حبيب الله







اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے خلاف ہی ان کا قلم چلتا ہے۔ اور بتوں کی ابتدا کو مسلمان حضرات پر چسپاں کر دیتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگانا لوگوں کا کام ہے۔ حالانکہ خود بھی یہ لوگ غیر اللہ کی مدد کے قائل ہیں۔ دیکھو توحیدی صاحب نے خود بھی غیر اللہ کو اجرت دے کر پمفلٹ کی کتابت کروائی۔ خدا تعالیٰ سے براہ راست دعا نہ کی کہ یا اللہ لکھا ہوا بھیج دے پھر اس کے بعد پارس والوں کے پاس گئے اور فرمایا اس کو چھاپ دیں میں تمہیں اجرت دیتا ہوں۔ خدا سے براہ راست دعا نہ کی کہ یا اللہ تو یہ پمفلٹ چھپا ہوا بھیج دے۔ پھر اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس کو تقسیم کرو۔ غرضیکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے اور مسلمانوں پر بتوں کی آیتیں چسپاں کرنے والے خود بھی شرک و بدعت کی مرض میں گرفتار ہیں اور کب تک گرفتار رہیں گے؟ یہ نہیں سوچتے کہ یہ عالم اسباب ہے۔ دیکھو جناب علی علیہ السلام جب آسمان سے دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائیں گے۔ تو مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر امام صاحب کو فرمائیں گے کہ میری منگاؤ۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ فرمائیں گے کہ آسمان سے آگئے ہو تو اسی طرح نیچے بھی آجاؤ۔ علی علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں یہ عالم اسباب ہے۔ چنانچہ سیرٹھی لائی جائے گی تو حضرت علی علیہ السلام ٹھہر کے راستے سے نیچے تشریف لائیں گے۔ یہاں اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ یہ جہان عالم اسباب ہے۔ یہاں ہر کام اسباب کے ذریعہ طے پاتا ہے۔ توحیدی صاحب نے صفحہ ۳ پر سورۃ اعراف سے ایک آیت کریمہ کا چھوٹا سا ٹکڑا لکھ دیا ہے۔ اور زبردست یہ خیانت کی ہے کہ پوری آیت نہیں لکھی۔ حالانکہ اگر پوری آیت لکھتے تو روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا کہ یہ آیت بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ صرف اس قدر لکھ دیا ہے۔ ترجمہ، "جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں۔" اب میں پوری آیت کریمہ کا ترجمہ نقل کر کے ثابت کروں گا کہ یہ آیت بتوں کے حق میں نازل ہوئی تھی جس کو توحیدی صاحب نے مسلمانوں پر چسپاں

کر دیا ہے۔ ترجمہ: "بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تمہاری طرح بندے ہیں یعنی اللہ کے مملوک و مخلوق بندے تو انہیں پکارو۔ پھر وہ تمہیں جواب دیں۔ اگر تم سچے ہو۔" پھر ساتھ والی آیت میں فرمایا "کیا ان کے پاؤں ہیں۔ جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں وہ سنیں۔" اس آیت کا شان نزول ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بت پرستی کی مذمت کی تو بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا۔ تو مشرکین نے دھمکا یا اور کہا کہ تم تو کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ بت انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو اور میری نعمان رسانی میں ان سے مدد لو۔ اور تم بھی جو کمزور فریب کر سکتے ہو میرے مقابلہ میں کرو۔ اور اس میں دیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ پروا نہیں اور تم سب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ آیت سورۃ اعراف کی ۱۹۸ اور ۱۹۹ کا بیان ہے جو ترجمہ اور معنی شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ اب یہاں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بخدی و باہی لوگ بتوں کی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے کے عادی ہیں۔ کیونکہ خداوندیکہ بتوں کے پاؤں اور ہاتھ انہیں کان وغیرہ کا بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیتیں سب بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جو توحیدی صاحب نے مسلمانوں پر لگا کر

اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسی طرح آپ نے حدیث پاک کا بھی انکار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قحط کے وقت بارش کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی چھت کو کھولنے والی روایت صحیح نہیں کیونکہ اسکا راوی سعید بن زید اور امام کا شکار تھا۔ نیز اسکا ایک راوی بن الفضل آخری عمر میں حدیث میں اختلاط (گڈگڈ) کرنے لگا تھا۔ یہ حدیث ثریٰ بن تہانہ کا مشکوٰۃ باب الکلمات میں موجود ہے جس کا انکار پرلے درجے کی جہالت ہے۔ ابوا محرز سے روایت



جو مشہور تابعی ہیں۔ ان کا نام اوس بن عبداللہ انزی ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط  
پڑ گیا۔ تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ یعنی دعا فرمائیں اور کچھ  
تبدیل تیار دیں۔ پس فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ کہ دیکھو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف  
غور کرو۔ حضرت کی قبر سے ایک طاق بنا دو طرف آسمان کے یہاں تک کہ نہ ہو درمیان  
قبر کے اور درمیان آسمان کے چھت۔ پس کیا لوگوں نے جو کچھ فرمایا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا  
نے نہیں برس گئے مینہ یہاں تک کہ پیدا ہوئی گھاس اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ  
پھول گیش کوکھیں انکی چرنے سے کثرت چربی سے پس نام رکھا گیا۔ اس سال کسال فتق  
(یعنی زانی کا) نقل کی داری نے مشکوٰۃ شریف۔

**توحیدی کا سفید جھوٹ** لکھتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کے متعلق  
مشہور ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کی تھی یہ روایت جھوٹی ہے (معاذ اللہ) میں  
کہتا ہوں کہ یہ توحیدی مولوی کا سفید جھوٹ ہے۔ یہ حدیث شریف دیوبندی حضرات کے  
حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن  
خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم  
(علیہ السلام) سے خطا کا ارتکاب ہو گیا۔ تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ نے عرض کیا کہ اے پروردگار  
میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے۔  
سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ  
میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا۔ اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ  
نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور اپنی شرف دی ہوئی روح میرے اندر چھوٹی تو میں نے  
سر جو اٹھایا۔ تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سو  
میں نے معلوم کر لیا۔ کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا۔  
جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم تم سچے  
ہو۔ واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب تم نے ان کے

واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے۔ تو میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور اگر محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (نشر الطیب ص ۲۵ و ۲۶) یہ روایت شاہد  
سعید محدث دہلوی نے اپنی کتاب "سعید البیان" میں بھی نقل کی ہے۔ جو اس طرح ہے۔ جبکہ آدم  
(علیہ السلام) بہشت سے نکالے گئے۔ دعا کی یاں مضمون۔

یا رب گناہ بخش، پیغمبر کے واسطے

کہ رحم مجھ پر اس شہ کوثر کے واسطے

جناب الہی سے ارشاد ہوا کہ اے آدم... تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع کیا واسطے  
ایک گناہ لینے کے۔ اگر برائے گناہان اہل آسمان و زمین کے حبیب میرے کو شفیع لانا۔  
میں عفو کرتا۔ (سعید البیان ص ۹۵)

دراصل مولوی توحیدی صاحب علم دین نے بے خبر ہیں۔ جو ایسے پمفلٹ شائع کر کے  
مخلوق پہلی کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔

## مولوی توحیدی کی جہالت کا زبردست ثبوت

لکھتے ہیں۔ ہاں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا اصحاب کے لئے وسیلہ ضرورتی۔  
اصحاب آپ سے بخشش کے لئے یا دیگر مشکلات میں دعا کی درخواست کرتے تھے تو آپ ان  
کے لئے اللہ سے دعا کرتے تو اللہ ان کی مشکلات کو دور فرمادیتے۔ دیتے لفظ غلط  
ہے۔ بلکہ دیتا چاہیے تھا۔ (محمد اسماعیل) یہ آپ کی زندگی میں تھا۔ آپ کی وفات  
کے بعد صحابہ کبھی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر دعا کروانے نہیں گئے۔ وہ جانتے  
تھے کہ فوت ہونے کے بعد انسان کا اس دنیا سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور کسی کو اس جہان  
کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ یہ بھی آپ کی ذلیل جہالت ہے۔ جو بات شرک ہوگی۔ اس کے حکم میں  
زندہ اور مردہ انسان و جن و ملک و غیرہم تمام مخلوق الہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی بھی ہو۔  
خدا کا شریک نہیں ہو سکتا۔ طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات کے لئے نہیں  
نہ ہوگا۔ بلکہ یقیناً حیات سے دعا کرانی بھی حرام ہوگی۔ اور یہی آپ کی جہالت کا بین ثبوت



ہے پھر کس بل بوتے پر آپ توحیدی کہلاتے ہیں؟  
پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق اپنے قلم سے لکھتے ہو کہ کسی کو اس جہان کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کیا ان حدیثوں کا آب انکار کرتے ہیں؟ جن میں ارشاد ہوا کہ سب انبیاء علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) میرا یہ کہنا ہے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ اس نے وہ کہتا حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ (سورۃ یوسف پ ۱۳) یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض کے ذریعہ دور فرمایا اور ان کی مشککشتائی کی۔ قمیض سے شفا دینا مافوق الاسباب مدد ہے۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں۔ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ (سورۃ آل عمران پ ۳) اندھا کوڑھی ہونا بلا ہے۔ جسے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے تھے لہذا اللہ کے پیارے دافع البلاء ہوتے ہیں۔ یعنی مافوق الاسباب مشککشتائی فرماتے ہیں۔ (۳) جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قصد ہوں۔ آیا ہوں تاکہ تمہیں متھرا بیٹا دوں (سورۃ آل عمران پ ۳) معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل اللہ کے حکم سے بیٹا بخشے ہیں۔ اور بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

(۴) اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (سورۃ النساء پ ۵)

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جاوے۔ وہ حضور کے شفاخانہ

میں پہنچے وہاں شفا ملے گی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دافع البلاء ہیں۔ اور مافوق الاسباب گناہ بخشوا دیتے ہیں۔ شفاعت کیلئے مدینہ پاک میں حاضری ضروری نہیں۔ اسی لئے فی المدینہ نہیں فرمایا گیا۔ جہاں بھی ہو قلب سے اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ کیونکہ ہر دل ان کی جلوہ گاہ ناز ہے۔

سنا ہے رہتے ہیں آقا فقط مدینہ میں غلط ہے کہتے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں اور یہ حکم حاضری قیامت تک حجروں گنہگاروں کے لئے ہے۔ فقط زندگی کے زمانہ سے خاص نہیں کیونکہ ادغام ہے۔

• ایک شخص حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور یہی آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ ہم نے یہ حکم سنا۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے ماور اللہ سے بخشش چاہئے۔ آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میرے گناہ کی بخشش میرے رب سے کروائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی ہے (شان حبیب الرحمن معترفہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶) اس واقعہ اور اس آیت سے چند مسائل بھی ثابت ہوئے۔

• خدا کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ • بزرگوں کی قبر پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے اور جاؤ ان میں داخل ہے۔ • بعد وفات کے مقبول بندوں کو یا ان کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ • اللہ کے مقبول بندے مدد فرماتے ہیں۔ اور ان کی دعا سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں۔ جن کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے۔



## اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بعد وفات بھی دفناتے ہیں

مشکوٰۃ شریف باب فی المعراج میں لکھا ہے کہ معراج شریف کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ۵۰ نمازیں اللہ تعالیٰ فرض کیں۔ واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا حبیب اللہ یہ نمازیں تو بہت ہیں کم کرائی جائیں۔ اب بارگاہ رب العزت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین مکرار کی بار بار حاضری ہوتی رہی اور پانچ پانچ کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اس میں شامل ہے۔ کیونکہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ہی بار بار مشورہ دے کر پچاس نمازوں سے پانچ کرواتے ہیں اور محبوب پاک کا بارگاہ خداوندی میں بار بار جانا اور پچاس نمازوں کی بجائے صرف پانچ کروانا بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے زبردست امداد میں شامل ہے۔ اگر نجدی دہائی لوگ موسیٰ علیہ السلام کی اس امداد کے منکر ہیں۔ جو کئی سو سال پہلے وصال فرما چکے تھے۔ تو ان کو پچاس نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ جب ایک پڑھو تو دوسری تیری کیلئے تیار ہو جاؤ۔ غرضیکہ کوئی اور کام کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ مستورات کو روٹی ہانڈی بکانے کا وقت ہی نہ ملے۔ سب کے سب بھوکے مرو۔ اور جہنم کا راستہ اختیار کرو۔ کیونکہ بزرگوں کی امداد کا انکار قرآن و حدیث شریف کا انکار ہے۔

## جنگ ۹۶۵ء میں بزرگوں کی امداد کا ثبوت بعد وفات شریف

لاہور کے حکیم نیرواسطی کا بیان :- ”جب پاکستان پر حملہ ہوا تو مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک سے حی علی الجہاد حی علی الجہاد حی علی الجہاد کی آواز کی صدا بلند ہوتے لگے (۱) مدینہ میں دیر سے لاہور کے ایک نہایت محترم خاتون مقیم ہیں۔ جو بڑی عابدہ اور زاہدہ ہیں۔ اور جن کی زندگی کے بیشتر لمحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں کے سائے میں گزرتے ہیں۔ فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۲ ستمبر کی رات کو نہایت اداس دیکھا گیا۔

(۳) ایک صاحب نے جرجا نام غلام دستگیر ہے۔ دیکھا کہ مسجد نبوی موحیہ شریف کا دروازہ کھلا۔ پانچ خوبصورت جوان اللہ سے نکلے جن کے سروں پر سفید پرندے دکھائی دیئے وہ باب السلام کی طرف بڑھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہونے لگے چلتے وقت ان سے پوچھا۔ تو فرمانے لگے کہ ہم پاکستان جا رہے ہیں۔

(۴) مدینہ سے ایک شام جب احرام باندھ کر مکہ معظمہ جانے لگا۔ تو راستہ میں بدر کا میدان اور مغرب کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ ایک بدو امامت کر رہا تھا۔ نماز پڑھ کر وہ پوچھنے لگا کہ تم پاکستان سے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ ارے ابھی تمہیں فتح نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ ابھی پوری فتح نہیں ہوئی۔ اس پر وہ جھٹک کر بولا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ بدر کے سپاہی یہاں سے اٹھ کر تمہاری مدد کیلئے پاکستان جائیں اور تمہیں فتح نہ ہو۔ (قومی دلیر گو مر الوالہ ۸۷)

## مدینہ شریف سے ایک خط :-

محمد انعام دیوبندی نے مدینہ منورہ سے کراچی میں نور محمد صاحب کو خط لکھا۔ کہ جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے۔ اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ایک بہت خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب السلام شریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کئے لے اور ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی کہیں تیز روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے موحیہ شریف سے ہی پانچ حضرات اور اس راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔ اور بھی بہت سے خواب اس اثر میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے



ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے۔ اور بغیض جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح اور عزت عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ امرت لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ اگوست ۲ جلدی اور خری) (۶) ایک نہایت معتبر شخص نے بیان کیا کہ ۵ ستمبر کو ایک شخص ایٹ آباد میں گھاس کاٹ رہا تھا کہ اس نے دونوں جوانوں کو گھوڑوں پر سوار بڑی تیزی سے گزرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد جب گھاس کاٹ چکا تھا۔ اس نے ایک معمر ہستی کو گھوڑے پر تیزی سے گزرتے دیکھا۔ اس نے ان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اور گھوڑے کی راس پکڑ لی۔ اور پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ میں علی ہوں۔ سیالکوٹ پرنسپلستان حملہ کرنے والا ہے اور میں وہاں جا رہا ہوں۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ سے پہلے جو دو جوان گئے تھے۔ وہ کون تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہ حسن اور حسین تھے۔ گھاس نے جس کسی سے بھی یہ واقعہ بیان کیا۔ اس نے اس کا مذاق اڑایا اور بالآخر ۷ ستمبر کو سیالکوٹ پر ہمارے عیار اور نابکار دشمن نے حملہ کر دیا۔ دونوں جوان کا بیان ہے کہ انہیں بزرگوں پر اعتماد نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے سیالکوٹ کے محاذ پر ایک بزرگ کو گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے دیکھا اور ان کے صلے پر لکھا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قسم کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔ (روزنامہ جنگ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ مذکورہ)

**تقسیم اسلحہ**۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجاہدین میں اسلحہ تقسیم کر رہے ہیں۔

(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۰ نومبر ۶۵ء بحوالہ قیرواسطی)

## جنگی قیدیوں کا اعتراف

راولپنڈی ۱۰ اکتوبر نمائندہ جنگ :-

پاکستانی افواج نے یا رسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی فوج کو بری طرح شکست دی۔ اس معرکہ میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ ۱۲ سو میل لمبے محاذ پر بزرگوں والے مجاہد۔ سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جڑی دیکھے گئے۔ چوندہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے۔ مجاہدین کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سرگودھا کے ہوائی اڈا پر ایک بزرگ اپنی جموں میں ہم لیتے ہوئے دیکھے گئے۔ لاہور۔ غفروال۔ چوندہ اور سیالکوٹ میں اکثر خاندانوں کو شاہد دی گئی۔ اور بعض مقامات پر یا رسول اللہ یا علی مدد کے نعرے سننے گئے۔ سیالکوٹ شہر میں گولاباری سے بیشتر ایک بزرگ شہر کو خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔ اور با آواز بلند کلام پاک پڑھتے رہے۔ مختلف محاذوں سے ان مجاہدوں اور ایمان افروز معجزات کی اطلاعات ملتی رہیں۔ ان معجزات اور میراثوں واقعات کا اعتراف مسلمان نوجوانوں۔ مجاہدین، شہریوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ مذکورہ)

وہابی نجدی لوگ نعرہ یا رسول اللہ نعرہ یا علی کے منکر ہیں۔ مگر یہ تو تاریخی واقعات ہیں۔ جو میرے پاس موجود ہیں۔ ان کو جھوٹ ثابت کرنا محال ہے۔

جہاں پاکستان میں محبوبان خدا کی روحانی و عینی امداد کے متعلق شورش کشمیری

کے رسالہ چٹان کا ایک مقالہ

”سنئے تھے معجزوں کے زمانے گذر گئے“ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس جنگ میں تائید

ایزدی سرکار دو عالم کی پشت پناہی اور بزرگان دین کی دعائیں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید پاکستان



کو فتح مبین کی بجائے ناقابل رشک حالات سے دوچار ہونا پڑتا۔ اکثر شیعہ ایسی باتیں مشاہدے میں آئی ہیں۔ جن کو بظاہر یقین نہیں آتا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ باور کیجئے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی ایک دفعہ پھر پاکستان کے مسلمانوں کی حفاظت اور عظمت و سطوت کے لئے ناقابل تسخیر قلعہ بن گیا اور یہ جنگ بھی اسلام کی روحانی قوت کا کرشمہ ثابت ہوئی۔ ان بے شمار مافوق الفطرت واقعات میں نہ تو مبالغہ آرائی کو کوئی دخل ہے اور نہ ہی زریب دہستان کے لئے یہ قلم کا کام لگتا ہے۔

**پراسرار بزرگ :-** ایک محاذ پر توپوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ بیسویں صدی کے بھارتی بھیڑیے گولا باری کر رہے تھے۔ پاکستانی مجاہد جوانی کا ردائی میں معروف تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ سادہ دیہاتی لباس میں عین مورچہ پر تشریف لے آئے اور توپچی کو گولا پھینکنے کے لئے نشانہ بنی کرنے لگے۔ آپ انگشت شہادت سے اشارہ کرتے کہ اس طرف گولا پھینکا جائے۔ چنانچہ ان کے کہنے کے مطابق توپ کا زلیہ بدل دیا جاتا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ گولا ٹھیک ٹھیک نشانہ پر لگتا۔ جس کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں زخموں کی پھیل جاتی بلکہ اس کے بھارتی ٹینک اور توپیں بھی ہر بار نکلارہ ہو جاتیں۔ اور آخر کار بھارتی ٹینک پسپائی پر مجبور ہو جاتے۔ ایک دن میجر کو خیال آیا یہ درویش کون ہیں۔ جو روزانہ محاذ پر رہائشی کرتے ہیں۔ دوسرے دن صبح بزرگ موصوف کو نصیحتیں بھائی گیا۔ اردو آفسر کا اشارہ پاتے ہی ایستادہ ہو گیا۔ سفید ریش بزرگ نے استفسار کیا گیا۔ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ درویش بزرگ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور بیٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے پانی طلب کیا۔ اردمی پانی لینے گیا۔ تو میجر کرسی پر بیٹھنے کیلئے بڑھا۔ جو وہی توجہ دوسری طرف مبذول ہوئی۔ تو میجر نے دیکھا کہ وہ کرسی خالی پڑی ہے۔ جس پر بزرگ تشریف فرما تھے۔ میجر اور تمام لوگ حیران تھے کہ یہ کیا کرشمہ ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی وہ بزرگ پھر اس محاذ پر نظر نہ آئے۔

(حوالہ مذکورہ)

**شیخ خدا :-** حکیم نیرا سلی لاہور جنگ کے دنوں وطن عزیز سے باہر تھے۔ ان کا بیان ہے کہ عموماً کرنے کے بعد جب زیارت بروقت اظہر کیلئے مینہ منورہ پہنچا۔ تو وہاں کے مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی نے دوران ملاقات فرمایا کہ ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نجف شریف سے کیسے تشریف لے آئے۔ تو فرمایا۔ پاکستان پر کفار حملہ آور ہیں۔ اس لئے وہاں جہاد میں شرکت کے لئے جا رہا ہوں۔

**میاں شیر محمد صاحب :-** ایک عزیز دوست شرقپور سے روایت کرتے ہیں کہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ کا لباس گروڈاؤڈ اور ہاتھ قدرے میلے تھے۔ میں نے پوچھا۔ حضرت اس وقت کونسی کی مصروفیت ہے۔ تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ محاذ پر جہاد جاری ہے۔ اور مجاہدین کی اعانت فرم رہے ہیں۔

**حضرت داتا گنج بخش صاحب :-** ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں۔ اور ہر سہفتہ داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے ہیں۔ وہ ایک دن حسب معمول مزار پر حاضر ہوئے تو کوشش بسیار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔ اس پس و پیش کے عالم میں انہوں نے تین دن تک یہیں قیام کیا۔ آخری رات چند لمحات کے لئے زیارت ہوئی۔ تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محاذ پر مصروف تھا مگر دعاؤں میں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق تمام بزرگان دین پاکستان کی مرحوموں پر متعین کئے گئے ہیں۔ اور پاکستان کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

**سبز پوش بزرگ :-** لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب نے ممبر پول پر کھڑے ہو کر حلفیہ بیان کیا کہ بھارتی فوجیوں اور ہوا بازوں کو جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے گرفتار کیا۔ تو وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ پاکستان کے وہ سبز پوش مجاہد کہاں ہیں۔ کہ ہم صفت حملہ کرتے تھے۔ لیکن وہ سبز پوش



بڑے اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکام بنا دیتے تھے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے اور انتہائی کہ بھارتی ہوا باز پاکستان کے ایک معروف شہر پر تقریباً اڑھائی سو بم گراتے ہیں۔ لیکن اللہ کے فضل سے اس شہر کے ہوائی اڈے کا مال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ نہیں۔ تو اور کیا ہے؟ الغرض ایسے لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑی گئی ہے۔ اور خالق کون و مکال کے محبوب پیغمبر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پامیاں فیض و برکت سے فتح پذیر ہوئی ہے۔ بلاشبہ ایسے فرقہ وادان و مادیات واقعات ہوئے ہیں جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں اور ان کی صداقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (ہفت روزہ چاند پور ۲۹ نومبر ۱۹۷۱ء) ناظرین کرام۔ ایڈیٹر چٹان شورش کاشمیری کٹر و ماہی اہل سنت کا دشمن ہے لیکن پھر بھی غیب اللہ کی لہر کا قائل ہے۔ کیونکہ حقیقت کو چھپایا نہیں جاسکتا۔

۱۔ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصول سے خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

**قبر شریف سے فیض :-** اور سینے :- ایک دن آپ (سید احمد صاحب) حضرت خلیفہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاک قندھار کی مرقد متود کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی۔ کہ اس توجہ کے سبب سے ابتدا حصول نسبت حشمتیہ کا ثابت ہو گیا۔ (صراطِ مستقیم ص ۳۳) مصنفہ مولوی اسماعیل مولوی وہابی حضرت کے بڑے مولوی۔

**ثابت ہوا :-** کہ بزرگوں کی قبروں پر فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے فیض ملتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بڑے عالم مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد بریلوی حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر حاضر ہو کر فیض لے رہے ہیں۔

**جناب توحیدی صاحب :-** ذرا ہوش و حواس کو درست فرما کر بخاری شریف کا مطالعہ فرمائیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی مخلوق شفاعت کے لئے بڑی بڑی شان والے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس پریشان ہو کر حاضر ہوگی۔ اول آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کے لئے عرض کرے گی۔ لیکن آدم علیہ السلام نفی نفی سے پکاریں گے اور فرمائیں گے "اذھبو الیٰ غیبی"۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام فرمائیں گے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ نفی نفی تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر ساری مخلوق الہی جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوگی۔ اور شفاعت کے لئے عرض کرے گی۔ جن میں توحیدی صاحب بھی ہوں گے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔ اس کے بعد شفاعت عام ہو جائے گی۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام و شہداء کرام وغیرہ سب بارگاہ الہی میں شفاعت کریں گے۔ قیامت کے روز ایسے مصیبت کے وقت کوئی نبی و رسول یہ نہیں فرمائے گا کہ خدا کو پکارو۔ ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ جب خدا تعالیٰ براہ راست سنتا ہے۔ بلکہ ہر رسول یہی فرمائے گا۔ کہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر مدد مانگنا شرک ہوتا۔ تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کیوں مخلوق الہی کو عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کی تعلیم دیں گے۔

**بتائیے :-** اگر آپ کے عقیدہ میں شرک ہے تو کیا معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے روز لوگوں کو شرک کی تعلیم دیں گے؟ استغفر اللہ۔





# قہر رحمان (بر) منکر قرآن

سچی باپری برکت خان کی باطل عقائد کی کتاب "قیامت اور زندگی"  
کارڈ اور ضروری  
مسائل کا مدلل و مثبت جواب

قرآن شریف اور اناجیل شریف کی روشنی میں

از قلم

(مولانا) محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ



## فہرست مضامین

| صفحہ | مضامین  | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۰۷  | مسیح علیہ السلام نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا                                   | ۱         |
| ۴۱۰  | مسیح مصلوب نہیں ہوئے۔   | ۲         |
| ۴۱۳  | اناجیل کا رد و بدل کا ثبوت  | ۳         |
| ۴۱۴  | مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے حضرت محمد مصطفیٰ کی تشریف آوری کی خوشخبری | ۴         |
| ۴۱۵  | انجیل سے شانِ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)                         | ۵         |
| ۴۱۸  | عقیدہ ختمِ نبوت   | ۶         |
| ۴۲۳  | کتاب کا مقابلہ اناجیل سے  | ۷         |
| ۴۲۸  | مسیحی پادریوں سے سوالات   | ۸         |
| ۴۳۷  | تمام مسیحی پادریوں کو چیلنج   | ۹         |
| ۴۴۲  | یہودیوں کی مسیح سے دشمنی  | ۱۰        |
| ۴۴۵  | پادری صاحب کی جہالت کا ثبوت   | ۱۱        |
| ۴۴۹  | علماء حق کا مذاق  | ۱۲        |
| ۴۵۱  | مسیح علیہ السلام کا دنیا میں آنا اور واپس آسمان پر جانا                     | ۱۳        |
| ۴۵۹  | امریکی صدر ریش کی جارحیت  | ۱۴        |
| ۴۵۶  | مسیح علیہ السلام شریعت محمدی کے تابع  | ۱۵        |
| ۴۵۸  | یہود اور نصاریٰ ایک ہیں۔  | ۱۶        |
| ۴۶۰  | غضبِ الہی بر گردن یہودی اور عیسائی  | ۱۷        |



ناظرین کرام! شاید آپ کو یاد ہوگا کہ عیسائی پادری ولیم مسیح سیالکوٹی نے ۱۹۸۵ء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ مسلمانوں جو اب دو اور ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو۔ میں نے پادری ولیم مسیح کے چیلنج کا جواب ایک پمفلٹ کے ذریعہ دیا۔ اور پادری ولیم مسیح کو دعوتِ اسلام دی۔ اور پمفلٹ سیالکوٹی میں تقسیم کیا گیا۔ اور پمفلٹ میں قرآن مجید و انجیل تریف سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے ہیں پادری ولیم مسیح آج تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔ عرصہ پانچ سال کے بعد میرے پاس ایک کتاب پادری برکت اے خان صاحب کی لکھی ہوئی بھیجی گئی۔ جس کے ساتھ دو عدد پمفلٹ بھی تھے۔ اب میں نہیں جانتا کہ سیالکوٹی کے چند پادریوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ کتاب (قیامت اور زندگی) مجھے ارسال کی ہو۔ لہذا مجھ پر بھی یہ واجب ہو گیا کہ میں اس کتاب کا قرآن مجید اور اناجیل شریف کی روشنی میں مدلل اور مسکت جواب لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں۔ تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جائے۔

محمد اسماعیل نقشبندی

۱۹۹۰ء



پادری برکت اے خان سیالکوٹی کی کتاب "قیامت اور زندگی کا رد" اور ضروری مسائل کا جواب

## قرآن و انجیل شریف کی روشنی میں

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ قیامت کے روز وہ جسم جو قرون سے جی ٹھیکے فحشاء مادی اور خاکی بدن کی طرح کھانے پینے بھوک پیاس گرمی سردی اور ضروریات زندگی اور غلبہ نفس سے بالکل پاک ہونگے اور جسم تذکیر و تانیث یعنی مرد اور عورت کے امتیاز سے پاک ہوں گے اور فرشتوں کی مانند ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب کا یہ عقیدہ باطل ہے۔ بدن بھی ہوگا۔ جس سے انسان نیک و بد کام کرتا ہے۔ جزا و سزا اسی بدن کو ہونی چاہیے۔ ورنہ قیامت کے روز عدل کیسے ہوگا؟

انجیل سے حوالہ پیش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ یہ یقینی ہے کہ اللہ نہیں کھانا فرشتے نہیں کھاتے اور نفس نہیں کھانا اور جس نہیں کھاتی۔ بلکہ بدن ہی کھاتا ہے جو یہ ہمارا جسم ہے پس جنت کی بزرگی یہی جسم کا غذا کھانا ہے۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱۷ ص ۱۷۷)

## مسیح علیہ السلام نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا۔

مسیح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی والدہ کی گود میں یہ بات کہہ کر فیصلہ فرما دیا تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھ کو نبی بنایا۔ اور مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ یہ صفات سب بندے کی ہیں۔ خدا ان صفات سے پاک ہے اور سب کچھ یہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ جیسا کہ پہلے پمفلٹ میں لکھا ہے۔

تب اللہ نے (ابراہیم علیہ السلام) سے کہا۔ میں اللہ کی کتاب ہوں اور میرے سوا کوئی معبود

پرستش کے قابل نہیں۔ میں ضرب لگاتا اور شفا دیتا ہوں۔ مارتا اور جلاتا ہوں۔ دوزخ میں مارتا اور اس سے نکالتا ہوں۔ اور کوئی بھی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے تئیں میرے ہاتھ سے نجات دلائے۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۳۹ ص ۳۹)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔ ہرگز اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اصلی اور صحیح انجیل برنباس سے ثابت ہے کہ

## مسیح علیہ السلام نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے۔

۱۔ اے رب معبود قدیر عیون تو ابد تک لعنت کر اس شخص پر جو کہ میری انجیل کو خراب کرے وہ انجیل کو تو نے مجھ کو دی ہے۔ جس وقت کہ وہ یہ لکھیں کہ میں تیرا بیٹا ہوں۔ اس لیے کہ میں جو گیلی اور خشک مٹی تیرے خادموں کا خادم ہوں۔ میں کبھی اپنے تئیں ایک تیرے لائق خادم نہیں شمار کیا ہے۔ کیونکہ میں قدرت نہیں رکھتا کہ جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے۔ اس پر تیری مکافات کروں۔ اس لیے کہ سب چیزیں تیری ہی ہیں۔

۲۔ اور مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر شخص ملعون ہو جو میرے اقوال میں اس بات کو درج کرے کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۲۱ ص ۲۵)

۳۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم نے اسرائیل و بڑی گراہی میں پڑ گئے ہو اس لئے کہ تم نے مجھ کو خدا کہا ہے۔ حالانکہ میں انسان ہوں۔ ایک انسانی فنا ہونے والی عورت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور اللہ کے حکم کا نشانہ ہوں بنام دیگر آدمیوں کی مانند کھاتے اور سونے کی تکلیف سہنے والا ہوں۔ اور سردی اور گرمی کی آفت انگیر کرتا ہوں۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۹ ص ۱۸۹)۔ پس مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو خدا کا بیٹا نہ کہنے والے ملعون ہیں۔ اور ان پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔

یہاں ایک اور بات کا جواب دینا ضروری ہے کہ پادری برکت اے خان صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ ۱ پر لکھا ہے کہ خدا کا بیٹا علیم کل اور عالم الغیب ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل میں کیا کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتائے



بغیر ہرگز کچھ نہیں جانتے تھے۔ انجیل شریف سے چند حوالے لکھتا ہوں۔

۱۔ اس دن کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے۔ نہ میٹا۔ مگر باپ۔ یعنی خدا۔

انجیل مرقس ۱۶: ۷ میں مسیح علیہ السلام نے قیامت کے علم سے بے خبری کا اظہار فرمایا۔

۲۔ مسیح علیہ السلام نے بارہ شاگردوں سے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم

نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ گا۔ تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو۔ بارہ

تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے (انجیل متی ۱۹: ۲۸) حواریوں کو

یہ عظیم بشارت سناتے وقت آپ کو اتنا علم بھی نہ تھا کہ ان بارہ میں سے ایک حواری یہودا

اسخریوطی غدار ہو جائے گا۔ جس نے چالیسین مسیح علیہ السلام سے تیس روپے رشوت لے

کر آپ کو گرفتار کروادیا۔ اور یوں وہ مرتد ہو گیا۔

۳۔ مسیح علیہ السلام نے پطرس حواری کو فرمایا کہ میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دل

گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر باندھ گا۔ وہ آسمان پر باندھ گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا

وہ آسمان پر کھولے گا۔ (انجیل متی ۱۶: ۱۹) اس حکیمانہ کے بعد تھوڑی دیر بعد مسیح علیہ السلام نے پطرس

حواری سے فرمایا۔ اس نے پھر پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے

دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں

کا خیال رکھتا ہے۔ (انجیل متی ۱۶: ۲۳) یعنی پہلے تو پطرس کو آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں سپرد

کیں۔ اور تھوڑی دیر بعد پطرس کو شیطان کہہ کر مرتد کر دیا۔

نہ۔ جب صبح کو پھر (یسوع) شہر کو جا رہا تھا اسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا

ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے

کہا۔ کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے۔ اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔ (انجیل متی ۲۱: ۱۸)

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا

کے بیٹے۔ کیونکہ خدا کو بھوک لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کھانے کا محتاج

نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو انجیر کے موسم کا علم بھی نہ تھا ورنہ بھوک لگنے

پر درخت کے قریب جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے بہت سے حوالے انجیل

میں موجود ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام غیب کا علم نہیں جانتے تھے۔ مگر جو کچھ اللہ

تعالیٰ بتا دے۔ چر جائیگے دل کی بات۔

## عیسائی حضرات کا یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہو گئے تھے۔

قرآن شریف میں لکھا ہے۔ ترجمہ: "یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن یہ بات ضرور ہے۔ ان کو شک تھا ضرور ہوا۔ (سورۃ النساء)۔"

۲۔ جو یہودی کہ وفات مسیح کے قاتل ہیں۔ ان کو اپنے قول کا یقین نہیں ہے۔ صرف ایک خیال ہے۔ نہیں بلکہ خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔ (سورۃ النساء)۔

## انجیل نریاس سے ثبوت کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ یہود اسخریوطی مصلوب ہوئے تھا۔

تب یسوع نے یہ بھی کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک تمہیں میں کا عفریب ہی مجھ

کو حوالہ کر دے گا۔ تب میں ایک بکری کے بچے کی طرح بیچ دیا جاؤں گا۔ لیکن خرابی ہے

اس کے لئے کیونکہ عفریب وہ سب پورا ہو گا۔ جو داؤد ہمارے باپ نے اس کی نسبت

کہا ہے۔ تب دو نہی شاگردوں نے ایک دوسرے کی طرف رخ کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نظری

گردہ بنے وفا کون ہو گا۔ تب اس وقت یہود نے کہا۔ اے معلم آیا وہ میں ہیں؟ یسوع

نے جواب میں کہا۔ تحقیق تو نے تو مجھ سے کہہ ہی دیا۔ کہ وہ کون ہے۔ جو کہ مجھ کو دشمن کے

حوالے کر دے گا۔ شیطان یہود کی پشت پر سوار ہوا۔ تب وہ گھر سے نکلا اور کانہوں کے

سردار کے پاس گیا۔ ادا کہا کہ اگر تو مجھے وہ دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ تو میں آج



کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کر دینا۔ جس کو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ اس نے وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔ کاتبوں کے سردار نے جواب دیا۔ تو اس قدر طلب کرتا ہے۔ بیہوش نہ کیا۔ بہانے سونے کے۔ پس اس وقت کاتبوں کے سردار نے فوراً روپے مہیا کر دیئے۔ اور فریسی کو حکم اور ہرودس کے پاس بھیجا تاکہ کچھ سپاہی بلائے۔ تب ان دونوں نے اسے ایک دستہ سپاہ کا دیا۔ تب وہ بھی ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لیے اور سلیم سے لاکھوں پر شعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے۔ اور جبکہ سپاہی یہود کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔ تب انکی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا۔ اور گیارہوں شاگرد سو رہے تھے۔ پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ کو ظہر میں دیکھا۔ اپنے سفیروں۔ جبریل۔ میخائیل اور فائیل اور اوریل کو حکم دیا۔ کہ یسوع کو دینا سے لیو۔ تب پاک فرشتے آئے۔ اور یسوع کو دھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھالے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا۔ جو اب تک اللہ کی تسبیح کرتے رہینگے۔ یہود اذور کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں سے یسوع اٹھالیا گیا تھا۔ اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ تب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہود بولی اوجہرے میں بل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا وہی یسوع ہے۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کیا تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ اس لئے ہم نے تعجب کیا۔ اور جواب میں کہا۔ اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ پس تو اب ہم کو بھول گیا۔ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیا تم حق ہو کہ یہود اسخروٹی کو نہیں پہچانتے۔ اسی آنا میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا۔ سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہود پر ڈال دیئے۔ اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہود کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا۔ تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے۔ پس سپاہیوں نے یہود کو پکڑ لیا۔ اور اسکو اس سے مذاق کرتے باندھ لیا۔ یہود نے جواب میں کہا شاید کہ تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تم تو ہتھیاروں اور چراغوں کو لے کر لیون نامری کو پکڑنے آئے ہو۔ تو کیا تم مجھ کی کو باندھ لو گے جس نے تمہیں راہ

دکھلائی ہے۔ سپاہیوں نے یہود کو اس زور کے ساتھ کوڑے مارے کہ ان سے اس کا بدن خون بن کر بہہ نکلا۔ بہر حال یہود کا مقدمہ بہت طویل ہے۔ میں اس کو جلدی ختم کرتا ہوں۔ کاتبوں اور قریبیوں نے حکم پلاطس کو روپیوں کا ایک انعام دیا اور حاکم نے وہ انعام لے کر یہود کو ان کے حوالہ کر دیا۔ گویا کہ وہ مجرم ہے۔ جو موت کا مستحق ہے۔ تب وہ لوگ اسے جھجھکا پھاڑ پر لے گئے۔ وہاں یہود کو نککا کر کے صلیب پر لٹکایا۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱۶) اور یہود نے کچھ نہیں کیا۔ سوائے اس چیخ کے اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس بے مجرم کو بچ گیا۔ اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہود کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سبب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اسکو یسوع ہی سمجھا اور انہوں نے حاکم سے یہود کی لاش بھی حاصل کی۔ تاکہ اسے دفن کریں اور اس کو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا۔ جسکو کوئی باور نہ کرے گا۔ اور اس کو یوسف کی نئی قبر میں ایک سورتل خوشبوؤں میں بسانے کے بعد دفن کر دیا۔ رہے وہ شاگرد جو اللہ سے نہیں ڈرے۔ تو وہ رات کے وقت گئے اور یہود کی لاش چرا کر اسے چھپا دیا اور خراڑادی کہ یسوع جی اٹھا ہے۔ اور نامہ میں خبر پہنچی کہ یسوع یسوع ان کے شہر کا ایک بزرگ جی اٹھا ہے۔ اس کے بعد کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰ تا ۲۲۵) پس اس انجیل لکھنے والے برنباس نے ان تمام عیسائی پادریوں کا پردہ چاک کر دیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہود کو مصلوب کیا گیا تھا۔ مسیح علیہ السلام تو آسمان پر تشریف لے گئے تھے جس کہتا ہوں کہ تمام عیسائی پادری سنی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا۔ لیکن میری اس بات کو اپنی زندگی میں کوئی بھی پادری ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا مرنے کے بعد قبر میں سب پادری صلیبان مان جائینگے۔ لیکن اس وقت کا ماننا ہرگز ناممکن نہ ہے۔ آج کل کے پادری حضرات اپنے گھر سے بھی بے خبر ہیں۔ جو دوسرے عالموں کو جاہل و غولہ خدا کے باطنی تصور کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا عالم فاضل جانتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں سے



ناواقف ہیں۔ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ انجیل بدل گئی اور انجیل میں مسیح علیہ السلام کی باتیں سچی نہیں۔ یہ معترضین کی اپنی شکست خوردہ ذہنیت کی باتیں ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن میں تو ہیں اس مضمون کی کوئی آیات نہیں ملتیں۔ پادری برکت صاحب کی جہالت کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ انجیل کی تحریف کا ذکر موجود ہے۔ صرف ایک حوالہ لکھتا ہوں۔ تو خرابی ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے۔ کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے۔ ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لیے اس کمائی سے ترجمہ سورۃ البقرہ

### اصلی اور صحیح انجیل بنیاس سے رد و بدل کا ثبوت مسیح علیہ السلام کی زبان سے

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیشک اگر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب سے حق بخود نکالیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کو دوسری کتاب بھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب نہ بجاڑ دی گئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا۔ اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے۔ اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام تمام انسانوں کے لیے کہا ہے اور جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آئیں گے۔ اس لیے آئیں گے کہ ہر چیز کو جسے میری کتاب میں سے بکروں نے خراب کر دیا ہے۔ اسے پاک کرے (فصل نمبر ۱۲) اور سینے قسم ہے اللہ کی جان کی وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں استلوا ہوگی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کی کتاب سمیت جھوٹے فریسیوں اور فقیہوں کی انسانی روایتوں کے ساتھ فائدہ نہ کی جاتی تو اللہ تعالیٰ ہرگز مجھ کو اپنا کلام عطا نہ کرتا (فصل نمبر ۱۸۹)

### پادری برکت اے خان نجات محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کا مذاق اڑایا

لکھتے ہیں۔ سابقہ انبیاء کرام واجب الاخرام ضرور ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو مرتبہ و مقام اہم اختیار ان کو نہیں دیا۔ ان کو اس سے اعلیٰ مرتبہ اور اعلیٰ مقام اور اعلیٰ صفات اہم اختیار کا اہل قرار دینا ان کے احترام و عزت کی بجائے ان کی شان نبوت کی توہین بلکہ ان سے

مذاق ہے۔ مثلاً اگر آپ کسی تحصیل دار کو سلام کرتے وقت کہیں گے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب سلام۔ تو وہ تحصیل دار فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سلام کرنے والے شخص نے میرا مذاق اڑایا ہے کیونکہ میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اپنے دین کے بانی کے بارے میں مبالغہ آمیزی کرتے ہیں کہ ہمارے ہادی نبیوں کے سردار ہیں۔ اور محبوب خدا ہیں و مقصود کائنات ہیں۔ وہ جو تخلیق کائنات ہیں۔ وہ نبیوں کے سرتاج ہیں۔ وہ روز قیامت شفاعت کریں گے۔ سب نبی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مبالغہ کی حد ہو گئی۔ کیونکہ مبالغہ آمیزوں کے پاس ایسی باتوں کی کوئی الہامی حیثیت اور آسمانی دلیل موجود نہیں (قیامت اور زندگی کتاب ص ۱) پادری برکت صاحب یہ مبالغہ آمیزی کی حد نہیں۔ بلکہ آپ کے گستاخ قلم کے گستاخی کی حد ہے۔ اور مبالغہ کی حد یہ ہے کہ آپ نے ابن آدم کو خدا کا بیٹا بنادیا ہے اور پھر خدا کے بیٹے کو صلیب پر چڑھا کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اصل میں مبالغہ کی حد یہ ہے۔ جو سفید جھوٹ ہے۔ جس کا پادری برکت کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہمارے دین اسلام کے بانی جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ایسے ہی ہیں۔ لیکن میں جناب مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہی آپ کی شان بیان کرتا ہوں۔ ہم نے اسلام کے بانی کو خدا نہیں بنایا۔ آپ نے تو مخلوق کو خالق بنادیا۔ پھر ان کو چھانسی پر لٹکا دیا۔ اسے عقلمند پادری ذرا عقل کے ذریعہ سوچ کہ کوئی خدا کو چھانسی پر لٹکا سکتا ہے؟ تو یہ استغفر اللہ اے پادری تیری عقل کدھر گئی؟ اب سن کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام۔

### مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کی خوشخبری

قرآن مجید: میں ہے تو جہنم: یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناؤ۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔ (سورۃ الصف قرآن مجید) میں تو تم کو توبہ کے لیے پانی سے بہہ دیتا ہوں۔ لیکن جو (انجیل سے محمد مصطفیٰ کی شان) میرے بعد آتا ہے۔ وہ مجھ سے زور



آور ہے۔ میں اس کی جو نیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اسکے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اپنے کھلیہاں کو خوب صاف کرے گا۔ اور اپنے گہیوں کو تو کھینے میں جمع کرے گا۔ مگر کھجی کو اس آگ میں جلائیگا جو جینے کی نہیں۔ (انجیل متی باب آیت ۱۲)

### اصلی اور صحیح انجیل برنبا سے نشان محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی۔ لیکن انسان بجا ایک تحقیق تمام انبیاء بجز اس رسول اللہ کے آچکے ہیں۔ جو کہ جلد زمرے بعد آئے گا۔ کیونکہ اللہ اسی امر کہ میں اسکے راستے کو صاف کروں۔ (فصل نمبر ۳۶ ص ۹۹) مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں۔ کہ رسول اللہ کے جوتے کے بندیا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو۔ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے بعد آئے گا۔ اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا۔ اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی (فصل نمبر ۳۷ ص ۱۰۰) اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا۔ سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی۔ وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا مقصد کیا۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے۔ تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آئے نہیں بڑھا۔ جس کی جانب وہ بھیجے گئے۔ لیکن رسول اللہ جب آئے گا۔ اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا۔ جو اس کے ہاتھ کی انگشتی کی مانند ہے۔ اور وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا۔ جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گے۔ اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا۔ اور بنوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان دلیل و خوار ہوگا (فصل نمبر ۴۲ ص ۱۲۰) تب اس وقت اندر اس نے کہا۔ اے معلم ہمارے لے کوئی نشانی بتاتا کہ ہم اس رسول کو پہنچا نہیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ بے شک وہ تمہارے

زمانہ میں نہ آئے گا۔ بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے (گزرنے پر) جس وقت کہ میری انجیل باطل کر دی جائے گی۔ اور قریب قریب نہیں مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔ اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا۔ پس وہ اپنے رسول کو بھیجے گا۔ جس کے سر پر ایک سفید ابر کا مکتوا قرار پذیر ہوگا اس کو ایک اللہ کا برگزیدہ پہنچائے گا۔ اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا۔ اور وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور بنوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔ اور میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں۔ کیونکہ اسی (رسول) کے ذریعہ سے اس کا اعلان ہوگا۔ اور اللہ کی بڑائی کی جائے گی اور میری سچائی ظاہر ہوگی اور عنقریب وہ (رسول) ان لوگوں سے انتقام لے گا۔ جو کہتے ہیں کہ میں انسان سے بڑھ کر ہوں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو وہ اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑ لے گا۔ پس چاہیے کہ دنیا اس کا انکار کرنے سے ڈرے اس لئے کہ وہ بت پرستوں کو قتل کرے گا (انجیل برنباں فصل نمبر ۱۵۰-۱۵۱) ۵۔ وہ کیا مبارک زمانہ ہے۔ جس میں یہ (رسول) دنیا میں آئے گا۔ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا۔ اس کی تعلیم کی ہے۔ جیسا کہ اس کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے۔ کیونکہ اللہ اُن (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشگوئی کے عطا کرتا ہے۔ اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا۔ میں قسماً سے پھر کر کہنے لگا۔ اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو۔ اور مجھ کو اس قابل بنائے۔ کہ میں تیری جوتی کا نسیم کھولوں۔ کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کروں تو میرا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جائیگا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا (انجیل برنباں فصل نمبر ۱۱۵-۱۱۶) جناب پادری برکت صاحب آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ان مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قرآن تریف کی صداقت کا بیان سن لیا ہے اب آپ کا یہ لکھنا کہ سب نبی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ بلکہ وہ تو معراج شریف کی راز سب نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے۔ جن میں جناب مسیح علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اور نماز کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام



اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں فرمائی تھی۔ اور مسیح علیہ السلام نے اس طرح تقریر فرمائی کہ تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بتایا۔ اور مجھ کو مشابہ آدم علیہ السلام کے بنایا کہ ان کو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو ذی روح ہو جا۔ اور وہ ذی روح ہو گیا۔ اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم دیا۔ اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی نسل کا قالب بناؤں اس میں بیٹوں کا مادہ دیتا تھا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں حکم خدا کا مادہ زاد دے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا۔ اور مردوں کو زندہ کر دیتا تھا۔ اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان رحیم سے پناہ دی۔ سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

(نشر الطیب مضافہ مولوی اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

جناب مسیح علیہ السلام کے اس کلام سے بھی یہی ثابت ہوا کہ آپ نہ تو خدا کے بیٹے تھے اور نہ ہی خدا تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول تھے۔ اور یہ کلام آپ کا تمام بیوا اور رسولوں کی موجودگی میں ہوا تھا۔ تاکہ تمام انبیاء کرام کی اس بات پر گواہی ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تو خدا کے بیٹے تھے اور نہ ہی خدا تھے۔

● اب آپ کا جنت کے متعلق اور مسلمان عورت کے متعلق اعتراض۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کا قرآن شریف پر پورا پورا ایمان ہے۔ جو کچھ قرآن مجید جنت کے متعلق ارشاد فرما رہا ہے۔ سب حق اور سچ ہے۔ ہر نبی پاک نے اللہ کے حکم سے اپنی امت کو جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔ لیکن اگر آپ تعصب کی عینک اتار کر انجیل برنباس کا مطالعہ کریں گے۔ تو آپ کو جنت کی نعمتوں کا علم حاصل ہو جائے گا۔ صرف ایک حوالہ مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے نقل کرتا ہوں۔ یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ خدا کا یہ قول کہ وہ لذت اٹھائیں گے۔ کیا فائدہ دے گا۔ حق یہ ہے۔ کہ اللہ صاف صاف کہہ رہا ہے۔ مگر جنت میں قیمتی پہننے والی شئی کی چار نہیں معصی بے حد فرائض سے پھلوں کے ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لئے کہ یہ قیمتی ہے کہ اللہ نہیں کھاتا۔ فرشتے نہیں کھاتے اور نفوس نہیں کھاتا۔ اور جس نہیں کھاتی بلکہ بدن ہی کھاتا ہے۔ جو کہ یہ ہمارا جسم ہے۔ پس جنت کی بزرگی یہی جسم کا غذا کھانا ہے۔ پس...

پادری صاحب کا یہ قول بھی رد ہو گیا۔ کہ جنت میں سب لوگ فرشتے بن کر داخل ہوں گے۔ اور فرمایا مسیح علیہ السلام نے۔ رہا نفس اور جس۔ پس ان دونوں کے لیے۔ اللہ ہے اور فرشتوں سے باتیں کرنا اور مبارک روحوں سے۔ اور یہی یہ بزرگی تو اس کو عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن ترین بیان کے ساتھ واضح کر دے گا۔ جو ہر ایک سے زیادہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اس لئے اللہ نے سب چیزوں کو اس کی محبت میں پیدا کیا ہے۔ پس یہ ہے مسیح علیہ السلام کا کلام۔ اگر آپ تعصب کی عینک اتار کر اس انجیل کا مطالعہ کریں گے تو جنت کا پورا نقشہ آپ کے سامنے موجود ہو گا۔ (فصل نمبر ۱۲ ص ۳۱۳ و ۳۱۴)

● اب آپ کا رہا یہ سوال۔ لیکن جنت میں مسلمان عورتوں کے لئے کوئی مقام نظر نہیں کتا یہ سوال آپ کی چہالت پر مبنی ہے۔ جب آپ اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں۔ کہ مرد و عورت اسی حالت اور اسی جسم میں اعمال کے لحاظ سے جنت میں داخل ہوں گے۔ بلکہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ فردوس میں سب مرد اور عورتیں اسی حالت میں ہونگے کہ ان میں تذکیر و تانیث مرد و عورت کا امتیاز نہ ہو گا۔ سب برابر ہوں گے۔ اور ان میں بعد از قیامت بیاہ شادی اور کھانے پینے کی جنت نہ ہوں گی۔ جب آپ نے خود ہی عورت کیلئے جنت میں مقام بتا دیا تو پھر سوال کی کیا حاجت رہی؟ اور مقام بھی عورت کے لئے ایسا بتایا کہ اس بیماری کا حلیہ لگا دیا۔ نہ وہ عورت رہی اور نہ ہی مرد رہی۔ ایسا مذہب پھر پادری صاحب اور عیسائی حضرات کو ہی مبارک ہو کیونکہ وہ سب مرد اور عورتیں فرشتے ہی بن کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ہم مسلمان مرد اور عورتوں کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا عطا فرمائے گا۔ ہمارا اسکی ایمان ہے۔ جن لوگوں کا اس پر ایمان ہی نہیں۔ تو پھر جو چاہیں وہ اغراض کریں۔

## پادری برکت خان کا عقیدہ ختم نبوت بھی غلط ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کا فرمان الہی یہ ہے ختم نبوت۔ کہ شریعت اور انبیاء یوحنا تک رہے (انجیل لوقا ۱۶-۱۹) شریعت صرف ایک نبی موسیٰ ابن عمران کی معرفت دی گئی تھی۔ موسیٰ شریعت کا دور زکرا



نبی کے بیٹے یوحنا نبی یعنی یحییٰ تک رہا۔ گویا نہ تو یوحنا نبی کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ موسوی شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت آئے گی۔ چنانچہ یوحنا نبی کے بعد اسرائیل قوم ایک عظیم نبی مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر تھی۔ اس لیے مسیح خداوند نے اور اسرائیل قوم نے یوحنا نبی کو آخری نبی اور موسوی شریعت کو آخری شریعت قرار دیا ہے۔ اسرائیل قوم آج تک کسی نبی کی نہیں بلکہ مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر ہے۔ (قیامت اور زندگی کتاب ص ۱۷)

• اب سوال یہ ہے کہ اگر موسوی علیہ السلام کی آخری شریعت ہے۔ تو داؤد علیہ السلام پر زبور کیوں نازل کی گئی؟ اس کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر مسیح علیہ السلام پر انجیل کیوں نازل کی گئی؟ اور موسوی علیہ السلام کی شریعت ہی اگر آخری شریعت تھی تو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کیوں نازل کیا گیا؟ اس شریعت کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور اگر یوحنا آخری نبی ہیں تو پھر مسیح علیہ السلام کیوں تشریف لائے؟ اور اگر یوحنا آخری نبی ہیں تو پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی قوموں کے لیے نبی اور رسول درجہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے کیوں بھیج دیا؟ اور اگر یوحنا ہی آخری نبی ہیں تو پھر اسرائیل قوم مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر کیوں ہے؟ دراصل حقیقت یہ ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری شریعت ہے۔ کیونکہ قرآن شریف اور صحیح انجیل برنباس سے پہلی ثابت ہو رہا ہے۔

• ایک اور مسئلہ کا جواب لکھنا نہایت ضروری ہے۔ پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح مصلوب خدا کے بیٹے کو روز قیامت مردوں کو زندہ کرنے اور ان کی عدالت و انصاف کرنے اور بھی تو سزا و جزا کا بھی کمی اختیار دیا گیا ہے مگر اب قیامت اور زندگی صرف توبہ و استغفار اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا اختیار ہرگز کسی نبی یا پڑے سے بڑے کسی رسول کو بھی نہیں دیا۔ وہ قیامت کا دن بچاؤس ہزار سال کا ہوگا اور سر پر سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور زمین تانبے کی ہوگی۔ اور سب لوگ ننگے بدن پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بڑے رسول نفسی نفسی پکاریں گے۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی نفسی نفسی پکار اٹھیں گے۔ جن کو آپ خدا کا بیٹا بنا کر تمام خدائی اختیارات ان کے ہی حوالے کر رہے ہیں۔ پادری برکت صاحب۔ قرآن مجید اور انجیل شریف سے بے خبر ہیں۔ اب میں انجیل سے

حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام لکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اللہ کی عدالت کا دن پُر عجب ہوگا۔ ایسا کہ تنہا گناہگار ہی ڈرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ پاک ذاتیں اور اللہ کے برگزیدہ اشخاص بھی یوں ہی ٹھرتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنی نیکی کاری پر بھروسہ نہ کرے گا۔ اور ابوب علیہ السلام کو اپنی بے گناہی کے بارے میں کوئی اعتماد نہ ہوگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میرے بھی ٹکڑے ٹکڑے کھڑے ہوں گے۔ اس لیے کہ دنیا مجھ کو مغبور کہے گی اور مجھ پر لازم ہوگا۔ کہ اس کے لیے حساب پیش کروں اور جواب دہی کروں۔ اللہ کی زندگی کافی کی قسم وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے۔ کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں تمام انسانوں جیسا۔ انجیل برنباس فصل نمبر ۵۲ ص ۱۲) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا باب ۳)۔

• کیوں جناب پادری صاحب! کہاں ہیں وہ اختیارات جو قیامت کے روز حضرت مسیح علیہ السلام کو آپ عطا فرما رہے ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام تو صاف صاف لفظوں میں اپنے لئے ان اختیارات کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور سینے۔ زبیدی کے بیٹوں کی ماں کچھ عرض کرنے لگی تو اس نے اس سے کہا۔ کہ کیا چاہتی ہے۔ اس نے اس سے کہا۔ فرمایا۔ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوع نے جواب میں کہا۔ کہ تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو؟ (پھر فرمایا) لیکن اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں۔ مگر من کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا مان ہی کے لئے ہے۔ (انجیل متی باب ۲۰)

باپ سے مراد یہاں خدا تعالیٰ ہے نہ تحقیقی باپ۔ کیونکہ نہ تو خدا کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے۔ کیونکہ وہ واحد لا شریک ہے۔ اب یہاں حضرت مسیح علیہ السلام نے کئی طور پر اپنے اختیار کا انکار فرما دیا ہے۔ اور سینے ماورہ دس کوڑھیوں سے ملا۔ جو دور کی چٹا لٹھے۔ لے داؤد کے بیٹے یسوع ہم پر رحم کر۔ یسوع نے ان کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا۔ کہ بھائیو! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ وہ سب جمع کر بولے ہمیں تندرستی دے۔ یسوع نے



جواب دیا۔ اسے نادانوں کی تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ تم کہتے ہو۔ ہمیں تندرستی دے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بھی تنجھ ہی جیسا آدمی ہوں؟ ہمارے اس خدا سے مانگو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ وہ قیود رحیم تم کو شفا دے گا۔ تب کوڑھیوں نے رو کر جواب دیا۔ بیشک ہم جانتے ہیں تو ہمیں جیسا انسان ہے۔ لیکن تو خدا کا قدوس اور پروردگار کا نبی ہے۔ لہذا خدا سے دعا کرتا کہ وہ ہمیں شفا دے (تو آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دی) (انجیل برنیاس فصل نمبر ۱۹ ص ۶۹) اس سے دو باتوں کا ثبوت ملا۔ ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں اور نہ وہ خدا ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو برگزایا اختیار نہیں دیا۔ جیسا کہ پادری برکت صاحب نے لکھا ہے۔ پادری صاحب نماز کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ نماز کی عبادت کے عربی الفاظ بالترتیب اور بلحاظ رکوع و سجدہ قرآن میں نہیں ہیں۔ نماز صرف سنت ہے۔ اللہ کے حضور ان عربی الفاظ کو اہمیت حاصل ہے۔ جو قرآن میں موجود ہیں۔ اور جو عبارت قرآن میں موجود نہیں۔ اس کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ نماز سنت بھی ہے اور فرض بھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض اور سنت کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ اور قرآن میں تو پورے سات سو نماز کا حکم موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ہم مسلمانوں کی نجات ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم مسلمان نماز کو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کر سکتے۔ اب میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے نماز کی اہمیت بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ میں تم سے پہلے کہتا ہوں کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا۔ پس وہ شیطان سے بھی بڑا ہے۔ اور عنقریب اس پر بہت ہی بڑا عذاب وارد ہوگا۔ (انجیل برنیاس فصل نمبر ۳۶ ص ۱۶)۔

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان ہر ایک بڑے کلمہ میں خطا کرتا ہے۔ اور ہمارا اللہ اس کے گناہوں کو نماز کے ذریعہ سے محو کر دیتا ہے۔ اس لئے نماز ہی نفس کی شیفہ ہے۔ نماز ہی نفس کی دوا ہے۔ نماز ہی دل کی حفاظت ہے۔ نماز ہی ایمان کا ہتھیار ہے۔ نماز ہی جس کی لگام ہے۔ نماز ہی بدن کا وہ نمک ہے جو اسکو گناہ کے سبب سے بچنے

نہیں دیتا۔ میں تم کو بتاتا ہوں کہ نماز ہی ہماری حیات کے وہ دوا تھ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے نماز قیامت سکون میں اپنے آپ کو بچائے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دنیا کی قدر کم بخت ہے۔ اس لئے کہ لوگ آج نماز کے لئے جمع نہیں ہوتے بلکہ خود ہیکل ہی کے اندر شیطان کے لئے فضول گفتگو کی قربانی ہے۔ بلکہ وہ چیز ہے۔ جو اس سے بھی زیادہ بڑی اور ایسے امور میں سے ہے بغیر شرمندگی اٹھائے ہوئے ان کا زبان پر لانا ممکن نہیں۔ (فصل نمبر ۱۹ ص ۲۸) بے نماز کو آپ نے شیطان سے بڑا فرمایا۔ کیونکہ نینان نے خدا کے سجدہ کا انکار نہیں کیا بلکہ مخلوق کے تعظیمی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ لیکن جو آدمی نماز نہیں پڑھتا۔ اپنے معبود کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس لئے اسکو مسیح علیہ السلام نے شیطان سے بڑا فرمایا۔ اور نماز کی اہمیت ظاہر فرمادی۔ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمارے ہادی اللہ کے پاس پہنچے تھے۔ تو اگر وہ اللہ کے پاس پہنچے ہوتے تو ضرور واپس وہ بتاتے کہ خدا کا بیٹا مسیح یسوع خدا تعالیٰ کے داہنے تخت نشین اور فرما رہے ہیں (ص ۱۶) یہاں تو پادری صاحب معراج شریف کا انکار کرتے ہیں۔ اور ص ۱۶ پر معراج شریف کا صاف طور پر قرار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ اہل اسلام نے مکہ شریف میں بیچکا نہ نماز ہجرت سے دو سال پہلے بعد از معراج رسول پڑھنی شروع کی تھی۔ جب پادری برکت صاحب نے معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف طور پر قرار کر لیا۔ تو پہلا بیان آپ کا جھوٹ ثابت ہوا اور یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ اللہ واحد لا شریک ہے۔ اس لئے کہ خدا کا بیٹا کوئی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کا دیدار کیا تو وہ ان آپ نے خدا کے سوا کسی کو دیکھا نہیں۔ اس لئے کہ اللہ واحد اکبر ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ مسئلہ قرآن مجید و انجیل شریف کی روشنی میں پوری وضاحت کے ساتھ اوپر بیان ہو چکا ہے۔



## یادری برکت کی کتاب قنامت اور زندگی کا مقابلہ و موازنہ

### اناجیل شریف سے

اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بار بار لکھا ہے۔ بلکہ ساری کتاب ہی مسیح خدا کا بیٹا، خدا کا اکلوتا بیٹا، خدا کا پیارا بیٹا سے بھری پڑی ہے۔ حتیٰ کہ تقریباً ۵۷ مرتبہ خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو تقریباً ۶۵ مرتبہ اناجیل میں ابن آدم فرمایا ہے۔ لیکن یادری برکت صاحب نے ابن آدم کو ابن اللہ بنا دیا۔ بلکہ مسیح ابن اللہ کتاب بھی لکھ ماری۔ حالانکہ کئی جگہ خود یادری صاحب نے حضرت مسیح کو ابن آدم لکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں بلکہ اسے علالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے۔ (صفحہ ۵۵) پھر سمجھ میں نہیں آسکتا کہ آدم ناد خدا کا بیٹا کیسے بن گیا؟ شاید یادری صاحب جادوگر ہیں؟ کبھی مسیح علیہ السلام کو ابن آدم لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو آدم ناد لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو خدا کا بیٹا لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو کامل خدا بنا دیتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید یادری صاحب کے دماغ میں کچھ فطور ہے۔ کیونکہ کبھی مسیح علیہ السلام کو قیامت اور زندگی پر پورا اختیار دیتے ہیں۔ کبھی ان کو جنت و فردوس برکلی اختیار دیتے ہیں۔ اور دوزخ و جہنم برکلی اختیار دیتے ہیں۔ جس کو چاہیں جنت میں داخل کریں۔ جس کو چاہیں دوزخ کی آگ میں جھونک دیں۔ کبھی ان کو بعد قیامت مردوں کو زندہ کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔ اور ان کو عدالت و انصاف کرتے اور سزا و جزا کا بھی کلی اختیار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے کہ یہ سب باتیں اناجیل کے خلاف ہیں۔ حضرت مسیح نے کبھی ایسی باتوں کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا۔ اللہ کی زندگی زبانی کی قسم ہے۔ وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے۔ کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ تمام انسانوں جیسا۔ علاوہ اس کے کہ میں اگرچہ اللہ نے مجھ کو بیماروں کی تندرستی اور گنہگاروں کی اصلاح کے لئے اسرائیل کے گھرانے پر نبی بنا کر مقرر کیا ہے۔ اللہ کا خادم ہوں۔ اناجیل برناس فصل ۵۲

خاطر میں حکام :- انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کی قسم اٹھا کر بیان فرما چکے ہیں۔ کہ میں تمام انسانوں جیسا ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ اور اللہ کا خادم ہوں۔ اللہ کا بیٹا ہونے کا سختی سے انکار فرمایا۔ اب ہم یادری صاحب کی بات کو مانیں۔ جنہوں نے ۵۷ مرتبہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ باہم حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام کی تصدیق کریں؟ یقیناً مسیح علیہ السلام کا کلام برحق ہے۔ وہ اللہ کے نبی برحق ہیں۔ خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ جو کچھ مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارا ہی پر ایمان ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے بچے نبی اور رسول ہیں۔ اور وہ صرف اسرائیل کے گھرانے کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نہ کہ تمام قوموں کی طرف۔ تمام قوموں کے لئے تو ہمارے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت لے کر تشریف لائے ہیں۔ جیسا کہ اوپر حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے بیان ہو چکا ہے۔ اور بھی جناب مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پس تحقیق میں ایک دکھائی دینے والا آدمی اور مٹی کا پتلا ہوں۔ جو زمین پر چلتا اور تمام دیگر آدمیوں کی طرح فنا ہونے والا ہے۔ اور یہ کہ میری ایک ابتدا تھی۔ اور میرے لئے ایک انتہا ہوگی اور تحقیق میں قدرت نہیں رکھتا کہ ایک کبھی کو بھی از سر نو پیدا کروں۔ اناجیل برناس فصل نمبر ۹۵ اے اسرائیلیوہ باتیں سنو کہ یسوع نامہری ایک شخص تھا۔ اعمال کیسوع نے اس سے کہا۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۲۲)۔ اور خود بھی یادری برکت صاحب نے سیرت المسیح کے لفظ میں لکھا ہے۔ مسیح علیہ السلام، ایک عجیب خلق عظیم کے مالک انسان کامل بلکہ فی الحقیقت ایک بے مثل سچے اور حقیقی محسن انسانیت شخص تھے۔ اور (صفحہ ۵۶) پر لکھا ہے۔ تیسری آزمائش کے موقع پر اس نے ابلیس کو جھڑکا اور فرمایا کہ لکھا ہے۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۲۲-۱۱) ثابت ہوا کہ خود بھی یادری برکت صاحب اپنی کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کو انسان کامل اور محسن انسانیت شخص اناجیل سے ثابت کر رہے ہیں۔ پھر انسان کامل خدا کے بیٹے کیسے بن گئے۔ جبکہ سجدہ عبادت کیلئے حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف خداوند قدوس کی ذات کو منتخب فرمایا۔ اور اپنی ذات کو سجدہ کرنے کا قطعاً حکم جاری نہیں کیا۔ چونکہ الوہیت کے لئے سجدہ ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ اور



حضرت مسیح علیہ السلام نے اس خصوصیت سے اپنے آپ کو باہر رکھا۔ اس لئے عقیدہ الوہیت باطل ہے۔ اور یہ بہت بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرک کو نہ بخشے گا عہد کر رکھا ہے۔

## مسیح علیہ السلام جب گلوں میں جا کر دعائیں کرتے تھے

لیکن بحیثیت انسان کامل غیظوں، ویرانوں میں تنہا دعا کرنا اس کا یحییٰ مسیح علیہ السلام دستور العمل تھا۔ (متی ۲۶: ۴۱) (لوقا ۲۲: ۴۱) یہ حوالہ خود پادری برکت صاحب نے بھی صاف پر لکھا ہے۔ چونکہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگنا مخلوق کی صفت ہے۔ نہ کہ خالق کی صفت۔ اور کچھ پادری صاحب لکھ رہے ہیں۔ وہ بھی تو اناجیل کے سوالوں سے نقل کر رہے ہیں۔ جس سے حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔

پس ان حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ حضرت مسیح کے متعلق جو الوہیت کے دعوے کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اناجیل کی رو سے باطل ہو کر رہ گئے جو کہ اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔



## اناجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے

لیکن پادری برکت صاحب نے اپنی اس کتاب میں بار بار مسیح مصلوب مسیح مصلوب کی رٹ لگائی ہے۔ میں نے اوپر اس بات کو قرآن شریف اور اناجیل سے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز سولی نہیں دیئے گئے۔ بلکہ یہود اعدا کو پھانسی دی گئی ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کی اپنی شہادت جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمھوڑے دنوں تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے پیچھے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے ڈھونڈو گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آ سکتے (انجیل یوحنا باب ۸: ۲۰-۲۱) حضرت مسیح کو تو فرشتے ان کے گرفتار کرنے سے پہلے ہی ہاتھوں پر اٹھا کر آسمان پر لے گئے تھے۔ ان کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ خدا نے ان کی عزت و درجہ بڑھائی۔ لیکن وہ انجان یہودی یہود اعدا کو پکڑ کر لے گئے تھے۔ پس یہود کو پھانسی دی۔ جیسے اوپر خوب اچھی طرح بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ اعمال میں لکھا ہے۔ (۲۰: ۱) زبور میں لکھا ہے۔ اس کا عہدہ دوسرا لے لے۔ اور یوحنا نے اپنی انجیل باب ۱۲ آیت میں لکھا ہے۔ ہلاکت کے فرزند کے سوان میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا تھا۔ ہلاکت کے فرزند نے مراد یہود اعدا ہے۔ جس نے تین روپے رشوت لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کو دشمن کے سپرد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور یہود کی شکل یسوع مسیح کے مشابہ بنا دی۔ لہذا۔ یہودی لوگوں نے یہود کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ جیسے اوپر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور خراب مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین یوم کی رخصت لے کر آسمان سے واپس آکر اپنی والدہ ماجدہ اور شاگردوں کو بتلایا کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہود اعدا خائن صلیب پر مرا ہے۔ (انجیل برنیاں۔ فضل مزمز ۲۲)

پس اس کتاب میں جو بار بار لکھا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہو چکے ہیں اناجیل کی رو سے سب کچھ باطل ہو گیا۔ مسیح علیہ السلام ہرگز مصلوب نہیں ہوئے تھے۔ اور خود ہی پادری برکت صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں صلیب پر مصلوب کیسے ہو گئے؟ بلکہ مصلوب کا اس میں ذکر بھی نہیں ہے۔



### مسیح علیہ السلام کو ہر قسم کا کالی اختیار ہے

جیسا کہ اس کتاب میں لکھا ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن حضرت مسیح انکار فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے۔ مسیح نے فرمایا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا ۵) حضرت مسیح نے اپنی ذات کو بقول انجیل یوحنا عاجز اور بے اختیار قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت اس طرح بیان فرمائی۔ یسوع نے فی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ (انجیل متی ۱۹) غور فرمائیے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مجھے ہر قسم کا اختیار ہے بلکہ اللہ کی مدد سرائی فرمائی۔ لہذا اس کتاب میں حضرت مسیح کے اختیار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ انما جیل کی مدد سے سب کچھ باطل ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔



تمام روئے زمین کے مسیحی باپوں سے چند سوالات جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا ہے یا خدا کا بیٹا اور مصلوب ہو گیا تھا؟

۱۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ کو نیندا اور اونگھ نہیں آیا کرتی۔ جناب داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھا ہے۔ وہ جو نیزا محافظ ہے۔ نہ اونگھے گا۔ نہ ڈکھکے گا۔ (زبور ۱۳۱)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- جناب مسیح علیہ السلام اس صفت کے موصوف نہیں تھے۔ لکھا ہے کہ رب بڑی آندھی چلی اور لوہیں کشتی پر بیان تک آئیں کہ کشتی پانی سے بھر جاتی تھی۔ اور یسوع پچھے کی طرف گدی پر سوار تھا۔ پس انہوں نے اسے جگایا۔ کہ اے استاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں (مفسر ۲۳) ایسا ہی انجیل متی ۲۶ میں بھی لکھا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سونے بلکہ اونگھنے سے بھی پاک ہے۔ اور مسیح علیہ السلام گہری نیند سوا کرتے تھے۔ تو پادری صاحبان یہ بتائیں کہ پھر مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوا؟ جب وہ خدائی صفت سے موصوف ہی نہیں؟

۲۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ کھانے کا محتاج نہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں کھاتا، فرشتے نہیں کھاتے بلکہ انسانی جسم ہی کھاتا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کھانا کھانے کے محتاج تھے۔ لکھا ہے کہ جب وہ گھر میں کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ تو ایسا ہوا کہ بہت سے محمول لینے والے اور گنہگار اگر یسوع اور اسکے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ فریسیوں نے یہ دیکھ کر اسکے شاگردوں سے کہا۔ تمہارا استاد محمول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے؟ (انجیل متی ۲۶) تو اب پادری صاحبان یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کو کھانے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کھانے کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ تو پھر مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوا؟ خوب سوچ کر جواب دیں۔



۳۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- خدا کی ذات باکرات کسی قسم کی ٹھکانا اور انسانی تکلیف سے مبرا ہے۔ لکھا ہے کیا تو نے نہیں سنا۔ کہ خداوند خدای ابدی و تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں۔ اور ماندہ نہیں ہوتا۔ (الیساہ ۴۰)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- جناب مسیح علیہ السلام میں یہ صفت نہیں تھی۔ لکھا ہے۔ چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کوئیں بیڑوں ہی بیٹھ گیا۔ یہ چھٹے گھنٹے کے قریب تھا۔ (یوحنا ۴) بقول بائبل ثابت ہوا کہ خدا کی ذات میں تھکنا اور ماندہ پڑنا داخل نہیں۔ لیکن مسیح علیہ السلام کی ذات میں تھکنا اور ماندہ پڑنا بخیل سے واضح الفاظ میں ثابت ہے۔ اب پادری صاحبان غور فرما کر جواب عطا فرمائیں کہ مسیح علیہ السلام کی خدائی باطل ہوئی یا نہیں؟

۴۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اس نے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ تو ہاں اکیلا ہی نبی آدم کے دنوں کو جانتا ہے۔ (سلاطین ۱۴)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- اناجیل کی رو سے آپ میں یہ صفت ہرگز نہیں بھرا ہوا۔ یروشلیم سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھر تار پل۔ (لوقا ۲۲) مقدس لوقا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو روح کی ہدایت حاصل تھی۔ کیا عالم الغیب بھی کسی روح کی ہدایت کا طلب ہوتا ہے؟ اگر مسیح علیہ السلام خدایا عالم الغیب تھے۔ تو یہ روح کی ہدایت کیسی؟ انجیل میں لکھا ہے کہ اور فی الغور یسوع نے اپنی روح سے معلوم کر کے کہ وہ اپنے دلوں میں یوں سوچتے ہیں۔ ان سے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو۔ (مرقس ۲) یہاں مسیح علیہ السلام نے لوگوں کے قلبی حالات معلوم کرنے کے لئے روح سے استفادہ کیا۔ اگر آپ خدا یا خدا کے بیٹے تھے یا عالم الغیب تھے۔ تو پادری صاحبان بتائیں کہ روح کی ہدایت یا روح کی مدد پر کام میں مسیح علیہ السلام کو کیوں ضرورت تھی؟

۵۔ اللہ تعالیٰ کی صفت :- لکھا ہے کہ وہ خداوند شریوں سے دور ہے۔ پروردہ صادقوں کی دعا سنتا ہے۔ (امثال ۳۵)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- خود دعاؤں کے محتاج تھے۔ لکھا ہے۔ مگر وہ یسوع جنگلوں میں الگ جا کر دعائیں مانگا کرتا تھا۔ (لوقا ۵) پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا۔ اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر چمکتا تھا۔ (لوقا ۲۲) اپنے شاگردوں سے کہا کہ میں بیٹھے رہتا۔ جب تک میں وہاں جا کر دعا مانگوں (متی ۲۶) اس نے اپنی بشریت کے دلوں میں زور زور سے پکارا اور آسمان پر ہاں کہہ کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی (عزرائیل ۵) انصاف اور پوری دیانتداری سے پادری حضرات یہ بتائیں کہ اگر مسیح علیہ السلام خدا تھے۔ (بقول پادری برکت خاں) تو مسیح علیہ السلام اس قدر دلسوزی کے ساتھ رورور کر دعائیں کس سے مانگتے تھے۔ چونکہ خدا کی شان دعاؤں کو سننا ہے۔ نہ کہ خود دعائیں مانگنا۔ اور یہ بھی بتائیں کہ جب دعائیں گئی قبول ہو گئی۔ تو پھر مسیح علیہ السلام صلیب کیوں دیئے گئے؟ جب کہ خدا تعالیٰ نے انکی دعا قبول بھی فرمائی تھی اور موت سے بچنے کے لئے ہی تو رورور کر مسیح علیہ السلام یہ دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور دعا قبول ہو جانے کے بعد کس شخص کی طاقت تھی کہ آپ کو صلیب پر چڑھا سکتا؟



۶۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدای واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا

ہے۔ جانیں ملائجیل یوحنا ۱۷-۱۳) اے میرے دوست یہ بات سب پر واضح ہو جائے۔ کہ کتاب مقدس کے خدا کی مانند نہ تو آسمان میں اور نہ زمین میں کوئی دوسرا خدا ہے۔ اور خدا کے بیٹے منجی عالمین مسیح مصلوب کی مانند نہ تو آسمان میں اور نہ زمین پر کوئی دوسرا نجات دہندہ اور منجی عالمین ہے۔ کتاب قیامت اور زندگی)۔ ناظرین کرام غور فرمائیں۔ پادری برکت لے خان صاحب نے یہاں دو ذاتوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو واحد اور برحق تسلیم کیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ زمین و آسمان میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ خدا کی مقدس کتاب کے مطابق۔ دوسرے ممبر پر حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا۔ کہ مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بھیجنے والا خدا ہے۔ اور بھیجا گیا مسیح علیہ السلام ہے۔ اور بھی فرمایا۔ جو تم کو قبول کرتا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۰) اور جناب مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوٹی ہوئی بیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی باب ۱۰ آیت ۲۴) جناب مسیح علیہ السلام کے مذکورہ ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خدا نہیں تھے۔ اور نہ خدا کے بیٹے۔ بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ اگر مسیح خود خدا ہوتے تو اپنی ذات سے متعلق خدا کی جانب سے بھیجا ہوا تسلیم کرنے کا سوال کیا معنی رکھتا ہے؟ چونکہ بھیجنے والا اور جسے بھیجا جائے۔ یہ دو ذاتیں بیک وقت خدا نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح دو خدا ماننے پڑیں گے اور یوں نہ صرف تسلسل بلکہ تعدد الہ لازم آئے گا۔ اور یہ محال و متنع ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی ذات مقدس واحد ہے۔ جہاں دوسرے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور پادری برکت لے خان صاحب نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام الگ الگ دو ذاتیں ہیں۔ اور صفحہ ۵۴ پر اس طرح لکھا ہے آسمان اور زمین پر وہی ایسی عظیم ہستیاں ہیں۔ جن کی ذات میں کوئی عیب کوئی طغ

کوئی نقص کوئی گناہ نہیں ہے۔ ایک آسمانی خدا باپ ہے اور دوسرا اسکا آسمانی اکلوتا بیٹا جو جہنم ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ بہر صورت پادری برکت صاحب نے دونوں ذاتوں کا اپنی اس کتاب میں واضح الفاظ میں اقرار کر لیا ہے۔ ان میں سے ایک مسیح علیہ السلام کو خدا کا بھیجا ہوا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بھیجا ہوا خدا کا بیٹا کیسے تسلیم کیا جائے؟ جبکہ ایک لاکھ کئی ہزار نبی اور رسول دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خدا کا بیٹا نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ وہ سب نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ہیں۔ جو والدہ ماجدہ کے بطن شریف سے پیدا ہوئے۔ اور والدہ کا دودھ پیتے رہے اور بچوں کی طرح خوراک دیئے گئے۔ اور والدہ کی گود میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ نے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا اور مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھا اور زکوٰۃ دیتا ہے؟ معاذ اللہ۔ کیا اللہ تعالیٰ کتاب انجیل اور نبوت کا محتاج ہے۔ تو بہ استغفر اللہ۔ یہ صفات بندے کے لئے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے پاک ہے۔ بے شک حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے بھی تو پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کو بھی تو اللہ نے بیٹا نہیں بنایا۔ اور نہ مخلوق میں سے ہی کسی نے ان کو خدا کا بیٹا کہا۔ تو پھر پادری صاحبان کو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنانے کا اختیار کس نے دیا ہے۔ ذرا خوب سوچ سمجھ کر جواب عطا فرمائیں۔

۷۔ پادری برکت صاحب نے اللہ تعالیٰ کی محبت حضرت مسیح علیہ السلام سے کی طرح بیان کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو میرا پیارا بیٹا ہے کہیں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بیٹے کے حق میں یہ لکھا ہی دیکھو میرا پیارا بیٹا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ اللہ نے کسی جگر حضرت مسیح کو بیٹا نہیں فرمایا۔ خیر پادری صاحب جو چاہیں لکھیں۔ اس لئے کہ اس دور میں قلم اور زبان کو آزادی ہے۔ مگر قیامت کے روز شدید پکڑ ہوگی۔ کہیں لکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی ذات الہی کے ساتھ کسی نبی



کو ایسا عظیم رشتہ محبت اور الوہیت کا آسمانی جلال حاصل نہ تھا۔ کہیں لکھا کہ میں بل میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی بیٹے کے حق میں اپنے پیار کا اظہار یوں فرمایا۔ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں۔ پھر لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس طرح کسی بشر کے ساتھ اپنے پیار کا اظہار نہیں فرمایا۔ جو محبوب خدا ثابت ہو سکے۔ غرضیکہ اس طرح کی تعریفوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ظالم لوگوں نے صلیب پر چڑھادیا تھا۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بیٹے کو صلیب سے کیوں نہ بچالیا۔ کیا اللہ تعالیٰ ان کو ظالم لوگوں سے بچا نہیں سکتا تھا؟ اگر اس کا جواب یہ دیتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ یقیناً بچا سکتا تھا۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بیٹے کو کیوں نہ ظالم لوگوں سے بچا لیا؟ ہمارا عقیدہ اور ایمان اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ظالم لوگوں سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا تھا۔ جیسا کہ اوپر پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ لیکن آپ یہ ضرور بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بیٹے کو خود اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ بچایا؟ اس کی کیا وجہ تھی۔

۸۔ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی :- پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اسے میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے ڈھونڈو گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں گا۔ تم نہیں آ سکتے۔ (انجیل یوحنا ۷: ۳۴-۳۶) اس نے پھر ان سے کہا۔ میں جاتا ہوں اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہ میں مرو گے۔ جہاں میں جاتا ہوں۔ تم نہیں آ سکتے۔ پس یہودیوں نے کہا کیا وہ اپنے آپ کو مار ڈالے گا۔ جو کہتا ہے۔ جہاں میں جاتا ہوں۔ تم نہیں آ سکتے۔ اس نے کہا ان سے کہو۔ تم نیچے کے ہو۔ میں اوپر کا ہوں۔ تم دنیا کے ہو۔ میں دنیا کا نہیں (انجیل یوحنا ۸: ۲۰-۲۱) اوپر کے دونوں حوالوں سے یہ بات صاف ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام نے صاف پیشگوئی فرمادی تھی کہ تم مجھے نہ پکڑ سکو گے۔ انجیل یوحنا باب ۱۶ درس ۲۳ میں لکھا ہے۔ لوگوں نے

اس کو جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی یہ بات سنی ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک رہے گا۔ اور زبور ۲۱-۴۴ میں لکھا ہے۔ اس نے تجھ سے زندگی چاہی اور تو نے اس کو عمر کی درازی ابد تک بخشی نہ ان دونوں حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت میں یہ بات اس قدر مشہور تھی کہ عام لوگ بھی جانتے تھے کہ مسیح کی زندگی ابد تک دراز ہوگی۔ یسوع یہ باتیں کہہ کر چلا گیا اور یسوع نے اپنے آپ کو چھپا لیا :- (انجیل یوحنا ۱۳-۱۴) پادری صاحبان :- یہ سب حوالے یوحنا انجیل کے ہیں۔ جن کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ تو آپ انصاف سے بتائیں کہ اس قدر واضح پیشگوئی کے ہوتے ہوئے کیسے تسلیم کیا جائے کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا؟ اس سے تو مسیح علیہ السلام کا کلام جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔



## (۹) پادری برکت صاحب نے حضرت مسیح کو خدا ہی بنا دیا ہے

لکھتے ہیں۔ (۱) اور باطنی صوفیت میں الوہیت کی ساری معمولی کے سبب کامل صاحب اختیار اور صاحب کرامات کامل خدا ہیں۔ (کتاب قیامت اور زندگی ص ۱۲) مسیح علیہ السلام خدا میں سے نکلا اور صادر ہوا گویا وہ خدا سے خدا تھا۔ (۳) اس لئے وہ خدا سے خدا اور کامل صاحب اختیار خدا ہے۔ (ص ۱۳) میں اور باپ (خدا) ایک ہیں۔ (ص ۱۴) خداوند یسوع مسیح خدا کا بیٹا کلمہ اللہ خدا ہے خدا اور حقیقی نور ہے (ص ۱۵) مسیح کلمہ اللہ وہ ہے: بیت کی ساری معمولی کے باوجود لا محدود خدا سے خدا اور کامل خدا تھے۔ (ص ۱۶) میں اور باپ ایک ہیں۔ اس لئے خدا کا آسمانی الٰہوتا بیٹا خدا باپ کے ساتھ ازلیت میں واحد خدا ہے۔ ابدیت میں اور قدمت اور اختیار میں واحد خدا ہے۔ (ص ۱۷) لیکن خداوند یسوع مسیح جو الوہیت کے جلال میں کامل خدا ہے۔ (ص ۱۸) وہ حقیقی خدا سے حقیقی خدا ہے۔ (ص ۱۹) لہذا اس کو قیامت اور زندگی پر پورا اختیار ہے۔ اس کو عدالت اور نرا و جزا کا پورا اختیار ہے۔ اس کو جنت الفردوس پر کلی اختیار ہے۔ اس کو دوزخ و جہنم پر کلی اختیار ہے۔ کیونکہ وہ کامل خدا کا الٰہوتا بیٹا کامل خدا ہے۔ (ص ۲۰)

خفا ظہرین کر لہ:۔ میں نے یہ دس حوالے پادری صاحب کی کتاب "قیامت اور زندگی" سے من و عن نقل کر دیئے ہیں۔ کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ صرف دس حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ اگرچہ مسیح علیہ السلام کی تعریفوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اب خدا کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور نہ ہی خدا سے کوئی حاجت ان لوگوں کو ہے۔ بس مسیح علیہ السلام ان کے لئے کافی ہیں۔ لیکن میں یہاں اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا میں تو صرف پادری صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے بے مثل بے نظیر خدا کو کوئی صلیب پر لٹکا سکتا ہے؟ جبکہ خدا مرنے پر خود بھی قدرت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کو تو زندہ بھی نہیں آسکتی۔ چہ جائیکہ موت؟ حیرت ہے اور عجب کی بات ہے کہ اسی صفتوں کے مالک خدا کو ظالم یہودی صلیب پر لٹکا دیں؟ معاذ اللہ تو یہ استغفر اللہ ہزار بار تو یہ۔

پادری برکت صاحب کو میں ان باتوں کا کیا جواب دوں؟ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرما دیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرتا ہوں کہ ہر آئینہ (قیامت کے روز) میرے بھی رونگٹے کھڑے ہونگے۔ اس لئے کہ دنیا مجھ کو معبود کہے گی (یعنی پادری برکت صاحب جیسے) اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے لئے حساب پیش کروں جو ابدی کروں۔ اللہ کی زندگی کی قسم ہے۔ وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے۔ کہ بے شک میں بھی ایک فناء ہونے والا آدمی ہوں۔ محام انسانوں جیسا۔ (انجیل برنباہس فصل ۵۲)۔ ثابت ہوا کہ جناب مسیح علیہ السلام نے خود ہی ایسی غلط عقائد کی کتابیں لکھنے والوں کے متعلق پہلے سے ہی فیصلہ فرما دیا تھا۔ اور مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اے رب معبود قدیر عنید جو کہ انتقام لیتا ہے۔ تیروں کی پوجا میں بت پرست باپوں کے بیٹوں سے چوتھی پشت تک تو ابد تک لعنت کر رہا اس شخص پر جو کہ میری انجیل کو ضرب کرے وہ انجیل کہ تو نے مجھ کو دی ہے۔ جس وقت کہ وہ یہ لکھیں کہ میں تیرا بیٹا ہوں۔ (انجیل برنباہس فصل نمبر ۲۱) پس جب خود ہی جناب مسیح علیہ السلام نے آپ کو خدا کا بیٹا لکھنے والوں کے حق میں خدا کی جناب میں بدعا فرمائی کہ اے معبود قدیر تو ان لوگوں پر ابد تک لعنت کر جو مجھ کو تیرا بیٹا بنا کر کتابوں میں لکھیں۔ تو محض ان باتوں کا تفصیل سے جواب لکھنے کی کیا حاجت رہی۔ جو کچھ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ وہی کافی ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا کہہ کر کتابوں میں لکھتے ہیں۔ میں تو صرف حوالے نقل کرنے والا علماء حق کا ایک خادم ہوں۔





## سوال نمبر ۱

(ایک سامری عورت سے دوران گفتگو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا) یسوع نے اس سے کہا۔ اے عورت میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے تم نہ تو اس پہلو پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلم میں۔ تم جیسے نہیں جانتے اس کی پرستش کرتے ہو۔ ہم جیسے جانتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں میں سے ہے (انجیل یوحنا ۴: ۲۲) اس جگہ غور طلب بات یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جیسے جانتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام خود خدا ہوتے (جیسے پادری برکت صاحب کا گمان ہے) تو آپ اپنی پرستش یعنی عبادت کا اعلان فرماتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی پرستش یعنی عبادت کا ہی اعلان فرمایا۔ دراصل مسیح علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ خدا کے مقرب بندے اور اس کے رسول تھے۔ اسی لئے آپ نے خدا کی عبادت کا ذکر فرما کر مدعی الوہیت مسیح کا منہ بند کر دیا۔

## میں تمام مسیحی پادریوں کو چیلنج کرتا ہوں!

کہ وہ انجیل سے کہیں بھی مسیح علیہ السلام کا یہ حکم دکھائیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میری عبادت کرو؟

لیکن ہرگز مسیح علیہ السلام کا ایسا حکم کہیں بھی نہیں دکھا سکیں گے۔ تو خدا سے ڈرو اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدایا خدا کا بیٹا بنا کر کتابوں تکم کو کیونکہ حقیقت میں خدا وہی ہو سکتا ہے جس کی عبادت کا حکم دیا گیا ہو۔ اور وہ واحد و شریک بھی ہو۔

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ جو لوگ مسیح مصلوب کی صلیبی موت کے منکر ہیں۔ انہوں نے یروشلم شہر میں جا کر یہودیوں سے ہرگز دریافت نہ کیا تھا کہ عیسیٰ مسیح مصلوب ہوئے تھے یا نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس انکار کی کوئی چشم دید شہادتیں موجود نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ پادری صاحب کا یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ جس سے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایک سازش ہے۔ اگر صلیبی موت کے منکر لوگوں کے پاس کوئی چشم دید شہادت نہیں ہے۔ تو میں بھی پادری صاحب سے اس دعویٰ پر دلیل طلب کرتا ہوں کہ کون ہی واقعہ کا عینی شاہد ہے؟ ایک بھی نہیں۔

مسیح نے لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دی گئی۔ لوقا، مرقس، یوحنا۔ پولوس۔ یہ وہ گواہ ہیں۔ جن میں سے ایک بھی اس واقعہ میں حاضر نہ تھا۔ تو یہ گواہی کس بات کی دیں گے۔ کیا آج کی عیسائی عدالتیں ایسی گواہی قبول کر لیتی ہیں کہ گواہ واقعہ میں موجود نہ ہو۔ اور اس کی گواہی قبول ہو جائے۔ ہرگز نہیں۔ اور یہ مسلم تاریخی واقعہ ہے کہ جب یہود مسیح علیہ السلام کو رقتار کرنے کیلئے گئے۔ تو رات کا وقت تھا۔ تو حواری سب بھاگ گئے تھے۔ اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (مرقس ۱۴-۵) مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (متی باب ۲۶: ۵۶) اور اسی طرح انجیل برناباس فصل نمبر ۲۱۶ میں لکھا ہے۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہود کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے اور یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں لپیٹا ہوا تھا۔ جاگ اٹھا اور بھاگا۔ اور جب ایک سپاہی نے اسے کتان کے لحاف کے ساتھ پکڑ لیا تو کتان کا لحاف چھوڑ کر نکلا بھاگ نکلا۔ غرض یہ کہ سب شاگرد مسیح علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور یہود کی شکل مسیح علیہ السلام کے مشابہ ہو گئی تھی۔ اور فرشتے خدا کے حکم سے مسیح (علیہ السلام) کو آسمان پر اٹھا کر لے جا چکے تھے۔ پس ان لوگوں نے یہود کو مسیح سمجھ کر لے



گئے تھے۔ جیسے اوپر پوری وضاحت کے ساتھ یہ سب کچھ بیان ہو چکا ہے۔  
پادری صاحب من گھڑت باتیں لکھ لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پادری  
برکت صاحب نے یہ تسلیم شہر میں جا کر یہودیوں سے دریافت کر لیا تھا کہ تم نے مسیح  
(علیہ السلام) کو صلیب دی ہے؟ مسیح علیہ السلام نے تو آسمان سے واپس آکر بھی اپنی  
والدہ اور شاگردوں کو بھی خبر دی تھی کہ میں نہیں مرا ہوں۔ بلکہ یہود آخر طوطی صلیب  
پر مرا ہے۔ لہذا پادری صاحب کے پاس مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کی چشم دید  
کوئی بھی شہادت موجود نہیں۔ خواہ مخواہ کتابوں کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں۔  
مسیح علیہ السلام کو خدا بھی مانتے ہیں اور خدا مان کر بھی خدا کو صلیب پر چڑھاتے  
ہیں۔ (توبہ استغفر اللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

خدا تو خود مرنے پر قادر نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق  
یہودی لوگ معاذ اللہ اپنے پیدا کرنے والے خالق کو صلیب پر پڑھا دے۔ ایسا عقیدہ  
تو کسی ممنوط الحواس انسان کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی عقل مند آدمی کے دل  
میں بھی ایسا باطل عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے۔



## مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔

پس تحقیق میں ایک دکھائی دینے والا آدمی اور مٹی کا پتلا ہوں۔ جو زمین پر چلتا اور  
تمام دیگر آدمیوں کی طرح فناء ہونے والا ہے۔ اور یہ کہ میری ایک ابتدا تھی۔ اور میرے لیے ایک  
انتہا ہوگی۔ اور تحقیق میں قدرت نہیں رکھتا کہ ایک کبھی کو بھی از سر نو پیدا کروں۔ کاہن نے  
بلند آواز سے کہا۔ اے یسوع ٹھہر جا۔ اس لئے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم جانیں کہ تو کون ہے  
اپنی قوم کی تسکین کے لئے۔ یسوع نے جواب دیا۔ میں یسوع مریم کا بیٹا ہوں۔ ایک مرے  
ہوئے آدمی داؤد کی نسل سے ہوں۔ اور اللہ سے ڈرتا اور یہ درخواست کرنا ہوں کہ زندگی  
اور عزت خدا کے سوا اور کسی کو نہ دی جائے۔ کاہن نے جواب میں کہا۔ مولیٰ (علیہ السلام)  
کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لئے مسیحا کو بھیجے گا۔ جو کہ ہمیں  
اللہ کے ارادہ کی خبر دے۔ آئیگا۔ اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائیگا۔ اس لئے ہم تجھ سے  
امید کرتے ہیں۔ کہ تو ہمیں بتا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیحا ہے جس کے ہم منتظر ہیں؟  
یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے۔ مگر میں وہ نہیں  
ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ اور میرے بعد آئے گا۔ کاہن نے جواب  
میں کہا ہم تیری باتوں اور تیری نشانیوں سے بہر حال یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ تو ضرور نبی اور  
اللہ کا قدوس ہے۔ اس لئے میں تجھ سے تمام یہودیہ اور نبی اسرائیل کے نام سے  
یہ امید کرتا ہوں کہ تو ہمیں اللہ کے واسطے یہ بتا دے کہ مسیحا کس کیفیت سے  
آئیگا؟ یسوع نے جواب دیا۔ اس اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری  
جان اسٹادہ ہوگی۔ کہ درحقیقت میں وہ مسیحا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے  
انتظار کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر وعدہ کیا ہے۔ کہ یہ  
میں تیری ہی نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دوں گا۔ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے  
اٹھالے گا۔ تب شیطان دوسری دفعہ ملعون فتنہ کو پھریوں اٹھائے گا کہ غیر منقح کو  
یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا۔ کہ میں یسوع اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا پس اس کے  
سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم تجس ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ قریب قریب میں مومن



بھی باقی نہ رہیں گے۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا۔ اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور جنوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا۔ اور شیطان سے اسکی وہ حکومت جیسی لینگا۔ جو اسے انسانوں پر حاصل ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لئے جو اس پر ایمان لائیں گے۔ اللہ کی رحمت لائینگا۔ اور جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا۔ وہ مبارک ہوگا۔ اور باوجود اس کے کہ میں اسکی جوتی کا قسم کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ درتہ حاصل کیا ہے۔ کہ اسکو دیکھوں۔ تب اس وقت کاہن نے حاکم اور بادشاہ سمیت یہ کہتے ہوئے جواب دیا۔ کہ اے یسوع اللہ کے قدوس تو اپنے دل کو پریشان نہ کر۔ اس لئے کہ یہ فتنہ ہمارے زمانہ میں دوسری دفعہ پیدا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم مغرب مقدس رومانی شیوخ کو ایک بادشاہی حکم صادر کرنے کے لئے لکھ دیں گے۔ کہ اب سے بعد کوئی آدمی تجھے اللہ یا اللہ کا بیٹا کہے۔ تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو تسلی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ ایک ایسا اللہ پیدا آنے والا ہے۔ جس میں تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے۔ مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے۔ جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا۔ اور اس کا دین پھیلے اور تمام دنیا میں عام ہو جائیگا۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) سے یوں ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے کہ اللہ اس کو درست و محفوظ رکھے گا۔ اس لئے کہ اہن نے حاکم سے خواہش کی کہ وہ اس سب معاملہ کو رومیہ کی مجلس شیوخ کے پاس لکھ بھیجے۔ پس حاکم نے ایسا ہی کیا۔ اس سبب سے مجلس شیوخ نے اسرائیل پر ترس کھایا اور ایک حکم صادر کیا کہ وہ ہر ایک کو جو یہود کے نبی یسوع نامی کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہے منع کرتی اور اسے موت کا دھوس دیتی ہے۔ تب یہ فرمان بیکل کے ان رتائے کی سختی پر کھوڑ کر نکالا دیا گیا۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۹۷-۹۸)

## یہودیوں کی مسیح علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ

کاہنوں کے سردار نے کہا۔ میں تجھ سے محض اسی بات کو پوچھتا ہوں۔ اور تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ پس تو ہم کو بتا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ بیٹا کوئی تھا (یعنی قربانی کے لئے) یسوع نے جواب دیا۔ اے اللہ تیرے شرف کی غیرت مجھ کو بھڑکا دے اور میں چپ نہ ہو سکوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا اسماعیل ہی ہے۔ جسکی اولاد سے مسیحا کا آنا واجب ہے۔ کہ اسی کے ورود سے زمین کے تمام قبیلے برکت پائیں گے۔ ۸۱ پس جب کہ کاہنوں کے سردار نے اس بات کو سنا وہ غصہ سے بھر گیا۔ اور چیخا کہ ہمیں اس فاجر کو سنگسار کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسماعیلی ہے۔ اور اس نے موسیٰ اور اللہ کی شریعت پر کفر کیا ہے۔ تب دو ہی کاہنوں اور فریسیوں اور قوم کے شیوخ میں سے ہر ایک نے پتھر اٹھا لئے۔ تاکہ یسوع کو سنگسار کریں۔ تو وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گیا۔ اور ہیکل سے نکل آیا۔ (۱۰) پھر اس وجہ سے کہ ان لوگوں کو یسوع کے قتل کرنے کی خواہش میں دشمنی اور کینہ نے اندھا کر دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے یہاں تک کہ ہزار آدمی مر گئے اور انہوں نے مقدس ہیکل کو ناپاک کیا۔ (انجیل برنباس فصل ۱۰۷)



## پادری برکت اسے خان کا منافقہ طرہ تھی

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض مسیحی پادریوں نے قرآن مجید پر اعتراض کیے اور پیغمبر اسلام پر افسا سلام پر بھی کئی طرح کے اعتراضات کئے ہیں۔ اور علماء اسلام نے ان اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔ لیکن پادری برکت صاحب نے جو بہشت کے متعلق قرآن مجید کی آیتوں کا ذکر کیا ہے۔ منافقانہ رنگ اختیار کیا ہے۔ اور قرآن مجید کی آیتوں کا انکار کی بجائے میں مفاق اڑایا ہے۔ شاید پادری صاحب اپنے سو کسی اور عالم کو جاہل ہی تصور کرتے ہیں۔ کہ ان کی آن چال بازیوں کو کوئی جانتا ہی نہیں؟

اب آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ مسلم علماء و شش و پنج ہیں۔ توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تو آپ خدا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھیں کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ تو ہر طرف سے توہین کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید کی توہین کے اس طرح مرتکب ہوئے کہ قرآن نے صاف صاف اعلان فرما دیا۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ تو صلیب دیئے گئے اور نہ ہی قتل کیئے گئے۔ بلکہ وہ آسمان پر اٹھا لیئے گئے۔ آپ نے اس اعلان کا انکار کیا۔ اور قرآن مجید نے فرمایا۔ سورۃ قل شریف میں ترجمہ :- اللہ ایک ہے۔ اللہ نے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ واسطے اس کے کوئی زلمی کرنے والا۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ کہ کوئی شے اس کی مثل نہیں یعنی اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اور بے نظیر ہے۔ لیکن آپ اس کا بھی انکار کر کے کفر میں داخل ہو گئے اور قرآن مجید کی توہین کے مرتکب ہو گئے۔ اس لئے کہ آپ نے خدا کے بندے اور اس کے رسول کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ بلکہ خدا ہی بنا دیا۔ اور دوسری صحیح انجیل برنبا س کا بھی انکار کر دیا کیونکہ برنبا س نے قرآن مجید کے مطابق سب کچھ لکھا ہے۔ جو ادھر پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ یوحنا نے بھی اسی طرح مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے لکھا کہ میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے بھیجے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے ڈھونڈ گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آ سکتے۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ (۱۴)

۱۔ رنہ۔ آپ نے بھی اپنی کتاب ص ۵ پر لکھا ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا۔ تمہارا دل نہ ٹھہرائے تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ مجھ پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہہ دیتا۔ کیونکہ میں جاتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں جا کر تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ تو پھر اگر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا۔ تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو۔ (انجیل یوحنا ۱۴-۱۳) پادری صاحب نے بھی خود اس بات کا اقرار کر لیا۔ کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور دوبارہ آنے کا بھی وعدہ فرمایا۔ صلیب وغیرہ کا کوئی ذکر آپ نے نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر نہیں چڑھے۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیئے گئے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ پادری برکت صاحب کو اپنی لکھی ہوئی تحریک بھی یاد نہیں رہتی۔ شاید پادری صاحب کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ آپ جناب نے سب اناجیل کا انکار کر دیا۔ اس طرح آپ اناجیل کی توہین کے مرتکب ہو گئے کہ برخلاف اناجیل حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا۔ ثابت ہوا۔ کہ آپ قرآن مجید اور اناجیل سب الہامی کتابوں کے منکر ہیں۔ پھر کس بل بوتے پر آپ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور علماء و متقی پرستش و پنج میں ہونے کا الزام لگاتے ہیں؟ جبکہ آپ اپنی کتابوں سے ہی ناواقف ہیں۔ پھر آپ کو کہاں حق پہنچتا ہے کہ مسلم علماء کی توہین کے مرتکب ہوں؟ اور ان کے حق میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت کریں؟ جو کسی طرح بھی برداشت نہیں کئے جا سکتے۔





## پادری برکت کی جہالت کا ثبوت

پادری صاحب اسی کتاب کے ص ۱ پر لکھتے ہیں۔ جب اللہ فی جسم خاک سے نمک میں مل جاتا ہے۔ تو انسانی روح عالم ارواح میں جاتا ہے۔ پھر ہر انسان روز قیامت یعنی یہ آخری روح میں زندہ کیا جائیگا۔

ناظرین ص ۱۷:۔ غور فرمائیں کہ پادری صاحب مفسد۔ تو بن گئے۔ لیکن جس کو اتنا علم ہی نہیں کہ انسانی روح مذکور ہے یا مؤنث۔ حقیقت یہ ہے۔ انسان کی روح مؤنث ہے۔ آپ نے مذکور بنا کر کتاب میں لکھا کہ انسانی روح عالم ارواح میں جاتا ہے۔ اور آپ جناب اس بات سے بھی جاہل ہیں کہ روح کہاں جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندے کی روح کبھی نہیں مرقی۔ اور نیک آدمی کی روح علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم میں رہتی ہے۔ اور کفار کی روح جحیم یا نار یا چاہ دوزخ میں رہتی ہے۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ انسانی روح عالم ارواح میں جاتا ہے۔ پس پادری صاحب کی جہالت کا یہ زبردست ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ من گھڑت باتوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ میں پادری صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ہر انسان روز قیامت اسی روح میں زندہ کیا جائیگا۔ روح بغیر جسم کے کیسے زندہ ہوگی؟ روح تو ایک لطیف چیز ہے۔ جو کسی کو نظر ہی نہیں آسکتی۔ جو بغیر بدن کے انسان کیسے زندہ ہوگا؟ پہلے بدن کو تو۔ آپ نے فنا کر دیا۔ اور دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر نہ سمجھا۔ پھر ص ۱۷ پر لکھتے ہیں یوم آخر میں مردے جی اٹھیں گے۔ تو انسانی روح کو دوبارہ ایک جسم عطا کیا جائیگا۔ جو خاکی اور نفسانی نہ ہوگا۔ یہ جسم فرشتوں کی مانند ہونگے۔ پھر لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اور عدالت ہوگی۔ یہ پادری صاحب کی ڈبل جہالت ہے جو اتنی عقل بھی نہیں رکھتے۔ کہ فرشتے تو پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ اگر فرشتوں جیسا اس روح کو جسم ملے گا تو عدالت کیسے ہوگی۔ فرشتوں نے تو کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ ۱۔ پادری برکت صاحب تیری عقل کدھر گئی۔ جب تک وہ بدن حاضر نہ ہوگا جس سے انسان نیک و بد کا

کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزا و سزا کس کو دے گا؟ اور انصاف کیسے ہوگا؟ جس بدن سے سوال و جواب سزا و جزا کا حساب لیا جائیگا۔ اس بدن کو تو آپ فنا کر چکے ہیں۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اس بدن کو زندہ نہیں کر سکتا۔ معاذ اللہ یہ تو اللہ کی قدرت کا انکار ہے۔ جو کافر لوگوں کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ پادری برکت صاحب نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ بدن وہی ہوگا۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے۔ تاکہ ہر شخص اپنے ان کاموں کا بدلہ پائے۔ جو اس نے بدن کے وسیلہ سے کئے ہوں۔ خواہ بھلے ہوں۔ خواہ برے۔

ناظرین ص ۱۷:۔ دیکھا آپ نے پادری برکت صاحب کیسے بدحواس ہو رہے ہیں۔ کیونکہ کسی جگہ تو لکھتے ہیں کہ انسانی روح خاک میں مل جاتا ہے۔ کسی جگہ روح کو مؤنث کی بجائے مذکر بنا دیتے ہیں اور کسی جگہ روح کو فرشتوں جیسا پاک بدن عطا کر رہے ہیں۔ اور کسی جگہ صرف روح سے ہی بغیر بدن کے زندہ کر رہے ہیں اور کسی جگہ پھر اسی بدن کا اقرار کر رہے ہیں جس کا پہلے انکار کر چکے ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ پھر لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے۔ اب پادری صاحب ہی اس بات کا فیصلہ کر کے بنا سکتے ہیں کہ روز قیامت لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے یا مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جائیں گے؟ میرے خیال میں اس قسم کے متضاد بیانات وہی شخص کتاب میں تحریر کر سکتا ہے جس کے حواس قائم نہ ہوں۔ یعنی مضبوط الحواس ہو۔ پھر کس بل بوتے پر کتاب میں پادری صاحب لکھتے ہیں کہ جن باتوں کی سمجھ نہ آئے۔ وہ اہل کتاب مسیحی علماء سے پوچھ لینے میں قرآن کی مخالفت نہیں نہ کوئی حرج ہے۔ کیونکہ یہ حکم قرآن میں درج ہے۔ اور سورۃ یونس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ حکم قرآن مجید میں درج تو ہے۔ لیکن پادری صاحب



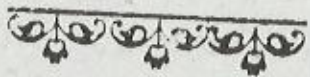
اس حکم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس سے مراد آپ جیسے ممنو طہ انداز عالم نہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام جیسے عالم مراد ہیں۔ جو تورات کے عالم تھے۔ اور انہوں نے توریت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مکمل ہوئی دیکھی اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان کے مطابق دیکھ کر اسلام لے آئے تھے۔ اور ان کے ساتھی بھی ان کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کا کلمہ دل و جان سے پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ جو تورات کی حقیقت کو جانتے تھے۔ اور قرآن مجید کو دل و جان سے برحق مانتے تھے۔ آپ تو قرآن مجید کی وہی آیتیں صحیح مانتے ہیں۔ جو مسیح علیہ السلام کی شان میں ہیں۔ باقی سب قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور طرز الکتاب میں درج کرتے ہیں۔ لہذا اس آیت میں مسیحی علماء کا کوئی ذکر تک نہیں صرف پہلے علماء کا ذکر ہے۔ جو تورات کے ماہر تھے۔ آپ جیسے خود پسند نہیں جو دوسرے علماء کو جاہل ناخواندہ خدا کے باغی تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ اپنی کتابوں سے ہی بے خبر ہیں۔ تو پھر آپ کو دوسرے علماء پر نکتہ چینی کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ میں نے اوپر انجیل سے ثابت کیا ہے کہ بدن یہی ہو گا جس سے حساب لیا جائے گا کیونکہ اسی بدن سے انسان نیک و بد کام کرتا ہے اور اب میں صحیح انجیل سے کچھ اور حوالے نقل کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہو گا کہ یہی بدن جنت میں بھی جائے گا۔ جن آدمیوں نے اسی بدن سے نیک اعمال کئے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے:- پطرس نے کہا آیا ہمارا یہ بدن جو کہ اس وقت ہے یہی جنت میں جائیگا؟ یسوع نے جواب دیا۔ اے پطرس تو اس بات سے ڈرنا رہ تو کہیں صدوقی نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ صدوقی کہتے ہیں کہ جسم بھی نہ اٹھیکگا اور یہ کہ فرشتے بھی نہیں پائے جاتے۔ اسی لئے ان کے بدن اور روح پر جنت میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے۔ اور دراصل دنیا میں فرشتوں کی ہر خدمت سے محروم ہیں۔ آیاتم لوگ ایوب اللہ کے بنی اور خلیل کو بھول گئے۔ کہ وہ کیونکر کہتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرا اللہ زندہ ہے۔ اور یہ کہ میں آخرت کے دن میں اپنے بدن کے ساتھ اٹھوں گا اور اپنی آنکھ

سے اللہ اپنے خلاصی دینے والے کو دیکھوں گا۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱۱)۔ (اور مسیح علیہ السلام نے فرمایا) پس میں کہتا ہوں کہ آیا اس حالت میں یہ انصاف کی بات ہے۔ کہ اکیلا نفس جنت میں جائے بغیر اس جسم کے جس نے اپنے آپ کو اللہ کی خدمت میں اس قدر تھکایا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام نے پطرس کو فرمایا۔ پس اگر تو نے اللہ کی رحمت کو بدن سے نکال بھینکا۔ تو نفس پر جہنم میں پڑنے ہی کا حکم لگا دیا۔ (۱) پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے۔ اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اگر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے۔ کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا بدن جہنم میں نہ جائے۔ (انجیل متی باب ۵ آیت ۲۰)

(۲) جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور روح کو قتل نہیں کر سکتے ان سے نہ ڈرو بلکہ اسی سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے (متی ۱۰) اور فرمایا پس اس صورت میں اگر بدن جنت میں نہ جائے گا تو کونسی چیز ہے۔ جو جنت کے کھانے کھائے گی؟ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱۱) پس مسیح اور انجیل سے اس بات کا مکمل طور پر فیصلہ ہو گیا۔ کہ ہر صورت اللہ تعالیٰ انسان کو اسی بدن سے زندہ کرے گا۔

حساب لے گا۔ اور اچھے اعمال کرنے والوں کو اسی بدن اور روح سے جنت میں داخل کرے گا۔ لہذا پادری صاحب کا دعویٰ باطل ہو گیا کہ یہ بدن فنا ہو جائے گا۔ اور فرشتوں جیسا بدن عطا کیا جائے گا۔





## پادری برکت صاحب نے علماء حق کا مذاق اڑایا

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مسلم علماء بجا رہے بڑے شش و پنج میں ہیں۔ اگر وہ کتاب مقدس کی ساری باتوں کو حق تسلیم کریں تو قرآن مجید کی صداقت پر بوجھ پڑتا ہے اور اگر قرآن مجید کی باتوں کو برحق تسلیم کریں تو کتاب مقدس یعنی سابقہ کتب کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بچارے مجبور ہیں۔ بچارے کس کو مانیں کس کو رد کریں۔ دبی دبی زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ سابقہ کتب پر ہمارا ایمان ہے (کتاب قیامت اور زندگی ص ۲۶۷) ناظرین کرام غور فرمائیں۔ پہلے تو پادری صاحب مسیح علیہ السلام کو روح القدس سے معلوم کر کے عیب کی خبریں بتاتے تھے۔ لیکن پادری صاحب خود بخود عالم الغیب بن گئے۔ اور مسلم علماء کی دل کی باتیں بتانے لگے۔ جناب پادری صاحب یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے ہم لوگ ہرگز شش و پنج میں نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان اس قدر مضبوط ہے۔ کہ قرآن شریف کی صداقت پر ہمیں کبھی شبہ تک بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس لئے سابقہ کتابوں میں سے جس کتاب کے احکامات قرآن شریف کے مطابق ہونگے۔ ہم اس کو دل و جان سے صحیح مان کر تسلیم کریں گے۔ جو کتاب قرآن کے مخالف ہوگی۔ اس میں مزور تحریف ہو چکی ہوگی۔ اس لئے تحریف شدہ کتابوں کو ہم کیسے صحیح مان لیں اور قرآن مجید اور صحیح انجیل بنیاس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے سابقہ کتابوں کی تحریف کا ثبوت اوپر دیا جا چکا ہے۔ لہذا ہم سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ان کی صحیح اور غیر تحریف شدہ کتابوں کو دل و جان سے صحیح مانتے ہیں۔ اور جن کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا کہا گیا ہے یا مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا لکھا گیا ہے۔ ہم ایسی کتابوں کو کبھی بھی نہیں مان سکتے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ اگر آپ قرآن مجید کو نہیں مانتے تو آپ نے اپنی کتاب "قیامت اور زندگی" کے پہلے ہی صفحہ پر قرآن مجید کی آیت کیوں لکھی ہے؟ اور وہ عیسیٰ، قیامت کی نشانی ہے اور بھی بہت سے قرآن مجید کی آیتوں کے حوالے اپنی کتاب میں دیئے ہیں۔ گویا کہ۔

انہوں نے اپنی تسلی کے لئے قرآن مجید کی آیتیں نقل کی ہیں۔ جو ہمارے نبی پاک جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ کیا مسلم علماء کو دھوکا دینے کے لئے یہ قرآن مجید کی آیتیں نقل کی ہیں۔ جو آپ کے مطلب کی ہیں؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں پر آپ ایمان لاتے ہیں۔ اور باقی سارے قرآن مجید کا انکار کر کے آپ کفر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر پادری صاحب قرآن مجید کو دل سے سچا مانتے ہیں۔ تو میں پادری صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ جو کلام جناب مسیح علیہ السلام نے والدہ ماجدہ کی گود میں فرمایا تھا اور صاف صاف لفظوں میں ارشاد کیا تھا۔ کہ اے اللہ! میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جیسے پوری وضاحت کے ساتھ اوپر بیان ہو چکا۔ کیا وہ قرآن مجید میں شامل نہیں ہے؟ اور جو قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ نہ (وہ عیسیٰ علیہ السلام) صلیب چڑھے گئے اور نہ وہ قتل کئے گئے۔ بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کیا وہ قرآن مجید میں شامل نہیں؟ ان آیات قرآنی کو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ آپ قرآن مجید کی وہ آیتیں مانتے پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ جو آپ کے مطلب کو پورا کرتی ہیں۔ حالانکہ مضاف جب مسیح علیہ السلام کی شان بیان کرتے ہیں تو قرآن شریف کی آیتوں سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحریف اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ پھر قرآن مجید کی دوسری آیتوں کا انکار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جن میں آپ نے صاف طور پر اعلان فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔



حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے تین دن کیلئے رخصت کر دیا میں  
اپنی والدہ اور شاگردوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تھے (اور پھر آسمان پر چلے گئے)  
لہذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ وہ اس کو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں اور شاگردوں  
کو دیکھ آئے۔ تب اس وقت رحمن نے اپنے چاروں نزدیک فرشتوں کو جو کہ جبریل، میکائیل اور  
رافائیل اور اویل ہیں حکم دیا کہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لے جائیں۔ اور یہ کہ متوازی  
تین دن کی مدت تک وہاں اسکی نگہبانی کریں۔ اور سوا ان لوگوں کے جو اس کی تعلیم پر ایمان لائے  
ہیں اور کسی کو اسے نہ دیکھنے دیں۔

پس یسوع روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جس کے اندر کنواری مریم مع اپنی دونوں  
بھینوں اور مرثا اور مریم مجدلیہ اور لعازر اور اس کے بھائی اور یوحنا اور یعقوب اور یوس  
کے مقیم تھے۔ تب یہ سب خوف سے بہوش ہو کر گر پڑے۔ گویا کہ وہ مردے ہیں۔ پس یسوع  
نے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا۔ تم نہ ڈرو اس لئے کہ میں ہی  
یسوع ہوں اور نہ روؤ۔ کیونکہ میں زندہ ہوں۔ نہ کہ مردہ۔ یسوع نے اپنی ماں سے  
گئے مل کر کہا۔ کہ لے ماں تو مجھے سچا مان کیونکہ تجھ سے سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں  
ہرگز نہیں مرا ہوں۔ (مسیح علیہ السلام نے) ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی۔ جنہوں  
نے اعتقاد کیا تھا۔ کہ وہ (یسوع) مکر پر مبنی اٹھا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ آیا تم مجھ کو اور اللہ  
دونوں کو مھوٹا سمجھتے ہو؟ اس لئے کہ اللہ نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ  
کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں۔ جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے۔ پس میں تم سے سچ کہتا ہوں  
کہ میں نہیں مرا ہوں۔ بلکہ یہود خائن مرا ہے۔ اور یسوع اس کے بھائی متوجہ  
ہوا اور کہا لے برناباس! تجھ پر واجب ہے کہ تو ضرور میری انجیل اور وہ (حال) لکھ جو کہ  
میرے دنیا میں رہنے کی مدت میں میرے بارے میں پیش آیا۔ اور وہ بھی لکھ جو یہود پر  
واقع ہوا۔ تاکہ ایمان داروں کا دھوکا کھانا زائل ہو جائے۔ اور ہر ایک حق کی تصدیق کرے  
اس وقت اس کے بھائی نے جواب دیا۔ لے معلم اگر خدا نے چاہا تو میں اسکو فرد رکروں  
گا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ یہود کو کیا پیش آیا۔ اس لئے کہ میں نے سب باتیں نہیں

دیکھی ہیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ یہاں یوحنا اور پطرس ہیں۔ جن دونوں نے ہر چیز دیکھی  
ہے۔ پس یہ دونوں تجھ کو تمام واقعات کی خبر کریں گے۔ اور تیسرے دن یسوع نے کہا کہ  
تم لوگ میری ماں کے ساتھ زیتون پہاڑ پر جاؤ۔ اس لئے میں وہیں سے آسمان پر بھی چڑھ  
جاؤں گا۔ اور تم اس کو دیکھو گے۔ جو کہ مجھے اٹھا کر لے جائیگا۔ پس سب پہاڑ پر گئے۔  
(حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا) لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان سب چیزوں  
کے لئے جھکو تم نے دیکھا اور سنا ہے۔ میرے گواہ رہو۔ اور یہ کہنے کے بعد اللہ سے مومنوں  
کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید (توبہ ایمان) کے لئے دعا کی۔ پس جبکہ دعا ختم ہو گئی۔  
اس نے یہ کہتے ہوئے۔ اپنی ماں کو گئے لگایا لے میری ماں تجھ پر سلامتی ہو۔ تو اللہ پر  
توکل کر جس نے تجھ کو اور مجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف  
یہ کہتا ہوا متوجہ ہوا۔ اللہ کی نعمت اور اس کی رحمت تمہارے ساتھ رہے۔ پھر اسکو چاروں  
فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔ (اصلی اور صحیح انجیل  
برناباس فصل نمبر ۲۱۹ - ۲۲۰ - اور ۲۲۱) اور یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد اسرائیل  
اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراکندہ ہو گئے۔ رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا۔  
اس کو باطل نے دبا لیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے۔ پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ  
نے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں۔ یہ بشارت دی کہ یسوع مر گیا۔ اور  
وہ جی نہیں اٹھا۔ اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ درحقیقت مر گیا۔ پھر جی اٹھا۔ اور  
ادروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے۔ اور اہی  
لوگوں کے شمار میں بولیں نے بھی دھوکا دیا۔ اب رہے ہم تو ہم شخص اسی کی منادی کرتے  
ہیں۔ جو کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے۔ کہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ تاکہ آخر دن میں  
جو اللہ کی عدالت کا دن ہوگا۔ چھٹکارا پائیں۔ آمین۔ (انجیل برناباس فصل نمبر ۲۲۲)



## پادری صاحب دینی سرگرمیاں

کے عنوان سے لکھتے ہیں

مذہبی تحقیقات کے بارے میں بھی انہوں نے مسیحیت کے اصولوں کو بہتر پایا اور دلی عقیدت سے قبول کیا ہے۔ انسانوں کے آرام و مفاد کی خاطر اگر ہماری جانی قربانی سے کوئی جدید معلومات حاصل ہو جائیں تو اس سے بہتر زندگی کا اور کوئی بڑا مقصد حیات نہیں۔ کیونکہ دوسروں کے مفاد کی خاطر کفارہ کی روح میں قربانی کی زندگی بسر کرنا مسیحی زندگی کا مقصد حیات ہے۔ اور کفارہ کی روح میں محبت و قربانی اور جانثاری کا جذبہ اور فلسفہ تعلیم انہوں زندہ مسیح مصلوب کی زندگی اور جانثاری کے نمونہ اور انجیلی تعلیمات سے حاصل کیا ہے۔ مسیحیت دوسروں کی مدد اور دوسروں کے مفاد اور بہتری کے لیے کچھ کر دکھانے کا نام اور دوسروں کو فیض رسانی ہے۔ کتاب قیامت اور زندگی ص ۱۲۸ پادری صاحب نے امریکہ، کینیڈا، اسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ کا ذکر کیا اور مسیحی لوگوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ لیکن عملی طور پر کیا ہو رہا ہے؟ موجودہ جنگ کا نقشہ دیکھ لیجئے۔ شہری آبادی پر زبردست بمباری، بچے عورتیں بوڑھے بیمار کردہ انسانوں پر وحشیانہ بم برسائے جا رہے ہیں۔ کیا یہی انجیلی فلسفہ ہے؟ کیا یہی انسانوں کے آرام اور مفاد کی خاطر ہو رہا ہے؟ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یہی تعلیم ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے قویٰ پایا تھا کہ جو کوئی تیرے واسطے کال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر ناپیش کرے تیرا کرتا لینا چاہیے۔ تو چغہ بھی ایسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیچار میں لے جائے۔ اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے۔ اسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے۔ اس سے منہ نہ موڑ۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے بڑوسی سے محبت رکھو اور اپنے دشمن سے عداوت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا

کو (انجیل متی ۵) فرمایا۔ جناب مسیح علیہ السلام نے کسی بدی کا بدلہ بدی ہی سے نہ دو۔ کیونکہ یہ وہ کام ہے۔ جس کو تمام حیوانوں میں سے بہت ہی بڑے حیوان کرتے ہیں۔ لیکن تم بدی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دو۔ جو لوگ تم سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے اللہ سے دعا مانگو۔ اگ اگ ہی سے نہیں بچائی جاتی بلکہ پانی سے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بدی پر بدی کے ذریعے سے غالب نہ آؤ۔ بلکہ نیکی کے وسیلہ سے۔ (انجیل برنباس فصل ۱۸)

## ظالم امریکی صدر ریش کی جارحیت

امریکہ صدر ریش نے عراق کی شہری آبادی پر حملوں شہری آبادی پر بمباری جو حکم دے کر گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے (نور و وقت) بچوں کے قتل اور ماؤں کے آنسوؤں کا انتقام لیا جائے گا۔ بغداد ریڈیو (نوائے وقت) ۱۲/۴/۱۹۹۱ اسی طرح ہر روز اخباروں میں شہری بمباری کے متعلق خبریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ ان شہری مظلوم لوگوں کا کیا تصور ہے؟ کیا یہ دوسروں کی مدد کے مفاد اور بہتری کے لیے سب کچھ ہو دیا ہے؟ اور کیا یہ ظلم و ستم دوسروں کو فیض پہنچانے کیلئے فیض رسانی ہے؟ جیسا آپ نے کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ کیا جناب مسیح علیہ السلام کی یہی تعلیم ہے۔ نہیں بلکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے برعکس ہو رہا ہے۔ اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کو دولت اور حکومت اس لیے دے رکھی ہے کہ عزیز مظلوم اللہ کی مخلوق پر وحشیانہ بمباری کی جائے اور کیا یہ ظالم ریش اور اس کے ساتھ اتحاد کرتے والے یہود اور نصاریٰ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش نہیں ہونگے؟ یقیناً قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے بدلہ لے گا۔ اور جہنم کی آگ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے گا۔ جو کبھی بچھنے والی نہیں ہے۔

پادری صاحب اسی کتاب کے حصہ ۳ پر لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعلقات استوار رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ کتاب مقدس کی بہت سی باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ پادری صاحب کے اس کلام سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی حضرات یہودی لوگوں سے بھی دوستانہ تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے عقیدے



کے مطابق یہودی ظالم لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر لٹکادیا۔ اور آپ کی شان میں بے ادب اور گستاخ الفاظ استعمال کئے اور اسی ہی نازیبا حرکتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ لیں۔ کہ جن کو لکھنے کے لیے میرا قلم کانپتا ہے۔ (دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۰-۳۱) پھر بھی مسیحی پادری جناب برکت صاحب ان ظالم یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کے لیے اہل اسلام کو ہدایت فرما رہے ہیں۔ نوبہ استغفر اللہ۔ اہل اسلام تو کبھی بھی ایسے گستاخ لوگوں سے تعلقات استوار رکھنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔ جو انبیا و کرام میں سے کسی ایک نبی کی توہین کے بھی مرتکب ہوں۔ ہم ایسے بے ادب گستاخ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ کو ہی برداشت ہو سکتی ہے۔ خدا جانے آپ کی مذہبی غیرت کو صدمہ ہو گا؟ کیونکہ آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ذلت کے ساتھ رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ اور جناب مسیح علیہ السلام کو سنگسار کرنے کے لیے سب یہودی لوگوں میں سے ہر ایک نے پتھر اٹھائے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو ان کی نظروں سے غائب کر دیا تھا۔ اور وہ صحیح سلامت ہیکل سے نکل آئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ یہودی ظالم آپ کو سنگسار کر دیتے (دیکھو انجیل برناس فصل ۲۸) جیسا کہ اوپر یہ معنون تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیحی پادری برکت صاحب ان ظالم یہودی لوگوں سے اس قدر محبت کا اظہار کیوں کرتے ہیں؟ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہودیوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک نہیں کیا گیا تھا جس سے وہ اسلام قبول کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائی حضرات نے اگر ان سے حسن سلوک کیا تھا۔ تو پھر یہودی لوگوں نے مسیح کو کیوں نہ قبول کیا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان کیوں نہ لائے۔ بلکہ ان کو ذلت کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے اور آپ کو مجبوراً لکھنا پڑا کہ اسرائیلیوں کا ایک الگ مذہب ہے۔ جب ان کا مذہب الگ ہے۔ تو پھر آپ کا یہودیوں سے کیا تعلق رہ گیا؟ جبکہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ظالمانہ ذلت آمیز سلوک کیا تھا۔ حالانکہ یہودی ظالم لوگوں نے حضرت ذکریا علیہ السلام کو جھوٹی ناک تہمت لگا کر آرسے سے چیر ڈالا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی شہید کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہ کو سببی اسرائیل پر مسلط کیا۔ اور حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ کے خون کے عوض میں شہر نزار یہودی قتل کر دیئے گئے اور مسیح علیہ السلام فراتے ہیں کہ دس ہزار نبیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (دیکھو انجیل برناس فصل نمبر ۱۸)

## پادری برکت صاحب کی غلط فہمی

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کا بھی اسرائیلی نبیوں پر ایمان ہے۔ اور ان کی تعلیمات اور اسرائیلی عظیم نبی بزرگ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بغیر ان کا گزارہ نہیں (صفحہ ۱۲) یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اہل اسلام سب نبیوں کو برحق مانتے ہیں اور انکی شریعت کو بھی برحق مانتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے اہل اسلام پابند نہیں ہیں۔ ہم اہل اسلام صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پابند ہیں۔ کیونکہ آخری شریعت آفری بنی پاک ہمارے عظیم بزرگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی شریعت ہے اور نہ کوئی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ سکتا ہے۔ لہذا ہم اہل اسلام صرف شریعت محمدی کے پابند ہیں۔ جو ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔

## حضرت عیسیٰ بھی شریعت محمدی کے تابع ہونگے

اور جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے۔ تو وہ بھی شریعت محمدی کے مطابق لوگوں کو حکم دیں گے۔ اور خود بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل فرمائیں گے۔ اپنی شریعت کو دخل نہیں دیں گے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب ہے۔ جبکہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔ وہ عدل کرنے والے حکم ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ کو معاف کر دیں گے۔ مال تقسیم کریں گے اتنا کہ اس وقت مال بیضی طلا ہی کوئی نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے۔ اور ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ دو صاحبزادے ایک کانام محمد اور دوسرے کانام موسیٰ ہوگا۔ اور دنیا میں ۴۵ سال تک



رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ اور میری قبر (شریف) میں میرے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔ اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی قبر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے۔ جیسے پہلے پھٹلے میں بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

شاہنشاہ کرام :- جناب پادری صاحب نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے آنے کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کتاب کے صک پر موجود ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے۔

## آسمانی آمد ثانی مسیح خداوند

جناب پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح نے یوم عدالت کے بارے میں فرمایا کہ جب ابن آدم (مسیح خداوند) اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے۔ تب وہ جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ یہ تو پادری صاحب نے اپنے عقیدہ کے مطابق قیامت کے دن کا ذکر فرمایا ہے جو جزا و سزا کا یوم حشر ہے۔ لیکن جناب مسیح علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے تشریف لائیں گے۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ پادری صاحب نے مسیح علیہ السلام کے آسمان سے آنے اور دنیا میں ۴۵ سالہ زندگی گزارنے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ غیر متعلق باتوں سے دو صفحے بھر دیئے ہیں۔ اور اصل موضوع کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکے۔ پھر سرخی لکھنے کا کیا فائدہ؟ تین سالہ آپ کی زندگی کے حالات تو اپنے عقیدہ کے مطابق پادری صاحب نے لکھ دیئے۔ مگر ۴۵ سال کی زندگی جناب مسیح علیہ السلام کی سے بے خبر ہیں۔ جس میں ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور مان جائیگے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ لیکن اس وقت کے اہل کتاب مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ آج کل کے اہل کتاب یہود اور نصاریٰ تو قوم ہی رہیں گے۔

## یہود اور نصاریٰ ایک جان میں

پادری برکت اے خان صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہودی اور عیسائی حضرات ایک ہیں۔ صرف نام کی دو قومیں ہیں۔ حقیقت میں ایک ہیں۔ اور آج کی اس جنگ سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ واقعی یہود اور نصاریٰ آپس میں دوست ہیں۔ جبکہ سب یہود اور نصاریٰ حکومتیں ایک جان ہو کر مسلمانوں کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکی ہیں۔ قرآن مجید نے تو پہلے سے ہی واضح کر دیا تھا کہ یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ لیکن میں تو حیران اس بات سے ہوں کہ مسیحی حضرات اور پادری صاحب یہ کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا سلوک کیا ہے؟ اب میں انجیل سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں۔ (یہودی) سردار کاہن نے اس سے کہا۔ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ تو ہم سے کہہ دے۔ یسوع نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر کیا ہے۔ اب ہم کو گواہوں کی کیا حاجت رہی۔ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ وہ قتل کے لائق ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے نلے مارے اور بعض نے طمانچہ مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک) کس قدر افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ جناب پادری برکت صاحب ایسے بے ادب گستاخ یہودی لوگوں کی حمایت میں معفون لکھ کر مسیح علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا درس دیتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ تو بہ استغفر اللہ۔



حالانکہ اس کتاب کے ۳۶ پر بھی لکھتے ہیں کہ اسرائیلیوں کا ایک الگ مذہب ہے۔ لیکن مسیحی دنیا اسرائیلیوں کی مقدس کتابوں سے نفرت نہیں کرتی۔ لیکن یہاں یہ سوال نہیں بلکہ نبوت کی توہین کا سوال ہے۔ چونکہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بنی اور رسول ہیں۔ ان کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔ پھر اس کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ اور جس قسم کا سلوک یہودی ظالم جاہل لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا ہے۔ وہ بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ میں نے تو صرف ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ اور بھی انا جیل سے ایسے کئی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ تعجب کی بات تو صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمنوں سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ کیوں جناب مسیح علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے کا اعلان کرتے ہیں؟ اس بات سے ہی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ ایک جان دو قالب ہیں۔ پھر مسیح علیہ السلام کی تعریف کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہے؟ دراصل دینی کتابوں سے آپ ناواقف ہیں۔ اور غلط مسائل لکھ کر آپ مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے۔ آخر روز قیامت خدا کے حضور حاضر ہو کر کیا جواب دیں گے؟ حالانکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ لوگ روز قیامت مسیح کے تحت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ تو پھر آپ حضرت مسیح کو کیا جواب دے سکیں گے؟



یہ سرخی اخبار "پاکستان" ۲۳ فروری ۱۹۹۱ء کی ہے۔  
**کہ۔ عراق والو تمہارا خدا مدد کو نہیں آتا تو عیسیٰ کو پکارو**  
 جو امریکہ کے خلاف کھڑا ہے۔ اس کا ساتھ دینا ہوگا۔ کسی شیخ اور مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں۔ جس مٹی کو مسلمان چومتے ہیں وہ یہودیوں کے قدموں تلے ہے۔ غزہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا خطاب غزہ یونیورسٹی فلسطین کے وائس چانسلر پروفیسر شیخ ہاکیم صیام نے املت کیا کہ یہودی جو میزائل عراق پر چھوڑتے ہیں۔ ان پر لکھا ہوتا ہے کہ اگر آج تمہارا خدا تمہاری مدد کو نہیں آتا۔ تو عیسیٰ کو پکارو۔

## غضب الہی بر گردن یہودی اور عیسائی

آج طاقت کے نشتر میں یہود اور نصاریٰ جو چاہیں زبان سے کہیں۔ اور جو چاہیں اللہ کی مخلوق پر ظلم و ستم کریں۔ مگر ایک ایسا بھی آنے والا ہے۔ جس دن میں عیسیٰ کو پکارو کہنے والی زبانیں ہی بند ہو جائیں گی۔ جو ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اور زمین تانبے کی ہوگی اور سورج سرپ ہوگا۔ اور لوگ ننگے بدن پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور جہاں انبیاء کرام سوائے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسی پکاریں گے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام بھی نفسی پکاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام صحیح کمال سے نقل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ کی عدالت کا دن پڑا پر رعب ہوگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میرے بھی رویے کھڑے ہونگے۔ کہ دنیا مجھ کو معبود کہے گی اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے لئے حساب پیش کروں۔ جواب دہی کروں۔ اللہ کی زندگانی کی قسم ہے وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ تمام انسانوں جیسا۔ (انجیل برنابا میں فصل نمبر ۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس کلام کے بعد ثابت ہوا کہ جنگی مصیبت کے وقت



آپ کو پکارنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آدمی ایسی مصیبت کے وقت مدد نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکارنے سے کیا حال؟ اور کیا یہودی لوگوں کو وہ ذلت امیز سلوک بھول گیا ہے۔ جو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا تھا؟ ان کے متعلق ایسے بے ادب الفاظ استعمال کئے گئے۔ جن کے مکھن سے قلم لڑتا ہے۔ اور یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو نہایت ذلت امیز طریقہ سے یہودیوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ آج یہودی اور عیسائی لوگ سب کچھ بھول گئے۔ اور حضرت مسیح کو پکارنے کا سبق دینے لگے اور خود یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو کیوں بھول گئے؟ کیا کوئی اس زمانے میں کوئی یادری پس رہا؟ جو مسیح علیہ السلام کا حکم سنائے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تیرے دہنے گال پر طماچ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے سنانے والوں کیلئے دعا کرو (انجیل متی ۵) کیا آپ کی اس تعلیم پر عمل ہو رہا ہے یا انسانوں کے خون سے ہولی کھلی جا رہی ہے؟ بچے عورتیں اور بوڑھے بے گناہ لوگوں پر بیماری ہو رہی ہے۔ کیا کوئی مسیحی یادری نہیں رہا۔ جو ان ظالم لوگوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کا حکم سنائے؟ اور کیا یہود اور نصاریٰ لوگوں کا گمان ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی مدد کر رہا ہے؟ ہرگز نہیں خداوند کریم ظالم لوگوں کی مدد نہیں کرتا لیکن ظالموں کو مہلت ضرور دیتا ہے۔ پھر جب پکڑ لیتا ہے۔ پھر چھوڑتا نہیں۔ کیونکہ خدا کی پکڑ بہت سخت ہے۔ یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے۔ بڑے بڑے ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شدید پکڑا ہے اور ہمیشہ کی آگ میں جہنم میں جھونک دیا ہے۔ جہاں نہ موت ہے۔ نہ عذاب ہلکا ہوگا۔ یہی حال ظالم کُش اور اتحادیوں کا ہوگا۔ اور عنقریب ہوگا۔ انشا اللہ تعالیٰ جیسے فرعون۔ شداد اور ہامان جیسے ظالم کافروں کا ہوا۔ اور قارون کو مع اس کے خزانوں کے اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تھا۔ اور شاید کہ یہودی اور عیسائی ظالم حکومتوں کا یہ خیال ہو۔ کہ ہماری مدد عیسیٰ علیہ السلام کر رہے ہیں۔ اس لئے عراق والوں کو کہا جا رہا ہے۔ کہ عیسیٰ کو پکارو۔ لیکن یہ خیال بھی ظالم لوگوں کا غلط ہے۔ کیونکہ

حضرت مسیح علیہ السلام ظالم لوگوں کی ہرگز مدد نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بنی بھی کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام چہ جائیکہ ظالم کی حمایت؟ اور عیسیٰ علیہ السلام تو فرماتے ہیں۔ کہ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے والے کی مرضی چاہتا ہوں (یوحنا ۵)۔

**ثابت ہوا۔** کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور خدا ظالموں کی مدد نہیں کرتا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کیسے ظالم کی مدد کریں گے؟

کیا مسیح علیہ السلام کی شریعت میں یہ قانون بھی ہے۔ جنگ میں ایک آدمی کے مقابلے میں ۳ آدمی کھڑے ہو جائیں؟ یا ایک حکومت کے مقابلے میں ۳ حکومتیں کھڑی ہو جائیں؟ اگر وہ ۳ حکومتیں مل کر ایک حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ تو یہ پہلوی ہے؟ یا انتہا درجہ کی بزدلی اور کس قدر شرم اور دُوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ نہراہوں بے گناہ مظلوم بچوں۔ عورتوں۔ بوڑھوں کو وحشیانہ بیماری کر کے موت کے گھاٹ اتار دیں تو کیا یہ انصاف ہوگا؟ نہیں نہیں بلکہ یہ انتہائی ظلم کی داستان ہوگی۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کے برعکس ہوگا۔ تو پھر یہ مسیحی کہلانے کے حق دار کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کے سامنے قیامت کے روز حاضر ہو کر کیا جواب دے سکیں گے؟ اور مسیح علیہ السلام کو کیا منہ دکھاسکیں گے؟



# عظمتِ توہید پادری قادی

اور

عیسائی پادری برکت اے خان کی کتاب  
"فلسفہ وحدت الوجود" کا مختصر جواب

قرآن مجید اور بائبل مقدس کی روشنی میں

از قلم:

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی ایک پیشکش!

## سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت

تصنیف: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی۔ ایس۔ سی۔ بی ایڈ

ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر:

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز، جامع مسجدِ عمر روڈ کاموٹکے



## عظمت توحیدی تعالیٰ قرآن شریف و بائبل مقدس کی روشنی میں

ناظرین کرام :- پادری برکت اے خان سیالکوٹی نے گذشتہ سال ایک کتاب "قیامت اور زندگی" مجھے ارسال کی۔ جو کہ باطل عقائد سے بھری ہوئی تھی۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش تھی۔ حالانکہ میں نے پادری صاحب سے کوئی کتاب طلب نہ کی تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ • عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ مسیح علیہ السلام تمام عیسائی لوگوں کے گناہ لے کر صلیب پر چڑھ گئے تھے اور جنت میں عیسائی فرشتے بن کر داخل ہونگے اور قیامت کے روز حضرت مسیح علیہ السلام کو عدالت کرنے کا کلی اختیار دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح جس کو چاہینگے جنت میں فرشتے بنا کر داخل کریں گے اور جس کو چاہیں گے دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ سب کچھ باطل ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے میں نے اس باطل کتاب کا جواب قرآن شریف اور اناجیل کی روشنی میں لکھا۔ اور کتاب کا نام "قبر بھان بر منکر قرآن" رکھا۔ اور تمام روئے زمین کے پادری حضرات اور خاص کر پادری برکت اے خان سے دس سوال کئے۔ لیکن ابھی تک پادری برکت اے خان اور ان کے ساتھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ صرف غصے و غضب سے بھرے ہوئے خطوط ارسال کر رہے ہیں۔ میں نے کئی بار ان سے درخواست کی کہ ہے کہ سوالوں کے جواب سوالوں کے مطابق تحریر فرمائیں۔ لیکن اس بات کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ سوال کچھ ہوتا ہے۔ اور جواب کچھ اور ہوتا ہے اب جناب پادری صاحب نے ایک اور کتاب لکھ ماری ہے۔ جس کا نام (فلسفہ وحدت الوجود) رکھا ہے۔ اور مجھ کو ارسال کر دی ہے۔ اور ایک پرچی بھی بھیجی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله  
وعلى آله وصحبه يا حبيب الله



ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔

- ۱۔ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ یہ بات سچی ہے۔ مسیح مصلوب تھے یہ بات کچی ہے۔
- ۲۔ جبرائیل نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے۔ خدا نے خود گواہی دی یہ میرا بیٹا ہے۔
- ۳۔ مسیح نے خود اعلان کیا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ ۴۔ یحییٰ نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے۔
- ۵۔ قرشتون نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔ لیکن یہ سب کچھ سفید جھوٹ ہے۔ کوئی ثبوت نہیں۔ پادری برکت صاحب اگر سچے ہیں تو ان باتوں کا ثبوت بائبل سے پیش کریں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام پر افتراء ہے۔

## قرآن شریف سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان

ترجمہ (۱)۔ مسیح علیہ السلام مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے۔ اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا گیا۔ اور یہاں کی ایک روح۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تمین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو۔ اللہ تو ایک ہی خدا ہے۔ پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو۔ اور مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا (سورۃ انسان) (۲) ترجمہ:۔ بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ (سورۃ المائدہ) (۳) ترجمہ:۔ اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے۔ پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا اور وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تو فرمایا کہ بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ راہ سیدھی ہے۔ تو پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی حافری سے۔ کتنا سنبھل گئے کتنا دیکھیں گے۔ جس دن ہمارے پاس حافر ہونگے۔ مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ (سورۃ مریم) (۱)

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمادیا کہ اللہ کا ہرگز کوئی بیٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ بیٹا بیٹی اور بیوی وغیرہ ایسی ہر بات سے پاک ہے میرے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کہ اللہ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام پر افتراء ہے کہ جبرائیل نے گواہی دی کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مسیح علیہ السلام پر افتراء ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ پادری برکت صاحب اگر سچے ہیں تو اس بات کو بائبل سے ثابت کریں؟ یا بئیل مقدس تو میرے سامنے موجود ہے اس میں تو کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا ہوگا۔

عیسائی حضرات آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں کہتے؟ جبکہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ حالانکہ دونوں کی مثال ایک جیسی ہے۔ بلکہ مسیح علیہ السلام تو والدہ ماجدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بچوں کی طرح والدہ کا دودھ پیتے رہے۔ پھر خوراک وغیرہ کا باقائدہ استعمال فرماتے رہے۔ پھر خدا کا بیٹا کیونکر بنے؟

## توحید کی حقیقت کا بیان

حضرت دانا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں توحید کی حقیقت کا بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس اے طالب توحید کی حقیقت کسی چیز کی یگانگی پر حکم کرنا ہے۔ اور اس کی یگانگی پر علم کی صحت ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ ایک ہے بے مثل ہے۔ اور اپنی ذات اور صفتوں میں بے نظیر ہے۔ اور اپنے فعلوں میں کسی کی شرکت نہیں رکھتا ہے تو وہی خدا ہے۔ پس اے طالب تجھ کو معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے جو وصل اور فخل کو نہیں قبول کر سکتا ہے۔ اور اس پر کوئی بوج نہیں ہے اور نہ اس کی یگانگی عدوی ہے۔ کہ کسی عدوی وجہ سے وہ دو ہو جاوے اور اس کی واحدیت عدوی ہو جاوے اور وہ محدود نہیں ہے۔ تاکہ اس کے واسطے چھ



طرفین ہوں۔ اور طرف کے واسطے ایک اور طرف ہو۔ اور تعداد کا یہ ثبوت بے نہایت ہو اور وہ کسی چیز سے پیوند نہیں ہے۔ حالانکہ وہ سب نقصانات اور کل آفات اور جملہ عیوب سے پاک و صاف ہے۔ پس اے طالب خدا تعالیٰ کسی کی مثل نہیں ہے۔ تاکہ اپنی مثل ہونے سے وہ معجز ہو۔ اور وہ کوئی فرزند نہیں رکھتا کہ نسل اس کی اصل کا تقاضا کر سکے۔ اور اس کی ذات اور اس کی صفات میں کوئی تغیر نہیں ہے۔ کہ اس کا وجود اس سے متغیر ہو۔ پس وہ صفات جمیدہ سے ضرور موصوف ہے۔ (ظہیر الملوک ترجمہ کشف المحجوب ص ۹۲۵ و ۳۸۲) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ لیکن خدا کی ذات کے علم کے واسطے یہ شرط ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہے وہ یہ جان لے کہ حق تعالیٰ موجود ہے اور ہمیشہ سے ہے اور کوئی اس کے واسطے حد ہے نہ وہ کسی مکان میں ہے نہ جہت میں اور نہ اس کی ذات سے کوئی آفت ہے نہ مخلوق سے سے کوئی اس کا مثل و مانند ہے نہ اس کی بی بی بچے ہیں۔ جو کچھ تیرے وہم میں آتا ہے اور تیری عقل اس کا اندازہ کرتی ہے۔ وہ سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور وہی اس کا قائم رکھنے والا اور پروردگار ہے۔ جیسا وہ فرماتا ہے۔ ترجمہ:۔ خدا بے مثل اور بے مانند ہے۔ اس کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ سب چیزوں کو سنا اور دیکھتا ہے (ص ۳۹) اور اسی طرح انجیل میں لکھا ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ فقیہ نے اس سے کہا اے استاد بہت خوب تو نے سچ کہا۔ کہ وہ ایک ہی ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ (مرقس کی انجیل باب ۱۲۔ آیت ۲۰)

## عیسائی حضرات کی بائبل مقدس سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان

(۱) سوا ب تم دیکھ لو کہ میں ہی وہ ہوں اور میرے ساتھ کوئی دیوتا نہیں۔ میں ہی مارٹا اور میں ہی جلتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا اور میں ہی چنگا کرتا ہوں۔ اور کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑائے۔ (استنا۔ باب ۲۲۔ آیت ۳۹) پس تعذیب سے بھی اللہ کی توحید ثابت ہوئی۔

(۲) کیونکہ خداوند خدا ہی عظیم ہے۔ اور سب الہوں پر شاہ عظیم ہے۔ زمین کے گہراؤ اس کے قبضہ میں ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی اسی کی ہیں۔ سمندر اس کا ہے۔ اسی نے اس کو بنایا۔ اور اسی کے ہاتھوں نے خشکی کو بھی بنایا کیا۔ آؤ ہم جھکیں اور سجدہ کریں اور اپنے خالق خداوند کے حضور گھٹنے ٹیکیں۔ کیونکہ وہ ہمارا خداوند ہے۔ (زبور باب ۹۵ آیت ۷)

(۳) انہوں نے حوٹ میں ایک بچہ بنا دیا اور ڈھالی ہوئی مورت کو سجدہ کیلئے انہوں نے خدا کے جلال کو گھاس کھانے والے بیل کی شکل سے بدل دیا۔ اور اپنے منہ خدا کو بھول گئے۔ (زبور باب ۱۰۶۔ آیت ۱۹ سے ۲۱ تک)

(۴) اے میرے لوگو سنو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ اے اسرائیل کا شکہ تو میری سنتا۔ تیرے درمیان کوئی غیر معبود نہ ہو اور تو کسی غیر معبود کو سجدہ نہ کرنا۔ خداوند تیرا خدا میں ہوں۔ (زبور باب ۸۱۔ آیت ۸)

(۵) یارب سب قومیں جنکو تو نے بنایا۔ اگر تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تعظیم کریں گی۔ کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب و غریب کام کرتا ہے۔ تو ہی واحد خدا ہے۔ (زبور باب ۸۶ آیت ۱۰۔ ۱۱) غرضیکہ تمام بائبل مقدس اسی طرح توحید الہی سے بھری پڑی ہے۔ کسی جگہ بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا ہوگا۔ بلکہ ہر جگہ خالص توحید کا ہی بیان ہے۔ اور یہ بھی زبور سے صاف طور پر ثابت



ہو گیا۔ کہ خداوند کریم کے سوا کوئی منجی عالمین نہیں ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے منجی خدا کو بھول گئے۔ پس قرآن شریف اور عیسائی حقارت کی بائبل مقدس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ جناب مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام منجی عالمین ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ منجی عالمین ہے۔ اور کوئی نہیں۔

## پادری برکت صاحب کی کتاب

### "فلسفہ واحدیت الوجود کی حقیقت"

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ یہ کتاب "فلسفہ واحدیت الوجود" جو پادری برکت اے خان صاحب نے لکھی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کس غرض کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے؟ جبکہ پادری صاحب اس مسئلہ کے قائل ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ جو لوگ جناب مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ ان کو مسئلہ "واحدیت الوجود" سے کیا تعلق ہے؟ جو خدا تعالیٰ کی واحدیت کا قائل ہی نہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کی وحدت میں شریک کرے۔ اس کا فلسفہ واحدیت الوجود سے کیا واسطہ رہ جاتا ہے۔ ایسے شخص کو قرآن مجید میں مشرک فرمایا گیا ہے اور مشرک کی بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ ہزار بار توحید توحید کا نعرہ لگائے جب تک وہ شرک سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اور جناب مسیح (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا کہنے اور لکھنے سے باز نہ گئے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ شرک کے سمندر میں غوطہ لگا چکے ہوں۔ وہ بھی مسئلہ توحید پر قلم چلانے کے لئے بے قرار ہوں؟ اس کتاب میں جناب پادری صاحب نے مسئلہ "واحدیت الوجود" کو کوئی حیثیت نہ دی۔ بلکہ مسئلہ واحدیت الوجود کا مذاق اڑایا ہے۔ سب سے پہلے فلسفہ واحدیت الوجود اہل ہنود کا بیان فرمایا ہے۔ اور ان کے مذہب کی

نہائیاں بیان کر کے ناپسند فرما کر ان کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فلسفہ واحدیت الوجود ہنود کا بیان فرمایا ہے اور اس میں موسوی شریعت کو تورات سے خوب اچھی طرح بیان فرمایا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے۔ کہ دور حاضرہ کے اسرائیلی یہودی قوم کا وہ بقیہ ہیں جنہوں نے ناسا حال مسیح خداوند منجی عالمین کو قبول نہیں کیا اور یہ فلسفہ واحدیت الوجود کا بیان ایسا ہے۔ جس کو مسئلہ واحدیت الوجود سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف موسوی شریعت کا بیان ہے۔ جو تورات سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحب نے فلسفہ واحدیت الوجود (افلاطون) بیان فرمایا ہے۔ اس میں بھی کچھ صحیح اور غلط باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحب نے فلسفہ واحدیت الوجود اہل اسلام بیان فرمایا ہے جس میں علماء اسلام اور علامہ اقبال کے اقوال درج کر کے خاصی بحث کی گئی ہے اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تفسیر الایمان" کی گستاخ اور بے ادب عبارتیں پادری صاحب نے نقل کی ہیں۔ جن میں تمام مسلمانوں کو مشرک بتایا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ پادری صاحب کو ایسی بے ادب عبارتیں لکھنے سے کیا حاصل تھا؟ اور فلسفہ واحدیت الوجود سے ان کا کیا تعلق تھا؟ اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال درج کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟ جبکہ وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کا دشمن ہے اور آپ کی دوبارہ آسمان سے آمد کا منکر ہے اور مسیح موعود ہونے کا خود ہی دعویٰ کرتا ہے اور مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس عقلمند پادری صاحب کی عقل کدھر گئی۔ کہ مسیح علیہ السلام کے دشمن کے حوالے کیوں نقل کرتا ہے؟ اور پھر خواجہ کمال الدین لاہوری پارٹی کے مرزا کے حوالے بھی نقل کرتے ہیں؟ خیر جو ان کے دل میں آتا ہے۔ ان کا قلم وہی کچھ لکھتا ہے۔ لیکن یہ تو پادری صاحب کو خیال رکھنا چاہیے تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جناب مسیح علیہ السلام کا بے ادب اور گستاخ ہے۔ جس نے خود لکھا ہے ہے کہ مسیح ابن مریم کا ذکر چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے معاذ اللہ استغفر اللہ



ایسے گستاخ بے ادب اور بے دین کے اقوال فلسفہ واحدت الوجود اہل اسلام میں درج کرنا پسے درجے کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے ؟

آخر میں پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ اسلام میں عقیدہ توحید اسلامی رسومات، اسلامی شریعت کی تعمیل، پانچ ارکان اور اعمال حسنہ پر زور دیا جاتا ہے اور ان مذکورہ امور کو ہی اسلام میں نجات کا واحد اور اتم وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن خداوند یسوع مسیح کی طرح کوئی ایسی مقدس ترین بے عیب بے داغ ہستی نظر نہیں آتی جس نے علی الاطلاق الہی تفقہ محبت و عدل و انصاف کے ملحوظ خاطر منہی عالین ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے گنہگاروں کا فدیہ اور کفارہ ادا کیا ہو۔ جس نے نجات کی کامل تسلی کے لئے دعوت عام کا اعلان کیا ہو۔ کہ میرے پاس آؤ میں تم کو آرام اور نجات دوں گا۔ (کتاب فلسفہ واحدت الوجود ص ۳۳)

ناظرین کرام غور فرمائیں اور پادری صاحب کے علم کی داد دیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پادری برکت صاحب فلسفہ واحدت الوجود کے معنی سے بالکل بے خبر ہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسئلہ واحدت الوجود فقط عقائد کا مسئلہ ہے اور خالص توحید الہی کا بیان ہے جس میں اعمال حسنہ اور نجات وغیرہ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ گو نجات کے لئے اعمال حسنہ پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہاں صرف توحید کا بیان ہے۔ اب آپ کا یہ فرمانا۔ لیکن یسوع مسیح کی طرح ایسی مقدس ترین بے عیب بے داغ عظیم ہستی نظر نہیں آتی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جناب مسیح علیہ السلام مقدس ترین بے عیب بے داغ عظیم ہستی ضرور ہیں۔ لیکن آپ کو ایسی دوسری ہستی ایسے شان والی اس لئے نظر نہیں آتی کہ آپ نے جو ان کے ذمے منہی عالین ہونے کا اور گنہگاروں کے گناہ کا فدیہ اور کفارہ ہو کر صلیب پر چڑھ جانے کا جھوٹا الزام لگا رکھا ہے۔ جس کا بائبل مقدس میں کوئی ثبوت نہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

”بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں۔ اور نہ باپ کے بدلے بیٹے ماریں جائیں۔

ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔“ (استنا باب ۲۴۔ آیت ۱۶)

(۲) جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ اس نے اپنے باپ یا ماں پر لعنت کی ہے۔ سو اس کا خون اس کی گردن پر ہوگا۔ اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔ اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے صحبت کرے اس نے اپنے باپ کے بدن کو بے پردہ کیا۔ وہ دونوں ضرور جان سے ماریں جائیں۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بہو سے صحبت کرے تو وہ دونوں ضرور جان سے ماریں جائیں۔ انہوں نے اونہی بات کی ہے۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔ (احبار باب ۲۰۔ آیت ۹ تا ۱۷)

اس جگہ بہت سے جرائم کی سزا کا حکم موجود ہے۔ لیکن میں نے وہ سب بیان نہیں کئے۔ اسی پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ عقلمند کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ میں نے تورات سے من و عن بیان کر دیا ہے۔ لیکن یہ عیسائی پادری برکت خاں اور ان جیسے سب عیسائی اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم جو چاہیں گناہ کریں۔ کس نیک اعمال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے سارے تہم کے گناہ جناب مسیح علیہ السلام کے صلیب پر چڑھ گئے ہیں۔ روز قیامت ہم سب عیسائی حضرات کو جناب مسیح فرشتے بنا کر جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اس لئے ہم آزاد ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ اب ہم کو کوئی فکر نہیں۔ لیکن دراصل حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ میں نے بائبل مقدس سے ثابت کر دیا کہ ہر آدمی اپنے اپنے گناہ کا ذمہ دار ہے۔ کوئی کسی کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے روز کوئی کسی کو ذرا سہارا نہیں دے گا۔ ہر شخص نفسی نفسی پکارے گا۔ اور ہم سب اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے۔ اس لئے کہ جو چاہیے دیا جاتا ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہوتا ہے۔

بائبل سے حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے۔



"اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو تو اسے مار کر درخت سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ اسی دن اسے دفن کر دینا۔ کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔"

(استنباب ۲۱ - آیت ۱۲) پس اسی لئے ہم کبھی بھی آپ کا صلیب پر مرنے کا قبول نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بہت بڑی شان بیان کی گئی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔ ترجمہ:- "یعنی دنیا اور آخرت میں عزت والا ہے جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں عزت والا فرمائے۔ تو ہم آپ کی ذلت والی صلیبی موت کو کیسے قبول کر لیں؟ اس لئے ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ آپ کو ہرگز صلیبی موت سے نہیں مارا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ سچی بات یہی ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے جس کو میں نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب "قہر رحمان بر منکر قرآن" میں بیان کر دیا ہے۔ جس کا جواب قیامت کی صبح تک کوئی پادری صاحب نہیں دے سکتے۔ اور پولس رسول نے مناف طور پر لکھا ہے کہ مسیح جو ہمارے لئے لعنت بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کلمی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے (گلیتوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۲ - آیت ۱۳-۱۴)

ناظرین کرام غور فرمائیں پولس رسول نے جناب مسیح علیہ السلام کو مناف طور پر لعنتی لکھا اور شریعت خداوندی پر لعنت بھی کی۔ تو یہ استغفر اللہ۔ ہم تو کبھی بھی ایسے مذہب کو نہیں مان سکتے جس میں جناب مسیح علیہ السلام اور خدا کی شریعت پر لعنت کی گئی ہو۔ اس کتاب "فلسفہ واحد الوجود" میں بھی کئی جگہ پادری صاحب نے پولس کے حوالے دیئے ہیں۔ اب دیکھئے پولس رسول اپنے متعلق کیا لکھتا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ (۱) میں یہودیوں کے لئے یہودی بنانا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں۔ ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوں تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے

لئے بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں۔ (کرنہتھیوں باب ۹ - آیت ۲۰)

(۲) اور لکھتا ہے۔ ہر طرح سے مسیح کی منادی ہوتی ہے۔ خواہ بہانے سے ہو خواہ سچائی سے اور اس میں خوش ہوں۔ اور رہوں گا بھی۔ (فلپیوں باب ۱ - آیت ۱۸)

(۳) اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی۔ تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟ اور ہم کیوں بڑی نہ کریں۔ بلکہ جھلائی پیدا ہو۔ (رومیوں باب ۲ - آیت ۷-۸)

(۴) اور خود لکھتا ہے۔ میں پولس جو تمہارے رب و ربو عاجز اور پیٹھ پیچھے تم پر دلیر ہوں۔ (کرنہتھیوں باب ۱۰ - آیت ۱)

ناظرین حضرات! غور فرمائیں۔ یہ ہیں مقدس پولس جو اپنے ہی قلم سے منافق جھوٹا بہانے خود ہر برائی کرنے والا ثابت ہوا۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ پادری صاحب اپنی کتابوں میں ایسے آدمی کے حوالے اپنی صداقت کے لئے نقل کرتے ہیں؟ جو خدا تعالیٰ کی شریعت پر لعنت کرے اور جو جناب مسیح علیہ السلام کو اپنے غلطوں میں لعنتی قرار دے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ۔ پادری صاحب کی مذہبی غیرت کدھر گئی اور مسیح علیہ السلام کی توہین کیسے برداشت کرتے ہیں؟ تو یہ تو بہ۔ اور تودیت میں لکھا ہے کہ لعنت اس پر جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ان پر قائم نہ رہے۔ اور سب لوگ کہیں آئیں۔ (استنباب ۲۷ - آیت ۲۳)

پولس تو لکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہم کو شریعت کی لعنت سے چھڑایا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر لعنت ہے۔ جو شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ان پر قائم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پولس پر لعنت فرما کر فیصلہ ہی فرمادیا۔ کہ شریعت پر لعنت کرے۔ وہ خود لعنتی ہے۔ لہذا ہم اس شخص کی بات کو کیسے تسلیم کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے لعنتی فرمادیا ہو؟ اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ پادری برکت صاحب تو بار بار لکھتے ہیں



کہ مسیح علیہ السلام خدا کا پیارا بیٹا ہے۔ تو جو خدا کے پیارے بیٹے کو لغتی کہے۔ اس کو جان سے کیوں نہ مار جائے؟ جبکہ اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرنے والے کو جان سے مار دینے کا حکم ہے۔ اب کیا جواب ہے۔ پادری صاحب کے پاس؟ پھر ایسے آدمی کے حوالے نقل کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ خوب سوچ سوچ کر جواب عطا فرمائیں۔ تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔

فاظ بن کلہ! پادری برکت صاحب نے ایک نہایت عجیب بات لکھ مارا ہے۔ لکھتے ہیں۔ مسیح خداوند کے نام کے ساتھ اس کی سلامتی کے لئے دعائے الفاظ یعنی علیہ السلام کہنا یا اس کی بخشش کے لئے درود شریف پڑھنا مسیح خداوند کی انجیلی تعلیمات کے خلاف ایک اجتہادی غلطی ہے کیونکہ وہ کسی موت میں بھی ہم گنہگاروں کی دعاؤں اور درود کا محتاج نہیں ہے۔ اور لکھتے ہیں۔ گناہوں کی معافی، نجات اور جنت فردوس کا سارا اختیار خدا نے اپنے بیٹے مسیح کو سونپ رکھا ہے (کتاب فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۳۱)

فاظ بن کلہ! پادری صاحب کے علم کی داد دیں یا پادری صاحب کے علم کا نام کریں؟ پادری صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے لئے یہ دعائے الفاظ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ علیہ السلام آپ کی تعظیم کے ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ ان کی بخشش کے لئے دعا ہے؟ حالانکہ مسیح علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں۔ دی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے۔ مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں۔ اور حکم کیا مجھ کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بدعت اور سلام ہے۔ اور میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا۔ میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ہے علی (علیہ السلام) بیٹا مریم کا۔ بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔ اور نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ بچڑے اولاد

پاک ہے۔ اس کو جب مقرر کرنا ہے۔ کچھ کام پس سوائے اسکے نہیں کہہتا ہے۔ اس کو ہو۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علی (علیہ السلام) نے کہا۔ بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی۔ بیٹا سوزہ مریم اور یہ کلام آپ نے والدہ کی گود میں قوم سے خطاب کر کے فرمائی تھی۔ قرآن شریف نے تو فیصلہ ہی فرما دیا۔ اور صاف صاف الفاظ میں کہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ کا بندہ ہے۔ اور اس کا رسول و نبی ہے۔ خدا کا بیٹا یا خدا ہرگز نہیں۔ کہیں بھی حضرت مسیح کے لئے الوہیت کا کوئی مقام نظر نہیں آتا۔ اور جناب مسیح اپنے لئے خود خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے اپنی بشریت کے دلوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کہ اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سستی۔ (عبرانیوں باب ۵ آیت ۷) اب انا جیل سے حوالے نقل کرتا ہوں۔

۱) وہ دیسوع، جنگلوں میں الگ جا کر دعائیں مانگا کرتا تھا۔ (لوقا ۵) ۲) پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (لوقا ۲۲) ۳) (ییسوع) نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہیں بیٹھے رہنا جب تک میں ویاں جا کر دعا مانگوں۔ (متی ۲۶) ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام اس قسم کا کوئی اختیار نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ پادری برکت کا گمان ہے۔ بے شک ہم گنہگاروں کی دعا کے محتاج نہیں ہیں۔ لیکن وہ اپنے لئے اپنی دعا کے محتاج ضرور تھے۔ اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہو گئی۔ وہ یہ ہے کہ آپ ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر سولی دیئے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ جیسے لکھا ہے کہ اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سستی گئی۔ یہاں تو معاملہ ہی صاف ہو گیا۔ جب اس کی سستی گئی۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اب کون ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا سکے۔



پادری بکرت صاحب خوب سوچ کر جواب دیں۔ یہ تو آپ کی کتاب ہے۔ ہم اپنی طرف سے تو کچھ بھی نہیں لکھتے۔ سب آپ کی کتابیں ہی منہ سے بول رہی ہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے گھر سے ہی بے خبر ہیں۔

## مسئلہ واحد الوجود اور اہل اسلام

مسئلہ واحد الوجود کی نسبت اہل اسلام کا ایمان "یؤمنون بالغیب" پر ہے۔ اس کا فیصلہ خود خدائے تعالیٰ نے اپنے قرآن پاک کی "سورۃ اخلاص" میں فرما دیا ہے۔ مفسرین نے اس سورۃ کی شانِ نزول میں تین سبب بتلائے ہیں۔ ایک سوال مشترکین کا۔ کہ بتلائیے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب کس چیز کا ہے۔ آیا پانڈی کا ہے یا سونے کا (۲) یہود نے کہا کہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا۔ (۳) نصاریٰ نے بھرانے اللہ تعالیٰ کی مابیت پوچھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ ترجمہ :- تم نہ سناؤ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اسکی کوئی اولاد ہے۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

تفسیر :- ربوبیت والوہیت میں صفات غفلت و کمال کے ساتھ موصوف مثل و نظیر و شبہ سے پاک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہر چیز سے نہ کھلے نہ پیے۔ ہمیشہ رہے گا کیونکہ کوئی اس کا مجانس نہیں۔ کیونکہ وہ قدیم ہے۔ اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے۔ کوئی اس کا ہمتا وعدیل نہیں۔

بخاری شریف :- میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابن آدم نے جھٹلایا۔ اور اسے یہ حق نہ تھا۔ مجھے برا کہا۔ اسے یہ زیان نہ تھا۔ جھٹلانا میرا یہ ہے کہ کہنا ہے۔ اللہ نے جس طرح پہلی بار بنایا دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ (حشر میں) اور برا کہنا یہ ہے کہ کہنا ہے کہ اللہ تمہارے اپنے

لئے فرزند اختیار کیا۔ حالانکہ میں بے نیاز ہوں۔ نہ جانا گیا نہ بنایا گیا۔ نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ پس حقیقت میں مسئلہ واحد الوجود اہل اسلام کا یہی ہے۔ جو قرآن شریف نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ لیکن جو قرآن شریف کا ہی منکر ہو۔ اس کے کفر میں کیا شک رہ گیا۔

## اللہ تعالیٰ کی توحید کی بیان "تذکرۃ الاولیاء" کی روشنی میں

● حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ خداوند تعالیٰ دکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے نہیں سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا تھا کہ "لن توائی" یعنی تم مجھ کو نہ دیکھ سکو گے۔ اس نے کہا ہاں لیکن یہ ملت محمدی ہے کہ ایک شخص فرمایا کرتا ہے کہ میرے دل نے پروردگار کو دیکھا۔ دوسرا نعرہ لگاتا ہے۔ میں اس پروردگار سے عہد نہیں کیا۔ جس کو دیکھا نہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اے باندھ کر دریا کے دجلہ میں ڈال دو۔ لوگوں نے اسے باندھ کر دجلہ میں ڈال دیا۔ پانی اسے نیچے لے گیا۔ اور پھر اُپر لایا۔ اس نے کہا۔ ابن رسول اللہ الغیث الغیث۔ آپ نے فرمایا۔ اے پانی اسے پھر نیچے لے جا۔ نیچے لے گیا اور پھر وہ دوسری بار اُپر اُسکولایا۔ حتیٰ کہ وہ اسکو اسی طرح نیچے لے جاتا تھا اور اُپر لے آتا تھا۔ وہ حضرت صادق سے پناہ طلب کرتا تھا۔ اور جب دجلہ میں غرق ہو گیا۔ تو اس نے لوگوں سے اُمید منتطع کر لی۔ اور جب پھر پانی نے اسکو باہر اُچھالا تو اس نے کہا۔ "الہی الغیث الغیث" تو آپ نے لوگوں سے کہا۔ اے باہر نکال لو۔ لوگوں نے اس کو باہر نکال لیا۔ ایک سات اسکو اسی طرح رہتے دیا۔ تاکہ اسے حواس ٹھکانے آجائیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا۔ جب تک میں غیر کی پناہ چاہتا تھا۔ اس وقت تک حجاب تھا۔ جب میں نے پورے طور پر اس کی پناہ چاہی اور بے قرار ہوا۔ تو میرے دل میں ایک روزن کتاہ ہو گیا۔ پھر میں نے وہاں سے دیکھا پہلی تک کہ میری بے قساری دور ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ تو خیال میں صادق کو



بلاتا تھا۔ جھوٹا تھا۔ اب اس روزن کو نگاہ میں رکھو (ص ۲۲-۲۳)  
(جناب عالی یہی اصل توحید ہے۔ جس کے ساتھ غیر کی شرکت نہیں۔ کیونکہ  
اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔ یوی بچے وغیرہ سے پاک و منزہ ہے)۔

• حضرت ابوالعباس سیاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ توحید یہ ہے۔ کہ سوائے  
حق تعالیٰ کے کسی اور خیال تیرے دل پر نہ گزرے اور توحید کا رنگ ظاہر ہو (ص ۲۳)  
• حضرت جنید رضی اللہ عنہ کو ایک روز بخار آگیا۔ خدا تعالیٰ سے عرض کیا۔ اہلی مجھ  
اچھا کر دے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔ کہ تو کون ہے۔ کہ میرے ملک میں تصرف  
کرتا ہے۔ کیا اپنے اختیار کو دخل دیتا ہے۔ میں اپنے ملک کی تجویزیں تجھ سے بہتر  
جانتا ہوں۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ میرے اختیارات اختیار کرے نہ اپنے اختیار کو  
دخل دے۔ (ص ۲۴) • حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے آپ سے پوچھا  
کہ حق تعالیٰ کو آپ نے کس طرح پہنچانا۔ فرمایا۔ اس طرح کہ اس نے مجھے اپنا شناسا  
کیا۔ کہ ایسی ذات ہے۔ کہ جس کا مشابہ کوئی نہیں۔ اور نہ ہی اس کو کسی جنس سے  
دریافت کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی مخلوق پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود  
اپنی دوری کے نزدیک ہے۔ اور وہ باوجود نزدیکی کے دور ہے۔ تمام چیزوں پر اس  
کی برتری ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی شے ہے۔ اور نہ وہ  
مشکل ہے۔ کسی چیز کے اور نہ ہے وہ کسی چیز سے اور نہ ہے کسی چیز پر پاک ہے  
وہ خدا جو ایسا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں اور سوائے اس کے  
ان صفات سے کوئی چیز مقف نہیں (ص ۲۸۵)

پس اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ثبوت جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اس سے صاف  
طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی  
صفات میں۔ اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔ اور نہ  
اس نے کسی کو کسی قسم کی عدالت کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ قیامت کے  
روز خود ہی عدالت کریگا اور خود ہی ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا اور خود ہی اپنی

رحمت سے جس کو چاہے جنت میں داخل کرے گا۔ اور خود ہی اپنے عدل سے  
جہنم میں داخل کریگا۔ اور یہ جو عیسائی حضرات خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ مسیح علیہ  
السلام ہم سب لوگوں کے گناہ لے کر صلیب پر چڑھ گئے ہیں۔ ہم اب جس طرح  
کے گناہ بھی کریں گے۔ مسیح علیہ السلام ہمارے گناہ کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ یہ سب  
کچھ غلط ہے۔ میں نے اوپر بائبل مقدس سے ثابت کر دیا ہے کہ بیٹوں کے  
بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے  
ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔ تو پھر کس طرح سب عیسائی حضرات کے گناہ  
لے کر حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھ گئے؟ ان کیلئے کفارہ ہو گئے؟  
اب جب بائبل مقدس سے فیصلہ ہو گیا۔ کہ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب  
سے مارا جائے۔ تو سب عیسائی حضرات کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام گناہ  
کا کفارہ ہو گئے؟ باطل ہو کر رہ گیا۔ اب یا تو بائبل مقدس کو مانو۔ یا پھر اپنے  
عقیدہ کو باطل سمجھ کر اس سے باز آؤ۔ لیکن میری اس بات کو جناب  
پادری برکت خان صاحب اور ان کے ساتھی اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی حالت  
میں بھی نہیں مانے گے مگر قبر میں جا کر میری اس بات کو ضرور بر ضرور مان جائیں  
گے۔ مگر اس وقت کا ماننا فائدہ نہ دے گا۔ اور قبر میں جا کر رونا اور دانت  
پینا کچھ کام نہیں آئے گا۔

## مسئلہ تثلیث

پادری برکت لے خان صاحب نے اسی کتاب "فلسفہ وحدت الوجود میں مسئلہ تثلیث  
بھی عجیب و غریب رنگ میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) مسیحی نقطہ نظر سے انجیلی تثلیث فی التوحید سے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات  
کی اعلیٰ ترین حقیقتوں کا مزاج ملتا ہے۔ اور اس سے بہتر کوئی اچھا اور اعلیٰ  
فدایہ اظہار نہیں۔ کیونکہ توحید الہی بھی ایک قابل تحقیق و تفتیش اور وضاحت طلب



مسئلہ اور فلسفہ ہے۔ جس پر مسیحی علماء نے سبقت حاصل کی ہے۔

(۲) تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث خدا تعالیٰ کی واحدیت کی تشریح اور تعریف بیان کرتی ہے۔ کیونکہ ہمارا خدا غیر منقسم ہے۔ جیسے ایک انسان واحد شخص ہے۔ جبکی واحدیت میں جسم، عقل اور روح موجود ہے۔ یا جیسے سورج واحد ہے۔ لیکن اس میں گرمی اور روشنی موجود ہے۔ تاہم سورج ایک ہی ہے۔ (۳) تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث خدا تعالیٰ کی وحدت کو سمجھنے کا ایک واحد ذریعہ ہے۔ (فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۱۹)

پادری صاحب نے یہاں تو۔ توحید فی التثلیث کی بہت بڑی وضاحت فرما کر بے حد تعریف کی ہے۔ اور تثلیث کو قبول کیا ہے۔ لیکن کتاب قیامت اور زندگی کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ لیکن عالم توحید کے انجیلی فلسفہ توحید میں ناخواندہ لوگوں نے ریاضی کے اعداد کو شامل اور تصورات میں لا کر اسے تثلیث کا نام دے کر ناقابل معافی درغلوی کی ہے۔ تاکہ ساری مسیحی دنیا کی سمحت و لازاری کی جائے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ؟ کیونکہ انجیل مقدس میں فلسفہ توحید کے لئے تثنائیا تثلیث کا کوئی نفع نہیں آیا۔

ناظرین کرام دیکھا۔ آپ نے یہ ہیں۔ پادری برکت لے خان صاحب۔ مثلاً بر مضمون آپ نے جوانی کے عالم میں لکھا ہوگا۔ اور یہ کتاب مجسمیں مسئلہ تثلیث کی بہت بڑی تعریف کی گئی ہے۔ بڑھاپے میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ۱۹۹۱ء میں لکھی گئی ہے۔ اور آخر جوانی اور بڑھاپے کا فرق تو ضرور ہوتا ہے۔ جوانی میں کچھ لکھا اور بڑھاپے میں کچھ اور لکھ مارا۔ خیر یہ تو ان کا اپنا عمل ہے۔ ہمیں اس سے کیا غرض؟ لیکن میں تو پادری برکت صاحب سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ (جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے) اس کا فلسفہ وحدت الوجود سے کیا تعلق ہے؟ خدا تعالیٰ کی وحدت تو زہرہ بھر بھی غیر کی شرکت قبول نہیں کرتی۔ چہ جائیکہ آپ نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر توحید میں شامل کر دیا ہے۔ جو اپنی والدہ ماجدہ کے محل میں

رہ چکے اور اپنی والدہ کا دودھ پیتے رہے اور بچوں کی طرح خوراک کھاتے رہے۔ اور والدہ کی گود میں بھی ارشاد فرما چکے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ تو خدا کا بیٹا ہوں نہ خدا ہوں۔ اور آپ نے خود بھی خدا کی توحید کا اقرار کیا۔ جو زبور میں لکھا ہے۔ (۱) تو ہی واحد خدا ہے۔ زبور ۱۱۰ (بحوالہ فلسفہ وحدت الوجود ص ۹)

(۲) اس سے پیشتر پہاڑ پیدا ہوئے یا زمین اور دنیا کو تو نے بنایا ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے۔ (زبور ۹۰)

(۳) میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۴) میں اب پادری برکت صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ تین

حوالے میں نے بائبل مقدس سے (جو آپ نے ہی نقل کئے ہیں) من و عن نقل کر دیئے ہیں۔ کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اسی طرح آپ بھی بائبل مقدس سے مسیح علیہ السلام کا خدا کا بیٹا ہونا ثابت کر دیں۔ اور خدا تعالیٰ کی توحید میں بھی حضرت مسیح کا شامل ہونا ثابت کریں؟ اور آپ نے جو یہ لکھا ہے۔ روز قیامت جنت الفردوس کا حق دار ہو سکتا ہے۔ گناہوں کی معافی غنائے اور جنت فردوس کا سارا اختیار خدا نے اپنے بیٹے یسوع مسیح کو سونپ رکھا ہے (کتاب مقدس ص ۱۳۲)

اس کو بھی بائبل مقدس سے ثابت کریں؟ تاکہ آپ کے علم کا بھی صحیح اندازہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ ہر کتاب میں اہل اسلام علماء کو جاہل، ناخواندہ خدا کے باغی لکھتے رہتے ہیں۔ اور اس کتاب میں ایک اور اعتراض کیا گیا ہے کہ مسیحیت میں ایسا کوئی ایک آدھ مسیحی بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ جو مسیح خداوند کو خدا تعالیٰ سے الگ ایک دوسرا خدا یا خدا کا شریک مانتا ہو۔ یا مہم مقدس کو یا مسیحی علماء اور عدوینوں کو خدا مانتا ہو یا خدا کا شریک سمجھتا ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس غلط بیانی میں کیوں بغض ہیں کہ مسیحی لوگ تین خدا مانتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں خود ہی فرما رہا ہے۔

ترجمہ: "اور میں نہ کہو باز رہو اپنے بچلے کے لئے۔ اللہ تو ایک ہی خدا ہے۔ پاکی اسے



اس سے کہ اُسکے کوئی بیٹا ہو۔ مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء پ ۱) تو جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا۔ تین نہ کہو۔ یعنی تثلیث سے سختی سے منع فرمادیا۔ (اب کون ہے آپ کے سوا) جو معاذ اللہ خدا کو جھوٹ بولنے والا تصور کرے؟ پس خدا تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ اور آپ کی تاویسیں چلی ہیں۔ آپ تو فلسفہ وحدت الوجود مسیحیت کے عنوان سے بھی مسیح علیہ السلام کی تعریف کرنے میں ہی اپنے قلم کو چلانے میں مصروف رہتے ہیں یا پھر آپ مسئلہ وحدت الوجود سے ہی بے خبر ہیں۔ کیونکہ مسئلہ وحدت الوجود یحزق کی شرکت کو قبول ہی نہیں کرتا۔ جیسے اوپر پوری وضاحت کے ساتھ میں نے بیان کر دیا ہے۔

### قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا!

ترجمہ:- جب اللہ فرمائے گا۔ اے مریم کے بیٹے علیہ السلام کیا تو نے لوگوں کو کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا لو۔ اللہ کے سوا عرض کرے گا یا کہ ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں۔ جو مجھے نہیں پہنچتی۔ اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی ہے سب عینوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے تو ان سے نہ کہا۔ مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ کہ اللہ کو پوجو۔ جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔ اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے۔ غالب حکمت والا (سورۃ المائدہ پ ۷)

پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز خود ہی عدالت کریگا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام

کو کسی قسم کا اختیار نہیں بخشا۔ اگر کسی قسم کا اختیار یعنی گناہوں کی معافی نجات اور جنت فردوس کا سارا اختیار ہرگز مسیح علیہ السلام کو نہیں دیا گیا۔ اگر اس قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دیا ہوتا۔ تو ایسا سوال حضرت مسیح سے کبھی نہ ہوتا۔ اور یہ بات بھی واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں ہے۔ صرف اللہ کی طرف سے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اگر جناب مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوتا۔ تو اس سوال کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس آیت سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب نہیں دی گئی۔ جیسا کہ قیامت کے روز عرض کریں گے کہ میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔ یہاں آپ صلیب کا کوئی ذکر نہیں کریں گے۔ اگر آپ صلیب پر فوت ہوتے تو قیامت کے روز بھی صلیب پر مرنے کا ذکر کرتے۔ لیکن آپ سچی بات خداوند کریم کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ کہ تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو صلیب نہیں دی گئی۔ اگر آپ قرآن شریف کی بات نہیں مانتے تو پھر اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے قرآن کی دوسری آیتیں کیوں مانتے ہیں؟ جیسے آپ نے اس کتاب میں بھی بہت سی آیتیں قرآن کی نقل کی ہیں اور کیوں کتابیں لکھتے ہو۔ مسیح کی شان از روئے قرآن؟





پادری برکت صاحب - لکھتے ہیں - جبرائیل فرشتہ مریم مقدسہ کو بعد از مود باز سلام  
و کا طب یہ خوشخبری سنائی تھی - کہ تیرے ہاں بیٹا ہوگا - اور وہ مولود مقدس خدا  
تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا (انجیل لوقا ۳۲ - ۳۵) میں کہتا ہوں - یہ جبرائیل علیہ السلام  
پر بہتان عظیم ہے - لوقا کی انجیل کا یہ حال ہے - جو خود لکھتا ہے - چونکہ بہتوں نے اس  
پر کمر باندھ ہی ہے - کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں - ان کو ترتیب و در بیان  
کریں - جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے نمود دیکھنے والے اور کلام کے کے خادم  
تھے - ان کو ہم تک پہنچایا - اس لئے اسے میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں  
کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب  
سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے - ان کی چٹنگی مجھے معلوم ہو  
جائے - لوقا کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے انجیلیں لکھی  
تھیں - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر انجیلیں لکھی گئیں - وہ ادھر ادھر سے  
سنی سنائی باتوں کو جمع کیا گیا ہے - کیا یہ انجیلیں روح القدس کے الہام سے  
لکھی گئی ہیں؟ یہ دعویٰ آپ کا غلط ہے - یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں - لوقا نے  
کہاں لکھا ہے کہ میں یہ انجیل روح القدس کے الہام سے لکھ رہا ہوں؟ پس  
جبرائیل علیہ السلام پر افتراء ہے - کہ آپ نے مریم مقدسہ کو یہ کہا کہ وہ مولود  
مقدس خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا - یہ جبرائیل علیہ السلام پر بہتان عظیم ہے -  
افتراء ہے - سفید جھوٹ ہے - جب کہ آپ نے قرآن شریف کی آیت خود لکھی -  
اور آپ نے ترجمہ بھی خود ہی کیا ہے - جو یہ ہے - کہ - یعنی خدا کی جو رو نہیں  
قد بیٹا کہاں سے ہو؟ جب قرآن سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کی نہ جو رو ہے  
اور نہ بیٹا ہے - تو جب خدا نے خود ہی فرما دیا ہے - تو جبرائیل کیسے مریم مقدسہ  
کو یہ کہہ سکتے تھے - کہ وہ مولود خدا کا بیٹا کہلائے گا؟ اور حالہ بھی اس انجیل کا  
دیا - کہ جو خود اقرار کرتا ہے - کہ یہ انجیل سنی سنائی باتیں ہیں نہ کہ روح القدس  
سے لکھی گئی ہیں - چاروں میں انجیلوں کے کسی مصنف نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں  
یہ انجیل روح القدس کی تائید سے لکھ رہا ہوں -

یہ تو صرف واقعات ہیں جو لوگوں نے اپنی زندگی میں دیکھے - جو مسیح علیہ السلام کے معجزات  
ہیں - جو جمع کر دیئے گئے - نہ کہ اصل انجیل جبرائیل نے نازل  
فرمائی تھی -

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں - لیکن اس واقعہ کے چھ سو سال بعد ایک جبرائیل فرشتہ  
جو مریم مقدسہ کے پاس حاضر خدمت نہ ہوا تھا - اس نے عرب میں یہ خبر دی کہ نصاریٰ  
نے کہا - مسیح اللہ کا بیٹا ہے - انہیں اللہ کی مار  
اللہ کو لائق نہیں کہ بیٹا رکھے (سورۃ مریم ۳۵) خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے یروشلم کے  
ایک باغ میں جہاں مسیح مصلوب قبر میں دفن کیا گیا تھا - عورتوں سے کہا کہ مسیح مصلوب  
جی اٹھا ہے - اس کی خالی قبر دیکھو - جہاں وہ رکھا گیا تھا - وہ اپنے کہنے کے مطابق جی  
اٹھا ہے - (انجیل متی ۲۸: ۱۰) لیکن دنیا میں اس مشہور معروف تاریخی واقعہ  
کے چھ سو سال بعد ایک جبرائیل فرشتہ نے جو مسیح مصلوب کی موت اور کفن و دفن اور جی  
اٹھنے کے مقام واقعہ سے بے خبر اور بے حاضر تھا - اس نے بغیر کسی چشم دید گواہی اور  
شہادت کے عرب میں یہ خبر دی کہ اسے نہ نقل کیا اور نہ مصلوب کیا (فلسفہ وحدۃ الوجود) پھر آپ ہی فرمادے  
کہ ان دونوں میں سے کون سے جبرائیل فرشتہ کی بات اور پیغام کو برحق تسلیم کیا جائے -  
کیا جبرائیل فرشتہ ایک ہے یا دو ہیں؟ جواب یہ ہے - کہ جبرائیل علیہ السلام تو ایک ہی  
فرشتہ ہے - جو مریم مقدسہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیا تھا - اور جناب محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید کے حکم سے آیا تھا - بہر حال جبرائیل علیہ السلام  
تو ایک ہی ہے - لیکن آپ کے دماغ میں فطوری ضرور ہے - کہ آپ قرآن مجید کی باتوں کو  
جھوٹ بتلاتے ہیں - اور انجیل کی جھوٹ باتوں کو سچ مانتے ہیں - میں تو بار بار لکھ چکا ہوں  
ہوں کہ اگر قرآن مجید کو نہیں مان سکتے تو اپنی کتابوں میں اپنے مقصد کے لئے قرآن کی  
آیتیں کیوں لکھتے ہو - اور کیوں یہ لکھتے ہو کہ مسیح کی شان از روئے قرآن؟ کس بات  
کا جواب صحیح طور پر لکھ کر بھی تو بتاؤ؟ متی نے کہاں لکھا ہے - کہ میں یہ انجیل روح القدس



کی تائید سے لکھ رہا ہوں؟ جیسے لوقا نے لکھا ہے کہ یہ سنی سنائی باتیں ہیں۔ بلکہ لوقا نے سب کے متعلق یہ شہادت دی ہے کہ یہ انجیلیں سنی سنائی بے سند باتیں ہیں۔ ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے بلحاظ عقیدہ مسیحی عقائد کی توہین کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ خود مسیحی فلسفہ توحید فی التثلیث اور زندہ ابن اللہ مسیح مصلوب کی قربانی اور الہی محبت کے فلسفہ نجات بالکفار کی حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور پڑھنے اور سمجھنے سے حتی المقدور گریز و پرہیز کرتے ہیں۔ (کتاب مذاہن)

اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ساری دنیا کے علوم کو پادری برکت صاحب ہی سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ یا تو ہر مکتب فکر کے علماء و مسیحی فلسفہ توحید فی التثلیث و غیرہ سمجھنے سے جاہل ہیں۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتلائی ہے کہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور نہیں پڑھتے ساری بائبل مقدس میرے سامنے موجود ہے۔ ذرا پڑھئے مہربانی کو شنش کر کے بائبل مقدس کے لکھنے والے مصنف کا پتہ ہی بتا دیجئے۔ کس نے لکھی؟ کب لکھی گئی؟ استثنا کے آخری باب میں لکھا ہے۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر (یعنی موسیٰ علیہ السلام) معلوم نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے اتنا عرصہ بعدی قریب کسی نے لکھی؟ دنیا آج تک اس کے مصنف سے ناواقف ہے۔ کہاں لکھی گئی۔ یہ بھی کسی کو علم نہیں ہے کہ لکھنے والا کوئی نبی تھا؟ کوئی علم نہیں۔ اسی طرح یسوع کے مصنف کا کوئی علم نہیں کہ اس کا نام کیا تھا؟ کہاں کا رہنے والا تھا۔ کوئی علم نہیں۔ برائے مہربانی قضاۃ کے مصنف کا نام ہی بتا دیجئے۔ اگر کچھ علم رکھتے ہو؟ تو یہ نام معلوم مصنف کی کتاب الہامی کیسے بن گئی؟ کیوں مقبول ہوئی۔ اسی طرح رُوت کا مصنف بھی غائب ہے۔ معلوم نہیں کہاں چھپا ہوا ہے؟ کچھ علم نہیں؟ اور اسی طرح سمویل اول و دوم کے مصنف کا بھی کوئی علم نہیں۔ کس نے لکھی کہاں لکھی گئی؟ سلاطین اول و دوم کے مصنف کا کچھ نام و پتہ کسی کو معلوم نہیں؟ غرضیکہ تو تاریخ اول و دوم کا بھی بلکہ ساری کی ساری بائبل مقدس کا بھی حال ہے۔ کسی کتاب کا کوئی مصنف

کسی جگہ بھی لکھا ہوا نہیں ملتا؟ پھر کس بل بوتے پر پادری برکت اسے خان لکھتے ہیں۔ کہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور نہیں پڑھتے؟ پڑھتے تو ضرور ہیں۔ لیکن روتا تو یہ ہے کہ بائبل مقدس کے مصنف کا کہیں پتہ نہیں چلتا؟ مصنف کے بغیر کیسے پتہ چلے کہ یہ بائبل مقدس اصلی ہے؟ یا اصل میں کچھ رد بدل ہو چکا ہے۔ آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ سب پہلے اپنا نام لکھتے ہیں۔ تب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ برکت اسے خانی مسیحی پادری صاحب ہیں۔ اگر آپ کسی کتاب پر اپنا نام پتہ مذہب و غیرہ کچھ نہ لکھیں تو لوگ آپ کی کتابوں کی کیا پرواہ کریں گے۔ اور میں آپ کو کیا جواب دے سکوں گا؟ جب تک مجھے اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ یہ کون صاحب ہیں۔ ان کا مذہب کیا ہے۔ اور ان کا نام کیا ہے؟ اور ان کا عقیدہ کیا ہے؟ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور آپ کی موت کو صلیبی موت بھی مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ؟ تو تب ہی میں آپ کو کوئی جواب دے سکوں گا۔ اور اگر کسی کتاب کے مصنف ہی پہاڑ کی غار میں چھپے بیٹھے ہوں۔ تو اس کتاب کا جواب کیا دیا جاسکتا ہے؟ اور میں بار بار لکھتا چلا آ رہا ہوں کہ اگر آپ قرآن مجید کو مانتے ہی نہیں تو پھر اپنی کتابوں میں قرآن کی آیتیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے کیوں لکھتے ہو؟ اس کتاب میں بھی آپ نے ۱۰ صفحات پر قرآن مجید کی آیتیں اپنے کسی ثبوت کے لئے لکھی ہیں۔ دیکھو ص ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱



## حضور علیہ السلام کی خوشخبری "بائبل مقدس" سے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے (استثنا آیت ۸) مثیل موسیٰ علیہ السلام کون ہے؟ مسیح علیہ السلام یا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حسب ذیل مماثلت نہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام تثلیث کے قائل نہ تھے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول نصاریٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ اور خدا بھی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے باپ عمران تھے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی جدید شریعت نہیں ملی تھی بزم نصاریٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام شریعت جاری کرنے پر قادر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی مخالفت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی نہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔ (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر حکم خدا اٹھائے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انتقال فرما گئے۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس آکر دجال کو قتل کریں گے اور نکاح کریں گے۔ اور آخر کو وصال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کے راہی تھے۔ اور بکریاں آنحضرت نے چرائی ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں۔

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخالفین کفار پر جہاد کیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں کر سکے۔ یہ تمام مماثلتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من کل الوجہ ثابت ہیں۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ماثلت کا ثبوت

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حلال و حرام کے احکام ہیں۔ ویسے ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذات سے نکال کر عزت دی۔ اور راہ راست دکھلائی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگوں کو فاس اور روم کی قید سے نکال کر موحد بنا دیا اور مذہب اور شائستہ کر دیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں باپ تھے۔

ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل از نبوت بکریاں چرائی تھیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی تھیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد کے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئے۔

علیٰ هذا القیاس ہر امر میں پوری پوری مماثلت دونوں اور العزم پیغمبران علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ جو اور کسی نبی علیہ السلام میں پائی نہیں جاتی۔ اس لئے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یوں فرماتا ہے۔ ترجمہ "ہم نے تمہاری طرف الیا رسول جو شاہد ہے تم پر بھیجا ہے۔ جیسے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ یعنی تمہاری طرف لے مسلمانو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ اور ایسا ہی فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔"

● اور استثنا باب ۱۰ لکھا ہے۔ اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ علیہ السلام







ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ خدا باپ، خدا بیٹا، روح القدس کی واحد ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ازل سے ایک حقیقی معانی میں ایک دوسرے کی الہی وحدت میں وابستہ ہیں اور ایک ناقابل تقسیم اور دائمی وحدت الہی کے آقا ہیں۔ لہذا مسیحی تصور خدا میں شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسیحی عقیدہ توحید الہی میں شرک کا سوال پیدا کرنے والے متعصب خود مسیحی عقیدہ توحید کی عظمت کے لیے خبریے بہرہ اور نا آشنا معلوم ہوتے ہیں (فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۱۹)

ناظرین کرام اب میں پادری صاحب سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ بیان آپ کا سچ ہے کہ خدا باپ، خدا بیٹا اور روح القدس کی وحدت ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ تو آپ نے خدا پر یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کی پدرانہ عالمگیر محبت کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ اس نے ہمارے گناہوں کے فدیہ اور کفارہ کے لئے صلیب پر اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ سب عیسائی حضرات کے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو اپنے سے الگ کر کے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ تو اس صورت میں آپ کی توحید الہی کہاں رہی؟ تو فلسفہ وحدت الوجود کے کیا معنی رہ گئے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بیٹے کو اپنے سے جدا کر کے ظالم لوگوں کے حوالہ کر دیا۔ اور ان یہودی ظالم لوگوں نے خدا کے بیٹے کا کچھ بھی تو لحاظ نہ کیا اور ان کو صلیب پر مار دیا اور خدا تعالیٰ نے ان ظالم لوگوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کو چھڑایا بھی نہیں۔ اب وہ محبت کہاں گئی؟ جبکہ اللہ نے (آپ کے عقیدہ کے مطابق) کہا تھا یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اب جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ ہمارا خدا غیر منقسم ہے۔ جیسے ایک انسان واحد شخص ہے۔ جس کی وحدت میں جسم، عقل اور روح موجود ہے۔ یا جیسے سورج واحد ہے لیکن اس میں گرمی اور روشنی موجود ہے۔ تاہم سورج ایک ہی ہے۔ (ص ۱۱۹)

ناظرین کرام غور فرمائیے۔ پادری صاحب کے علم اور عقل کی بھی داد دیں۔ اس مثال سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ انسان میں تین چیزیں پادری صاحب نے بیان کی ہیں جسم، عقل اور روح۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس سے عقل کو الگ کر دیا تو انسان بے وقوف ثابت ہو گا۔ اور انسان سے اگر روح نکل جائے تو انسان مردہ ہو گیا۔ دوسری مثال پادری صاحب نے سورج کا دی ہے۔ کہ اس میں گرمی اور روشنی ہے۔ اگر

روشنی سورج سے نکل جائے۔ تو ہر طرف اندھیرا ہو جائے گا اور اگر سورج سے گرمی نکل جائے تو سورج کی حرارت ختم ہو گئی۔ تو ثابت ہوا کہ انسان اور سورج میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ جیسے چاول اور دودھ اور چینی ملا کر کھیر پکا جاتی ہے ظاہر ہے کہ ان تین چیزوں میں سے کسی کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح انسان اور سورج میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ تو آپ نے لکھا ہے کہ خدا باپ خدا بیٹا اور روح القدس کی وحدت ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ تو خدا اور روح القدس سے بیٹا کیسے الگ ہو گیا؟ پھر آپ نے خدا کے بیٹے کو خدا سے الگ کر کے صلیب پر کیسے چڑھا دیا؟ پھر آپ نے قبر میں دفن بھی کر دیا اور تیسرے دن ان کو زندہ کر کے آسمان پر لے جا کر خدا تعالیٰ کے داہنی طرف بھی بیٹھا دیا؟ تو اس صورت میں توحید فی التثلیث کیسے قائم رہی؟ اور فلسفہ وحدت الوجود کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟ جس کے لئے ۱۴۸ صفحہ کی کتاب لکھو ماری؟ جبکہ آپ نے بیٹے کو باپ سے الگ کر کے باپ کے داہنی طرف بیٹھا دیا؟ آپ نے لکھا ہے۔ اگر خدا باپ، خدا بیٹا، خدا روح القدس کے مسیحی تصور خدا میں سے کسی اقنوم کو خارج از توحید کر دیں۔ تو خدا قابل قبول اور واجب التسليم نہیں رہتا۔ سبحان اللہ۔ تو پھر آپ نے خود ہی بیٹے کو باپ سے الگ کر کے صلیب پر مار دیا۔ تو پھر اور کسی کا کیا قصور ہے؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب عطا فرمائیے۔ اگر واقعی آپ کے عقیدہ کے مطابق باپ اور بیٹا الگ نہیں ہیں تو صلیب کس کو دی گئی؟ کچھ تو جواب ضرور دینا چاہیئے جس سے ہماری تسلی ہو جائے۔ کیونکہ آپ تو بہت بڑے عالم ہیں۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ مسیحی عقیدہ الہی میں شرک کا سوال پیدا کرنے والے مغرض خود مسیحی عقیدہ توحید کی عظمت کے لیے خبریے بہرہ اور نا آشنا معلوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کا فرض ہے کہ جس بات کی ہم کو سمجھ نہ آئے تو آپ پوری وضاحت سے ہم کو اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا دیں۔ اس بات کی بھی وضاحت کر کے کہ وہ ازل سے ایک حقیقی معنی میں ایک دوسرے کی الہی وحدت میں کس طرح وابستہ ہیں؟ اور برائے مہربانی ازل اور ابد کے صحیح معنی



بھی بتا دیجئے گا؟ تاکہ ہماری تسلی ہو سکے۔ ہم اس لئے بھی مسیحی عقیدہ توحید کی عظمت سے بے خبر رہے ہو اور نا آشنا ہیں۔ کہ آپ کسی صفحہ پر بائبل سے خالص توحید لکھتے ہیں۔ اور کسی صفحہ پر خدا باپ۔ خدا بیٹا اور روح القدس تینوں کو ملا کر تثلیث کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ بائبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جملے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں۔ (استثنائے ۱) آپ نے تو مسیح علیہ السلام کو دوسرا بنا کر خدا کے داہنی طرف بٹھا دیا ہے اور سونو تو انتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہوگا۔ (استثنائے ۲) آپ نے تو ہر قسم کے اختیارات کو حضرت مسیح کو سونپ دیا ہے تاؤ ہم آپ کی بات مانیں یا بائبل مقدس کی بات کو؟ بائبل تو خالص توحید ہی توحید بیان کر رہی ہے کہیں بھی بیٹا اور روح القدس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور روح القدس بھی ایک فرشتہ اللہ کی مخلوق ہے۔ آپ نے دونوں مخلوق کو اللہ سے ملا کر تثلیث کا نام دے کر اپنے آپ کو کفر اور شرک میں داخل کر دیا۔ اگر کہیں بائبل مقدس میں تثلیث کا نام ہو تو تاؤ؟ قیامت کی صبح تک نہیں بتا سکو گے ہم نے ساری بائبل چھان ماری ہے۔ کہیں بھی تثلیث و غیرہ کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ اور کہیں لکھ دیا کہ محبت اور معرفت کی عظمت کے سبب جس کو چاہتا ہے بیٹا بنالیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی بنالیتا ہے۔ (مدا کتاب ہذا) اب وہ آپ کا لکھنا کہ وہ ازل سے ابد تک حقیقی معنی میں کس طرح وابستہ رہے؟ آپ نے کہہ دیا کہ جس کو چاہتا ہے۔ بیٹا بنالیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی بنالیتا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ پر بہت عظیم افتراء ہے۔ پھر آخر وہ مخلوق ہی ہوگی جس کو بیٹا یا بیٹی بنالے گا۔ پھر وہ ایک دوسرے سے وابستہ کیسے رہے؟ وابستہ تو کبھی جدا نہیں ہو سکتا جیسے میں نے اوپر مثال دے دکا ہے؟ اب ایک مضمون پادری صاحب کا نقل کرتا ہوں جو خالص توحید ہی توحید سے بھرا ہوا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۰) خدا ازل اور ابدی ہے۔ لیکن اس کی ساری مخلوقات

اور صنعت کاری ازل اور ابدی نہیں ہے۔ ساری مخلوقات فانی ہے۔ ساری کائنات رواں پذیر ہے۔ وہ نیست و نابود ہو جائے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ ابدی اور لا تبدیل ہے۔ اس کی ہستی لا انتہا ہے۔ اس کے برعکس ختم نہیں ہونگے۔ پس منالیح اور صنعت کی حقیقت، خالق اور مخلوق کی ماہیت ہرگز ہرگز برابر نہیں اور نہ انسان کا ذات خدا کی ذات میں فانی اور مدغم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا خدا ہے اور انسان انسان ہے۔ خدا انسان نہیں ہے اور انسان خدا نہیں ہے۔ ہاں خدا کی ذات ہی خدا کی ذات میں قائم بالذات رہ سکتی ہے۔ بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ خدا کی مانند کوئی قدوس نہیں (امسائل ۲:۲) سبحان اللہ۔ یہاں تو پادری صاحب نے اصل توحید بیان فرمادی ہے۔ جو قابل تعریف ہے کاش پادری برکت لے خالص صاحب کا اس پر عمل بھی ہوتا؟ عمل تو اس کے برعکس ہے اول تو جناب مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر خدا کی داہنی طرف بٹھا دیا مسیح تو خدا کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے جس کو آپ فانی بتا رہے ہیں۔ تو اس صورت میں آپ کی بتائی توحید کسے قائم رہے؟ جدا آپ خدا کی ذات میں فانی اللہ کے ختم کا فرما چکے ہیں یعنی ان کی ذات خدا کی ذات میں فانی اللہ مدغم نہیں ہو سکتی۔ تو مسیح علیہ السلام بھی انسان ہی ہیں؟ تو ان کو آپ نے خدا کی ذات میں کیسے فانی اللہ اور مدغم مان لیا؟ کیونکہ آپ کی کتابوں میں کئی جگہ مسیح علیہ السلام کو انسان کامل لکھا ہوا ہے۔ اور جب وہ انسان کامل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ہے۔ تو پھر یہ کیوں لکھتے ہو کہ وہ ان دیکھے خدا کی صورت اور خدا کامل ہے؟ جبکہ یہ بھی لکھتے ہو اللہ کا فرمان ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ کیا یہ خدا کامل دوسرا خدا ہے؟ اس دو غلط پالیسی سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ کیوں خدا تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرتے ہو؟ اگر کچھ علم رکھتے ہو تو بائبل مقدس سے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کرو۔ اور یہ جو آپ نے خدا تعالیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے برعکس ختم نہیں ہونگے۔ یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے۔ پادری صاحب برس وہاں ختم ہوتے ہیں۔ جہاں زمانہ گزرے اللہ تعالیٰ کے ہاں زمانہ نہیں گزرتا وہاں تو ایک دن ہزار سال کے برابر ہے برس مخلوق پر ختم ہوتے ہیں نہ کہ خدا پر۔



ناظرین کرام میں نے انجیل شریف اور بائبل مقدس سے اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس نبی علیہ السلام کا یہود اور نصاریٰ انتظار کر رہے تھے۔ وہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ جو تشریف لا چکے ہیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے لیکن جناب پادری برکت اے خان صاحب کسی صحیح بات کو بھی تسلیم کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن دوسری کتاب لکھتے ہیں۔ وہ نبی :- جب بھی اس خوشخبری کی منادی کی جاتی ہے۔ کہ دنیا کے گنہگاروں کے واحد اور زندہ نجات دہندہ صرف زندہ مسیح خداوند ہیں۔ تو میرے مسلم دوست اکثر یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ توریت شریف اور انجیل مقدس میں عیسیٰ مسیح کے بعد ایک نبی کی آمد کی پیشگوئی موجود ہے۔ آپ لوگ اس پر کیوں غور نہیں کرتے؟ جب ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ اس کے متعلق آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو ہمیشہ وہ انجیل مقدس سے یہ حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کہ یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لادی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے۔ کہ تو کون؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بتیمہ کیوں دیتا ہے؟

(انجیل یوحنا - ۱۹: ۱ - ۲۵ آیت) اور کہتے ہیں کہ اس حوالہ میں ایلیاہ کی

روح میں یوحنا بتیمہ دینے والا آیا۔ اور ابن مریم تو مسیح ہیں۔ لیکن وہ نبی عیسیٰ مسیح کے بعد آنے والا ہے۔ اور وہ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب ہدایت نامہ ص ۱۶۱)

پھر آگے اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ جناب عیسیٰ ابن مریم مسیح بھی ہیں اور وہ ایک نبی بھی ہیں۔ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص یسوع کے دو نام ہیں (کتاب ہدایت نامہ ص ۱۶۱)

پھر آگے لکھتے ہیں۔ کہ جس (نبی) کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا ہے وہ یسوع نامی ہے۔ (انجیل یوحنا ۱: ۴۵ آیت) پھر آگے لکھتے ہیں۔

تھوڑے عرصہ بعد متعدد یہودیوں نے توریت شریف اور نبیوں کی کتابوں کی روشنی میں جناب مسیح یسوع کو پہچانتے میں تسلی حاصل کی اور اقرار کیا کہ جو نبی دنیا میں آنے والا تھا۔

فی الحقیقت یہی ہے (یوحنا ۱۴: ۶) پھر آگے لکھتے ہیں کہ پھر دوسری جگہ کہا ہے۔ بے شک یہی وہ نبی ہے۔ (یوحنا ۱۴: ۷) پھر تیسری بار اقرار کیا۔ کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا۔ ۵ بزرگ موسیٰ کی توریت شریف میں جس نبی کی بابت پیش خبر دی گئی ہے۔ (انجیل لوقا - ۱۶: ۷) و استنا ۱۸ باب ۱۵ آیت) فرمایا کہ وہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہو گئی ہے۔ یوں فرمایا کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ (یوحنا ۵: ۴۶)

ناظرین کرام غور فرمائیں اور پادری صاحب کے علم کی داد دیں یا پادری صاحب کے علم کا ماتم کریں۔ جس طرح کئے کے کفار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ اسی طرح پادری برکت اے خان صاحب نے حضور سید عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ میں نے انجیل شریف اور بائبل مقدس کے حوالوں سے خوب اچھی طرح سے حضور پر نور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان واضح طور پر اوپر بیان کر دیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں جس نبی پاک علیہ السلام کا ذکر موجود ہے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے سے ہی تشریف لا چکے ہوئے ہیں۔ پادری صاحب کو اوپر کا مضمون غور سے پڑھنا چاہیے۔

اور یہ بتانا چاہیے کہ کونسا حوالہ میں نے غلط لکھا ہے؟ آپ تو کبھی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو تثلیث میں شامل کرنے ہیں کبھی ان کو خدا کا اکلوتا بیٹا لکھتے

ہیں۔ کہیں ان کو لکھتے ہیں کہ وہ خدا سے خدا تھا۔ کہیں مسیح علیہ السلام کو ابن آدم لکھتے ہیں کبھی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں بتلیئے

کہ ہم آپ کی کس بات کو مانیں اور کس کا انکار کریں؟ اب یہاں لکھتے ہیں کہ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ (ہدایت نامہ ص ۱۶۱) یعنی توریت میں مسیح علیہ السلام کے بعد جس نبی پاک کے آنے کا ذکر ہے۔ وہ بھی مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ اور اس کے متعلق

اس کتاب میں جو دلائل دیئے گئے۔ ان سے یہ بات پرکھ ثابت نہیں ہو سکتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد جو نبی آنے والا تھا۔ وہ بھی حضرت مسیح ہی؟ مثلاً لکھا ہے۔ کہ خداوند یسوع



مسیح کے شاگرد یہودی تھے۔ انہوں نے توریت اور نبیوں کے نوشتوں کی روشنی میں یہ تسلیم و قبول کیا اور کہا۔ (۱) کہ جس نبی کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یسوع ناصری ہے۔ (انجیل یوحنا ۱-۲۵)

(۲) تھوڑے عرصہ بعد متعدد یہودیوں نے توریت شریف اور نبیوں کی کتابوں کی روشنی میں جناب مسیح یسوع کو پہچانتے میں تسلی حاصل کی۔ اور اقرار کیا کہ جو نبی دنیا میں آنے والا تھا۔ فی الحقیقت یہی ہے۔ (یوحنا ۷: ۴۱)

(۳) پھر تیسری بار اقرار کیا کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا۔ (لوقا ۷: ۱۶)

(۴) بزرگ موسیٰ کی توریت شریف میں جس نبی کی بابت پیش خبر دی گئی ہے وہ استثناء ۱۸ باب آیت ۱۵ ہے) زندہ یسوع مسیح معلوب نے فرمایا۔ کہ وہ نینگوئی میرے حق میں پوری ہوگئے ہے۔ یوں فرمایا۔ کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ (یوحنا ۵: ۴۶)

ان حوالوں میں سے کوئی بھی قابل قبول نہیں ہیں کیونکہ یہ سب لوگوں کی باتیں ہیں۔ جس کسی نے کوئی معجزہ دیکھا تو کہہ دیا کہ وہی نبی ہوگا۔ مسیح علیہ السلام کی زبان سے یہ باتیں صادر نہیں ہوئیں۔ یہ جو آپ نے لکھا کہ زندہ یسوع مسیح معلوب نے فرمایا کہ وہ پیش گوئی میرے حق میں پوری ہوگئے۔ یہ الفاظ بھی آپ کے اپنے من گھڑت ہیں۔ کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے (یوحنا ۵: ۴۶)

اس عبارت سے آپ کیسے معلوم ہو گیا کہ آنے والے نبی پاک کے حق میں یہ بات فرمائی گئی تھی؟ حالانکہ اس میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ میرے حق میں کیا بات لکھی ہے؟ دیکھو اس سے پہلے لکھا ہے۔ کہ میں اپنے باپ کے نام سے آیا ہوں اور تم مجھے قبول نہیں کرتے۔ (یوحنا ۵: ۳۰)

یہ تو صرف اور صرف مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کی بات چل رہی ہے نہ کہ آنے والے نبی پاک کے متعلق؟ آپ نے اس کو مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی پر چسپاں کر لیا ہے۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ یوحنا انجیل کا کیا حال ہوگا؟ جس نے لکھا ہے کہ میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بھجئے گا کہ اسے تمہارے

ساتھ رہے اور لکھا ہے کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب ۱۴-۱۶: ۳۱) بتائیے جناب پادری صاحب یہ یوحنا کی انجیل ہے یا نہیں؟ کیا یوحنا ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور دوسری جگہ آپ کی جھوٹی باتوں کی تائید کرتا ہے؟ ایمان سے بتائیے آپ جھوٹ لکھتے ہیں یا یوحنا؟ معاذ اللہ۔ آپ کو اوپر کا مضمون عذر سے پڑھنا چاہیئے۔ اور خوب سوچ کر جواب دینا چاہیئے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آپ اپنی ہر کتاب میں قرآن شریف کے حوالے نقل کرتے ہیں اور پھر بھی صاحب قرآن کا انکار کرتے ہیں؟ حالانکہ قرآن شریف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ پادری برکت اے خان صاحب کا اپنی ہر کتاب میں قرآن شریف کے حوالے نقل کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ توریت میں جس نبی پاک علیہ السلام کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد خوشخبری دی گئی تھی۔ وہ نبی پاک ہمارے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے سے ہی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اگر پادری برکت صاحب یہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ وہ نبی جن کی توریت میں خوشخبری دی گئی تھی۔ وہ بھی جناب مسیح علیہ السلام ہی ہیں تو آپ کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ کیا قرآن شریف بھی حضرت مسیح پر نازل ہوا تھا؟ اس کا جواب تو شاید پادری صاحب نہ دے سکیں۔ کیونکہ جناب پادری صاحب اتنا علم بھی نہیں رکھتے کہ قرآن شریف پر ایمان لانا اور صاحب قرآن کا انکار کرنا چہ معنی دارد۔ کیونکہ جب پادری صاحب۔ صاحب قرآن کا انکار کر چکے ہیں۔ تو قرآن کی آیتیں انہی کتابوں میں کیوں نقل کرتے ہیں؟ پس یہی ایک سوال ایسا ہے۔ کہ پادری برکت صاحب قیامت کی صبح تک جواب نہیں دے سکتے۔ اور پادری برکت صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ

**قرآن مجید** میں مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری موجود ہے۔

ترجمہ :- یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے نبی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا



ہوں۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (سورۃ العنکبوت قرآن مجید)  
جناب پادری برکت اے خان صاحب کو چاہیے کہ جہاں اپنے مقصد پورا کرنے کے  
لئے قرآن شریف کی اور دوسری آیتیں اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔ وہاں اس  
آیت کو بھی نقل کرنا چاہیے۔ جس میں جناب مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر ارشاد فرما  
دیا ہے کہ میرے بعد جو نبی پاک آنے والے ہیں۔ ان کا نام احمد ہے۔ (معلی اللہ علیہ وسلم)  
ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ اگر ہم خدا کی کتاب مقدس کی الہامی  
باتوں پر تحریف و تفسیح یا رد و بدل کا الزام لگا کر لے رد کرتے ہیں۔ تو اس کا دوسرے  
لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ ہم خدا کے کلام مقدس کے اور نبیوں کی نبوت کے منکر ہیں۔  
بلکہ خدا تعالیٰ اور اس کے نبیوں کی توہین کے مرتکب ہیں۔ اگے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔  
بالفرض محال اگر کتاب مقدس بائبل کا وجود دنیا سے اٹھ جائے تو ساری کائنات عالم  
جہالت اور وحشیانہ زندگی کا ظلمت کنہ بن جائے۔ (کتاب فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۷)  
سب سے پہلے میں بائبل مقدس ہی سے تحریف و تفسیح رد و بدل کا ثبوت پیش  
کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور اگر کوئی ۱۶ ہو تو ارشاد فرمائیے اور بائبل مقدس کو  
تحریف سے بچائیے۔ اگر بچا سکو؟ پیدائش باب ۳۰۔ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ  
حضرت لوط علیہ السلام صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اسکی دونوں بیٹیاں اس کے  
ساتھ تھیں۔ کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈرنگا۔ اور وہ اور اسکی دونوں بیٹیاں  
ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڑھا ہے اور  
زمین پر کوئی مرد نہیں۔ جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ اوہم اپنے  
باپ کو مٹے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں  
سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مٹے پلائی۔ اور پہلوٹی اندر گئی اور اپنے باپ سے  
ہم آغوش ہوئی۔ پھر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے  
سوزیوں ہوا۔ کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش

ہوئی۔ آج رات بھی اس کو مٹے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہونا کہ ہم اپنے  
باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مٹے پلائی اور چھوٹی  
مکھی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پھر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو  
(لوط علیہ السلام) کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ اور بڑی کے ہاں ایک  
بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام موکب رکھا وہی موکب کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔  
اور چھوٹی کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام بن عی رکھا۔ وہی بن  
عمیون کا باپ ہے۔ جو اب تک موجود ہیں۔ (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک)  
(معاذ اللہ۔ توبہ استغفر اللہ) مسیحی حضرات انصاف اور ایمان سے بتائیں کہ یہ  
افتراد زنا کا ایک معصوم اور پاک نبی علیہ السلام کی ذات پر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟  
تو پھر پاک نبی حضرت لوط علیہ السلام کی پاک باعصمت بیٹیوں پر زنا کا افتراء وہ بھی ان  
کے باپ سے۔ توبہ۔ توبہ۔ توبہ استغفر اللہ۔

تمام مسیحی پادری صاحبان معہ مبشر انجیل عبداللہ صاحب یہ بتائیں تو سہی کہ یہ  
بائبل مقدس میں تحریف ہے یا نہیں؟ اگر یہ بائبل مقدس میں تحریف نہیں تو تحریف  
اور کس جانور کا نام ہے؟

اس سے بڑھ کر ایک معصوم نبی اور ان کی پاک دامن بیٹیوں کی کیا توہین ہو سکتی  
ہے؟ اور یہ بتائیے کہ یہ توہین امیز کلمات کھنے والا کون شخص ہے؟ ساری بائبل مقدس  
تلاش کر جائیں کہیں بھی بائبل کے مصنف کا نام و نشان نہیں ملے گا؟ پھر کس بل بوتے  
پر کہتے ہو کہ بائبل میں تحریف نہیں ہو سکتی؟ اب میں اسی بائبل مقدس سے انبیاء  
کرام کی عصمت دکھاتا ہوں۔

یوسف علیہ السلام) خوبصورت اور حسین تھا۔ ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ  
اس کے آقا کی بیوی کی آنکھ یوسف پر لگی اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو سکیں  
اس نے انکار کیا اور آقا کی بیوی سے کہا۔ کہ دیکھ میرے آقا کو خبر بھی نہیں کہ اس گھر  
میں میرے پاس کیا کیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔



اس گھر میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں اور اس نے تیرے سوا کوئی چیز مجھ سے باز نہیں رکھی۔ کیونکہ تو اس کی بیوی ہے۔ سو بھلا میں کیوں ایسی بڑی بدی کروں اور خدا کا گنہگار ہوں؟ (پیدائش باب ۲۹ آیت ۷ سے ۱۲ تک) تب اس عورت نے اس کا پرہیز پھر کر کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔ وہ اپنا پرہیز اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ گیا اور باہر نکل گیا۔ حضرات انبیاء و کرام اسی طرح زنا سے بچنے کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بڑے کام سے بچا لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معصوم رکھا ہوا ہے۔ حضرت انبیاء و کرام تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی لئے مامور کئے جاتے ہیں کہ لوگوں کو بڑے کاموں سے منع کریں اور بھلائی کا حکم دیں۔ تو حضرت لوط علیہ السلام بھی اسی کام کے لئے بدکار قوم پر بھیجے گئے تھے کہ ان کو بڑے کاموں سے روکیں نہ کہ بڑے کام خود کرتے؟ معاذ اللہ۔ جیسا کہ بائبل مقدس میں رد و بدل کر کے حضرت لوط علیہ السلام پر اور آپ کی پاک دامن بیٹیوں پر زنا کا بہتان عظیم لگایا گیا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ اور آپ کی بیٹیاں کسی پہاڑ کی غار میں رہتی تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اور آپ کی دونوں بیٹیوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں پہنچا دیا تھا۔ اور یہ بات بھی قرآن مجید کے خلاف ہے کہ تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور غمورا پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے ان شہروں کو اکھاڑ کر اپنے پیروں سے اٹھایا اور آسمان کے قریب تک لے جا کر اونڈھا کر ادا کیا یعنی نیچے کی طرف اوپر کر دی اور فرشتوں نے ان پر خدا کے حکم سے پتھر برسائے تھے۔ اب میں تحریف کا ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے فرشتوں کے ضیافت تیار کی۔ اور بے شمیری روٹی پکائی اور انہوں نے کھایا۔ (دیکھو پیدائش آیت ۱ سے ۱۸ باب ۱۸) اے عقل مند کتاب۔ فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ یہ آپ نے کیا لکھ دیا؟ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ بائبل مقدس میں تحریف ہو چکی ہے لیکن آپ تو نہیں مانتے؟ اس ضد کا کیا علاج ہے؟ اب سب مسیحی پادری صاحبان اور مشرانجیل صاحب مل کر میرے ان حوالوں کو غلط ثابت

کر دو اور بائبل مقدس کا معنی بھی ثابت کرو۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ اگر کتاب مقدس بائبل کا وجود دنیا سے اٹھ جائے۔ تو ساری کائنات علم جہالت اور وحشیانہ زندگی کا ظلمت کدہ بن جائے۔ یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے۔ جب ہم نے بائبل ہی سے تحریف کا ثبوت پیش کر دیا۔ تو ایسی کتاب تحریف شدہ اگر دنیا سے اٹھ جائے تو ساری کائنات کیوں ظلمت کدہ بن جائے؟ اور آپ کو یہ بھی علم نہیں کہ اب ساری کائنات کے لئے آخری الہامی کتاب قرآن شریف موجود ہے جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔ جس کی تحریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کی آیات مبارکہ آپ اپنی ہر کتاب میں لکھتے چلے آ رہے ہیں اور کتاب میں بھی لکھتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کی خاتن از روئے قرآن۔ ہاں اگر کوئی شخص قرآن کریم پر عمل نہ کرے تو اس شخص کی زندگی ضرور بر ضرور ظلمت کدہ بن سکتی ہے۔ اور یہ کتاب قرآن مجید بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ جو آخری کتاب اور آخری شریعت ہے جو تمام زمانوں اور زمانوں کی تمام امتوں کی حیات آخری اور قطعی لائحہ عمل ہے۔ کیونکہ اللہ نے قرآن حکیم میں فرما دیا ہے کہ جس نے ہمارے رسول کی پیروی کر لی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور یہی وہ ہے اطاعت رسول سے انکار خدا کی خدائی سے بغاوت ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد نہ کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی قرآن کے بعد نئی شریعت آ سکتی ہے۔ اور جب جناب عیسیٰ مسیح علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے تشریف لائیں گے۔ تو خود بھی شریعت محمدی پر عمل کریں گے۔ اور لوگوں کو بھی شریعت محمدی پر چلنے کا حکم دیں گے۔ نہ کہ تحریف شدہ بائبل مقدس پر؟





ناظرین کرام! اب میں آپ کو پادری برکت لے خان صاحب کا ایک اور کمال دکھا آہوں۔  
 اور پادری صاحب کے علم کی دادرھی دیتا ہوں اور حیرت میں بھی ہوں کہ کیا پادری صاحب  
 کے ہوش و حواس بھی قائم ہیں یا نہیں؟ لیکن اس بات کا فیصلہ آپ ہو کریں گے۔ یہ تو آپ  
 پر ٹھہر چکے ہیں۔ کہ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص یسوع کے دو نام ہیں۔ جس کا  
 میں جناب اوپر دے چکا ہوں۔ اب اسی کی تائید میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ بزرگ موسیٰ  
 کی پیش گوئی کے مصداق جناب مسیح کے بعد مزید کسی موجودہ نبی کی آمد کی گنجائش  
 باقی نہ رہی۔ (کتاب ہذا ص ۱۸) پھر آگے لکھتے ہیں کہ جس موجودہ نبی کی آمد بزرگ  
 موسیٰ نے ذکر کیا ہے۔ وہ عظیم ترین نبی ہی دراصل مسیح موعود آخر زمان ابدی زندہ نبی  
 اور ذات الہی کا ظہور ہوگا (ص ۱۹) اسی طرح کے مضامین اس کتاب میں اور بھی موجود  
 ہیں۔ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ جس کا جواب میں  
 اوپر واضح طور پر دے چکا ہوں۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جس طرح پادری  
 صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ اب خود ہی اس کتاب میں  
 اقرار فرما رہے ہیں اور لکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے پہلے پارے میں سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹  
 میں ایمانداروں کو خطاب کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ کو ترک کرنے کی ہدایت دی  
 گئی ہے۔ جس کے اندر یہ خرابی تھی کہ اگر زبان موڑ کر اور منہ دبا کر اس کو ادا کیا  
 جائے تو اس کے ایسے معنی برآمد ہوں۔ جس میں مخاطب کی شان میں گستاخی پائی  
 جائے۔ اور اللہ کو یہ کسی طرح گوارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں  
 دانستہ یا نادانستہ گستاخی کی جائے۔ چنانچہ ایسے لفظ کو سرے سے ممنوع قرار دے دیا  
 گیا۔ اور اس لفظ کا ہم معنی لفظ "انظرنا استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے" صحابہ کرام  
 بھی بعض اوقات کسی بات کی وضاحت کے لئے "راعنا" کہہ بیٹھے۔ اب اللہ کریم نے  
 ایمانداروں کو مخاطب کر کے اس عمل سے روک دیا اور اس کی جگہ "انظرنا استعمال  
 کرنے کی ہدایت فرمائی" (کتاب ہذا ص ۱۵)  
 ناظرین کرام! دیکھا آپ نے پہلے تو بڑے زور شور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت پر پادری صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اور بار بار کہا موسیٰ علیہ السلام  
 نے جس نبی پاک کا تورات میں ذکر کیا ہے۔ وہ نبی بھی جناب مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔  
 دراصل یہ معجزہ ہمارے نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ مخالفت  
 کرنے والے مسیحی پادری برکت صاحب کے قلم سے نکھو ادا اور اللہ تعالیٰ نے مخالف  
 سے نکھو ادا کیا کہ اللہ کو یہ کسی طرح گوارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان  
 میں دانستہ یا نادانستہ گستاخی کی جائے۔ چنانچہ ایسے لفظ کو سرے سے ہی ممنوع  
 قرار دے دیا گیا۔ (سبحان اللہ) ناظرین کرام! اب پادری برکت لے خان صاحب  
 سے سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ پادری صاحب کیا آپ کے ہوش و حواس قائم  
 ہیں اور جناب پادری صاحب صحابہ کرام کا ذکر کر کے حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام  
 کا بھی اقرار کر لیا۔ یہ ہمارے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ  
 نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ مخالف کے قلم سے بھی اقرار کروا ہی لیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)





## زمانہ رسالت میں عیسائی حضرات کا اسلام قبول کرنا۔

التواریخ کا مصنف بھی جو عیسائی ہے۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنا ایمان لایا اور کہا کہ بلا شک یہ وہی نبی ہے۔ جسکی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی تھی۔ کیونکہ بادشاہ نجاشی تورات و انجیل کا پورا واقف تھا۔ اسی طرح مقوقش بادشاہ قبط نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور بہت سے ہدیے آپ کے حضور میں روانہ کئے۔ اور یہ بادشاہ تورات و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ اسی طرح جارد بن العلاء جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ اور اسی طرح یزید بن ابی سہل روم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیا۔ ہذا القیاس بہت سے دی شوکت نصاریٰ کے عالموں نے اسلام قبول کیا (انوار آفتاب صداقت کتاب جہاد ص ۳۱۵)

لیکن۔ اس آخری زمانہ میں جناب پادری برکت لے خان صاحب (جو اپنے آپ کو تمام جہان کے عالموں سے بہت بڑا عالم خیال کرتے ہیں) کسی حق بات کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور غلط عقائد کی کتابیں لکھ لکھ کر خدا تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کر رہے ہیں۔ (نشا اللہ تعالیٰ وہ اپنی قبر میں اس کا عذاب ضرور ضرور دیکھ لیں گے۔ پھر اس وقت کا پچھتا نا کچھ کام نہیں آئے گا۔ کیونکہ غلط باتوں سے توبہ کرنی زندگی میں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔



عیسائی پادری ولیم مسیح کے چیلنج

کا  
جواب

اور پادری ولیم مسیح کو

دعوت اسلام

از قلم: مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## عیسائی پادری ولیم مسیح کے چیلنج کا جواب

اور

### ولیم مسیح کو دعوتِ اسلام

پادری ولیم مسیح سیالکوٹی نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں بعنوان

”مسلمانو جواب دو“

دیوبندی دہلی مکتب فکر کے علماء کو بدیں الفاظ چیلنج کیا ہے۔ کہ تمہارے علماء مولوی اسماعیل دہلوی اور اشرف علی تھانوی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں

- محمد صاحب مرکز مٹی میں ملنے والے ہیں۔ (کتاب تقویت الایمان ص ۵۲)
- محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویت الایمان ص ۵۲) • محمد جیسا علم زید بکر بچوں اور پاگلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۵۲)
- مسلمانو! جب تمہارے نبی مرکز مٹی میں مل گئے۔ جب تمہارے نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تمہارے نبی کا علم بچوں اور پاگلوں جیسا ہے • تو ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تمہارے عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو کیونکہ تمہارے مسلمانوں کے قرآن سے ثابت ہے کہ • تمہارے نبی حضرت عیسیٰ مسیح آسمانوں میں زندہ موجود ہیں • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح انصوں کو

بینائی بخشتے۔ کوڑھوں کو تندرستی بخشتے۔ مردوں کو زندہ کرتے تھے • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح نے اپنی ماں کی گود میں اپنے نبی ہونے اور کتاب ملنے کا بتایا اور اپنی ماں کی پاک وامنی کا اعلان فرمایا • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح ہر پوشیدہ بات کا علم رکھتے تھے۔ اس لئے آؤ اے مسلمانو۔ تمہارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ با اختیار اور علم والے ہیں۔ ورنہ مردہ بے اختیار بے علم نبی پر تمہارا ایمان رکھنا بے سود ہے اور تم کافر ہی رہو گے۔ (منجانب ولیم مسیح سیالکوٹی بحوالہ ”رضائے مصطفیٰ“ اپریل ۱۹۸۵ء) اس کا مدلل و مست جواب تو حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی ”رضائے مصطفیٰ“ میں تحریر فرما چکے ہیں۔

(دیکھو رضائے مصطفیٰ اپریل ۱۹۸۵ء ص ۱۶)

لیکن میں یہاں ولیم مسیح صاحب کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جن دہلی یا دیوبندی علماء نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شانِ اقدس میں یہ بے ادب اور گستاخ عبارتیں اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ ان سب علماء پر بیہوش و غم کے علماء کرام نے کفر کا فتویٰ دے دیا ہوا ہے۔ وہ علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم مسلمانوں میں کسی کا یہ باطل عقیدہ نہیں۔ لہذا پادری ولیم مسیح کا یہ لکھنا کہ ”مسلمانو جواب دو“ غلط ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان بھی اپنے نبی پاک علیہ السلام کے متعلق ایسے بے ادب الفاظ لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں اور حبیب رب العالمین ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے خلیفہ اعظم نائب اکبر اور آخری



رسول ہیں۔ اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور بے مثل اور بے نظیر ہیں اور عالم ماکان و مایکون ہیں۔ اور مختار کل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ السلام کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور ہمارے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ موجود ہیں اور یہ زندگی آپ کی دنیا کی سہی ہے اپنے روضہ انور میں باجماعت نماز ادا فرماتے ہیں۔ اپنی امت کا درود سنتے ہیں اور سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں اور ہر صبح و شام امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں جو فرشتے پیش کرتے ہیں جس کے اعمال اچھے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا فرماتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اور جس کے اعمال بُرے ہوتے ہیں اس کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے۔

## عیسائی پادری ولیم مسیح کو دعوت اسلام

اس لئے دے رہا ہوں کہ پادری ولیم مسیح نے جو صفات جناب عیسیٰ علیہ السلام کی اشتہار میں لکھی ہیں۔ وہ واقعی صحیح اور بالکل درست ہیں بے شک عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں میں موجود ہیں۔ لیکن پادری ولیم مسیح نے عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سب صفات ہمارے قرآن شریف سے ثابت کی ہیں۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا گویا کہ قرآن پاک کو ولیم مسیح نے حق اور سچ مان لیا ہے۔ حالانکہ عقیدہ ان کا

اس کے خلاف ہے۔ اور دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مسلمانو ہمارے نبی کا کلمہ پڑھو، حالانکہ پادری صاحب اور تمام عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا۔ (دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۵) اور انہوں نے اُسے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے اور وہاں بیٹھ کر اس کی نگہبانی کرنے لگے اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سر سے اوپر لگا دیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے۔ اسی باب آیت نمبر ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ میں لکھا ہے۔ اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو صلیب پر سے اتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکا۔ یہ اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (بحوالہ انجیل مقدس چوتھی رسول کی معرفت لکھی گئی ہے۔ مطبوعہ سوسائٹی لاہور)۔

کیوں جناب ولیم مسیح صاحب جب آپ کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو چکے ہیں۔ تو پھر مسلمانو کو دعوت کیوں دے رہے ہو؟ کہ ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ با اختیار اور علم والے ہیں۔ حالانکہ آپ سب عیسائی حضرات کا دو ہزار سال سے یہی عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا۔ اور وہ فوت ہو چکے تھے



ہیں۔ جیسا کہ آپ کی انجیل مقدس سے ابھی ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ کا سب عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی بیٹا یا بیوی ہو۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے خود والدہ کی گود میں فرما دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ خدا ہوں اور نہ خدا کا بیٹا۔ اور صاف صاف فرمایا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ یعنی میں خدا کا بندہ ہوں۔ اور کئی جگہ آپ نے انجیل میں فرمایا کہ ابن آدم ہوں (دیکھو متی باب ۲۰ آیت ۱۳) لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے ویسے سے ابن آدم بکھڑوایا جاتا ہے۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ اور (دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۱۷) اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کرے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی اور اسی باب میں آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ یہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ اور کئی جگہ آپ نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ کہیں ابن اللہ نہیں فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:- بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا۔ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ (پ ۶ سورہ المائدہ)

ولیم مسیح نے مسیح علیہ السلام کا کلام جو آپ نے والدہ کی گود میں کیا تھا۔ پورا نقل نہیں کیا اگر آپ پورا کلام آپ کا نقل کرتے تو آپ کو اچھی طرح

ثابت ہو جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے۔ لہذا میں یہاں قرآن شریف سورہ مریم سے وہ کلام آپ کا پورا نقل کرتا ہوں جو آپ نے والدہ ماجدہ کی گود میں فرمایا تھا۔ جب قوم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ بچہ کہاں سے لائی ہے جبکہ آپ کی شادی نہیں ہوئی۔ چونکہ آپ نے خاموش رہنے کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بچے سے ہی دریافت کر لو کہ تو کہاں سے آیا ہے تب قوم نے کہا کہ ہم کیسے کلام کریں اس سے جو شیر خوار بچہ تیری گود میں ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی یہ بات سنی۔ تو اس وقت آپ والدہ کی گود میں دودھ پی رہے تھے۔ تو آپ دودھ چھوڑ کر قوم کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:- تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں۔ دی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں۔ اور حکم کیا مجھ کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بد بخت۔ اور سلامتی ہے اوپر میرے جس دن پیدا ہوا میں۔ اور جس دن مروعں گا میں اور جس دن لٹوں گا میں زندہ ہو کر۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یہ ہے عیسیٰ (علیہ السلام) بیٹا مریم کا بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔ اور نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ پکڑے اولاد پاک ہے



اس کو جب مقرر کرتا ہے کچھ کام۔ پس سوائے اس کے نہیں کہہتا ہے اس کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی (پہلے سورہ مریم) جناب ولیم مسیح! یہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا پورا کلام جس میں خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی پورے طور پر نفی کی گئی ہے۔ اور الوہیت کے لئے کوئی شہادت موجود نہیں۔ فرماتے ہیں میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ اللہ ہوں نہ اللہ کا بیٹا پھر فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل شریف عطا فرمائی اور مجھ کو نبوت عطا فرمائی۔ اور مجھے برکت والا کیا۔ پھر فرماتے ہیں اللہ نے مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ تعجب ہے ولیم مسیح کی عقل پر کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ یہ سب صفات بندے کی ہیں یا خدا کی؟ ثابت ہوا کہ پادری صاحب خالق اور مخلوق میں تمیز نہیں کر سکتے حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام کا ہر جملہ اپنی ذات کے لئے الوہیت کی نفی کر رہا ہے۔ پھر آگے فرمایا: سلامتی ہے اچھے میرے جس دن پیدا ہوا میں۔ اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کیا جاؤں گا۔ ظاہر ہے کہ نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا۔ پیدا ہونا۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ مرنا۔ پھر زندہ ہو کر اٹھنا یہ سب صفات بندے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب صفات سے پاک ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ کی گود میں سب سے پہلے یہ بات فرمائی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی خدا نہیں نہ خدا کا بیٹا۔ اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے الوہیت کی نفی فرمائی اور عبودیت کا ثبوت دیا۔ پھر

حضرت مسیح الہ کیسے ہوئے؟  
اب چند حوالے آپ کی انجیل سے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ اچھی طرح ثابت ہو جائے۔ کہ آپ نے کہیں بھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔  
نمبر ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جو تم کو قبول کرتا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ میرے بھنے والے کو قبول کرتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۰)  
یہاں مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر فرما دیا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں کیونکہ بھنے والا اور جسے بھیجا جائے یہ دو ذاتیں ایک وقت خدا نہیں ہو سکتیں اس طرح دو خدا ماننے بڑے گے۔ اور خدا تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔  
نمبر ۲: میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوٹی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۲۴)  
آپ کے اس کلام سے بھی ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔  
نمبر ۳:۔ یسوع نے اس سے کہا۔ اے شیطان دور ہو۔ کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۱۰)  
مسیح علیہ السلام نے سجدہ عبادت صرف خداوند قدوس کی ذات ہی کے لئے فرمایا۔ اور اپنی ذات کو سجدہ عبادت کرنے کا قطعاً حکم جاری نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں۔ اور نہ خدا کے بیٹے۔  
نمبر ۴:۔ یسوع نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا۔



لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۹-آیت ۲۶)  
 نمبر ۵:- مگر یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور  
 کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ اور اس نے ان کی بے اعتقادگی کے سبب  
 سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے۔ (انجیل متی باب ۱۳ آیت ۵۸)

پادری ولیم مسیح صاحب دیکھا آپ نے۔ حضرت مسیح علیہ السلام  
 نے واضح الفاظ میں اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا اور ظاہر بات ہے کہ نبی  
 نہ خدا ہوتا ہے نہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوتا ہے۔

نمبر ۶:- لیکن اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بدر و حوں کو نکالتا ہوں  
 تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آپہنچی۔ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۲۸)

دیکھئے یہاں آپ نے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو کیسے بیان  
 کیا ہے۔ اور اپنی عبودیت کا کس طرح اقرار کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ عیسیٰ  
 علیہ السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے۔

نمبر ۷:- اب ایک حوالہ انجیل یوحنا سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔  
 میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسا سنا ہوں عدالت کرتا ہوں۔

اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے  
 والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطلاع پائے اور کچھ سنے بغیر مسیح علیہ  
 السلام کوئی بات ارشاد نہیں فرماتے۔ خدا سے سُن کر لوگوں میں پیغمبر  
 پہنچانا ہی وحی الہی کی تعریف ہے۔ جو نبوت کے لئے لازمی اور الوہیت کے

لئے باطل ہے۔

اب انا جیل شریف سے روز روشنی کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت  
 مسیح علیہ السلام نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے  
 ہوئے نبی اور رسول تھے۔

میں مسیحی پادریوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ انا جیل سے کہیں  
 بھی بزبان مسیح علیہ السلام یہ الفاظ دکھائیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ  
 میری عبادت کرو میں اللہ ہوں۔ انشاء اللہ قیامت کی صبح تک نہیں  
 دکھا سکیں گے۔ اب میں وہ مناظرہ نقل کرتا ہوں جو جناب سؤل اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور نجران کے عیسائی حضرات کے درمیان ہوا تھا۔

## نجران کے نصاریٰ کا وفد

مفسرین فرماتے ہیں ایک وفد نجران کے نصاریٰ کا جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مدینہ شریف حاضر ہوا جو ساٹھ سواروں  
 پر مشتمل تھا۔ اس میں چودہ سردار تھے۔ اور تین اس قوم کے بڑے اکابر  
 مقتدا اور ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ شخص امیر قوم تھا اور  
 بغیر اس کی رائے کے نصاریٰ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ دوسرا سید جس  
 کا نام ایہم تھا۔ یہ شخص اپنی قوم کا معتمد اعظم و مالیات کا افسر اعلیٰ  
 تھا خورد و نوش اور رسد کے تمام انتظامات اسی کے حکم سے ہوتے  
 تھے۔ تیسرا ابو حارثہ ابن علقمہ تھا۔ یہ شخص نصاریٰ کے تمام علماء اور



پادریوں کا پیشوائے اعظم تھا۔ سلاطین روم اس کے علم اور اس کی دینی عظمت کے لحاظ سے اس کا اکرام و ادب کرتے تھے۔ یہ تمام لوگ عمدہ اور قیمتی پوشاکیں پہن کر بڑی شان اور شکوہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے قصد سے آئے اور مسجد اقدس میں داخل ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت بھی آگیا اور انہوں نے بھی مسجد شریف ہی میں جانب مشرق متوجہ ہو کر نماز شروع کر دی۔ فراغ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اسلام لاؤ۔ کہنے لگے ہم آپ سے پہلے اسلام لچکے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ غلط ہے۔ یہ دعویٰ جھوٹا ہے تمہیں اسلام سے تمہارا یہ دعویٰ روکتا ہے۔ کہ اللہ کے اولاد ہے۔ اور تمہاری صلیب پرستی روکتی ہے۔ اور خنزیر کھانا روکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ خدا کے بیٹے نہ ہوں۔ تو بتائیے ان کا باپ کون ہے اور سب کے سب بولنے لگے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب جی لا میوت ہے۔ اس کے لئے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔ انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا۔ پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز اور ان کا حافظ حقیقی اور روزی دینے والا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا۔ کیا حضرت عیسیٰ بھی ایسے ہی ہیں۔ کہنے لگے نہیں پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں انہوں نے اقرار کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تو کیا حضرت عیسیٰ بغیر تعلیم الہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ حمل میں رہے۔ پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے۔ بچوں کی طرح غذا دیئے گئے۔ کھاتے پیتے تھے۔ عوارض بشری رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر وہ کیسے الہ ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ اس پر وہ سب ساکت رہ گئے۔ اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس پر سورہ آل عمران کی آیت سے کچھ اوپر انہی آیتیں نازل ہوئیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب ہے جبکہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائے گا وہ عدل کرنے والا حاکم ہوگا۔ صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو معاف کر دے گا۔ مال تقسیم کرے گا۔ اتنا کہ اس وقت مال لینے والا ہی کوئی نہ ملے گا۔ بلکہ اس وقت ایک سجدہ دنیا کی تمام نعمتوں کے مقابلہ میں زیادہ عزیز ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہیں شک ہو۔ تو یہ آیت مبارکہ پڑھو۔ کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا۔



جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی وفات سے قبل ایمان نہ لائے۔  
اس حدیث شریف کو بخاری اور مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین کی طرف نزول کریں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ اور دنیا میں پتالیس برس تک رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور میری قبر میں میرے ساتھ دفن کئے جائیں گے اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی قبر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے۔ (شکوۃ شریف)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریعت محمدی کے تابع ہوں گے

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ تو دین محمدی کے تابع ہوں گے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی پاک کی شریعت کے مطابق لوگوں کو حکم کریں گے۔ اور انجیل کے احکام کو دخل نہیں دیں گے۔ بلکہ قرآن شریف اور حدیث پاک پر عمل کریں گے۔ اور لوگوں کو بھی شریعت محمدی پر عمل کرنے کا حکم دیں گے۔ سوائے بعض احکام کے کہ ہماری شریعت میں نہیں ہیں۔ تو

انجن سے کٹ کر رہ جائے۔ تو پچھلے ڈبے کبھی سفر نہیں کر سکتے وہ حضرات گاڑی کا اگلا ڈیہ ہیں ہم پچھلے ڈبے ہیں۔ اگر وہ ایمان سے رہ گئے۔ تو ہم کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟ انشاء اللہ تعالیٰ آگے قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں عظمت خلاقے راشدین کا بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

## سارے صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کرام کی حقانیت و صداقت کا اعلان فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے۔ اَلَمْ يَكُنْ لَكَ رَيْبٌ فِيهِ ط ترجمہ یہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ قرآن شریف میں کوئی شک و تردید نہیں۔ شک کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا بھجنے والا غلطی کرے، لانے والا غلطی کرے، جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے، جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا ہو۔ انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے۔ تو واقعی شک و شبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھجنے والا اللہ تعالیٰ



لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام، لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام سچے نہ ہوں۔ اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہو گیا۔ کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے۔ تو تحقیق کر لیا کرو۔ اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا۔ قرآن شریف پر یقین جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے تقویٰ اور دیانت پر یقین ہو۔ اور قرآن شریف نے ہی ارشاد فرمایا کہ قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ثابت ہو کہ صحابہ کرام کو قرآن شریف نے ہی ہدایت دی ہے۔ اور یہ لوگ قرآن پاک ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں۔ قرآن پاک نے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اگر قرآن پاک کا کمال دیکھنا ہو تو صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔

محمد اسماعیل نقشبندی

## قرآن شریف سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا بیان

پہلی آیت :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَكُونا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاکْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

ترجمہ :- تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہو میں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ فاسق ہیں۔ (سورۃ آل عمران پارہ ۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود اُن سے بیان فرماتا ہے اور اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ تم بہترین امت سے ہو۔ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے منع کرتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کس کی طرف ہے ؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے۔ خصوصاً حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں ہے۔ اور جو لوگ ان پاک حضرات کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔



کیونکہ یہ لوگ قرآن شریف اور حدیث پاک کے منکر ہیں۔ اور جو قرآن شریف و حدیث پاک کا منکر ہو۔ وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے ایمان اور اسلام کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ قرآن کی آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی کسی قسم کی تاویل ہو ہی نہیں سکتی صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان فرما رہا ہے۔ لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ رافضی لوگ کیوں نہیں مانتے ؟

**دوسری آیت :-** فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَادْخُرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سُبُلِي وَقُتِلُوا أَوْ كُفِّرَتْ عَنْهُمْ سَبَابُهُمْ وَلَا دُخْلُ لَنَّهُمْ جَنَّتِ خُبْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَسْبُ الثَّوَابِ۔ (پارہ ۲ سورۃ آل عمران)

ترجمہ :- پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایذا دیئے گئے بیچ راہ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دُور کمروں کا میں ان سے بُرائیاں ان کی اور البتہ داخل کروں گا اُن کو بہشتوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ثواب نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اس کے ہے اچھا ثواب۔

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان صاحب جو کافی عرصہ سے شیعہ عالم رہ چکے تھے۔ اپنی کتاب "آیاتِ بینات" میں لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں اللہ جل شانہ ہاجرین کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کی جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اُد پر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو میری راہ میں ایذاؤں دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور پکے مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور اُن کو بہت اچھا بدلہ دوں گا اور ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا۔ بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن ہاجرین کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں۔ اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ کون تھے کیا وہ لوگ ہاجرین نہ تھے ؟ جن کا نام ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہے۔ اور کیا گھر بار چھوڑنے والوں میں وہ اشخاص لَا كُفِّرَتْ عَنْهُمْ سَبَابُهُمْ کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں ؟ اے بھائیو! اس آیت کو پڑھ کر اب تم ہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو۔ اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب ان کے تم نے ڈھونڈ بھی لئے۔ تو جب تک تم ہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کرو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے۔ تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آوے گی اور اس سے ان کے



یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرور ضرور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ (آیاتِ بینات حصہ اول ص ۲۶-۲۷)

**تیسری آیت :-** لَوْ لَا كُنْتُمْ مِنَ الَّذِينَ سَبَقُوا لَكُمْ فِيهَا آخِذٌ تُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پارہ ۱۱ سورۃ الانفال)

ترجمہ :- اگر نہ ہوتا لکھا ہوا۔ اللہ کی طرف سے کہ پہلے گزرا البتہ لگتا تم کو پہنچ اس چیز کے کہ لیا تھا تم نے عذاب بڑا۔  
مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا۔ تو عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا اور کوئی نجات نہ پاتا۔ اس واسطے کہ یہی دونوں صحابی کافروں کے قتل کا مشورہ دیتے تھے۔ فدیہ لینے کا نہیں۔

اب ذرا ناظرین حضرات رافضی کا کلام سنیں۔ لکھتے ہیں اور مشورہ دوبارہ اسیرانِ بدر تو پیش نظر ہی ہے۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی۔ جو باعثِ عتاب و عذاب ہوئی۔ دوسرے شجاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشد علی الکفار جن کو حضرت عقیل کے قتل کے مشورہ سے معراج دی جاتی ہے۔ اور اس مشورہ سے آپ نے مذہبِ اہل سنت کے حق میں جو یہ فائدہ حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ میں برادری

اور قربت کا کچھ خیال نہ کرنا بتایا ہے۔ اُس سے کچھ نفع تو حاصل نہیں ہو سکتا۔

البتہ بفحوائِ مصرع :-

دل کے خوش کرتے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

(کتاب آیاتِ حکمت جلد دوم ص ۶۵)

ناظرینِ کرام یہ رافضی کسی طرح بھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے خوش نہیں ہو سکتے۔ جب ہر طرح سے اصحابِ ثلاثہ کی مخالفت ہی منظور ہے۔ تو رافضی لوگ کبھی ان حضرات سے راضی نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی بھی موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان رافضی لوگوں کا نہ قرآن شریف پر اعتماد ہے۔ نہ حدیث شریف پر۔ کیونکہ جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا۔ تو ان کے لئے باعثِ عتاب و عذاب بتایا۔ اور جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کا مشورہ دیا۔ تو ان پر طعن کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ قرآن شریف کی آیت بھی ان ہی کے مشورہ کے مطابق نازل ہوئی جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر عذابِ الہی نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی نجات نہ پاتا۔ اس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت



صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا یقینی ہوا۔ اور رافضی کا قول باطل ہو گیا جیسا کہ "تقلیب المکاید" میں لکھا ہے کہ اصحاب ثلاثہ از مہاجرین اولین بنودند یعنی یہ تینوں حضرات پہلے اصحاب مہاجرین اولین میں نہ تھے۔ اور یہ قول بھی رافضی کا مردود ہو گیا۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے کہ معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ابتداء ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ اور ان کی نیت نیک نہ تھی اور کتاب آیات محکمات جلد دوم ص ۲۵ میں رافضی مصنف نے یہاں تک لکھ دیا۔ کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو تو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ نہ تھا ہاں ہمارے سنی بھائی صحابہ ثلاثہ کے عشق میں از خود رقتہ ہو گئے ہیں۔ کہ خدا کی آیتوں سے بے سرو پا معنی نکالتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ جب وہ باوجود اخوان و انصار بمقابلہ کفار میدان جنگ میں نہ ٹکے تو ایسے نازک وقت میں ان سے جانثاری کی کب توقع ہو سکتی ہے۔ معاذ اللہ۔

جو حق آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدْ وَافِيَ سَبِيلَ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ  
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (پارہ ۱۱ سورۃ الانفال)

ترجمہ :- اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ

ثابت ہوا کہ تاقیامت دین محمدی کے سوا کوئی دین قبول نہیں ہوگا۔ صرف اور صرف ہمارے پیغمبر آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم با اختیار اور علم والے ہی کی شریعت پر عمل کرنا نجات کا باعث ہوگا۔ نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی روضہ انور میں دفن ہوں گے۔

کیوں جناب ولیم مسیح صاحب پھر آپ کس بل بوتے پر سناؤں  
کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے کی دعوت دے رہے ہیں؟  
جبکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہوں گے اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے سوا ان کو بھی چارہ نہ ہوگا۔  
اس لئے میں آپ کو اور سب عیسائی حضرات کو  
دعوت دیتا ہوں کہ آؤ ہمارے نبی حضرت  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان  
ہو جاؤ جو زندہ با اختیار اور علم والے نبی اور  
تمام نبیوں کے سردار ہیں کیونکہ ہمارے نبی پاک  
کی تابعداری پر ہی نجات کا دار و مدار ہے۔



## ناظرین کرام

چونکہ عیسائی پادری ولیم میچ کے چیلنج کو ایک سال گزرنے پر بھی کسی دیوبندی وہابی وغیرہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ لہذا میں نے عیسائی پادری کے چیلنج کا جواب دینا ضروری سمجھا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ ط

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ  
وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط

(مولانا) محمد اسماعیل نقشبندی  
(رحمۃ اللہ علیہ)

خليفة برحق تھے ابو بکر، عمر و عثمان  
شیرِ خدا علی مرتضیٰ کا فرمان  
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

## عظمت خلفاء راشدین

(حصہ اول)

جس میں شیعہ علماء کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ  
خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔

از قلم: مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ



# فہرست مضامین عظمتِ خلفاءِ راشدین

| نمبر شمار | مضامین                                 | صفحہ | نمبر شمار | مضامین                          | صفحہ |
|-----------|--|------|-----------|---------------------------------|------|
| ۱         | پیش لفظ                                | ۵۲۵  | ۱۵        | بخاری شریف صحابہ ثلاثہ کے فضائل | ۵۲۹  |
| ۲         | حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان          | ۵۲۷  | ۱۶        | حدیث نمبر ۱                     | ۵۲۹  |
| ۳         | سارے صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں      | ۵۲۸  | ۱۷        | حدیث نمبر ۲                     | ۵۳۰  |
| ۴         | قرآن شریف صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت | ۵۳۰  | ۱۸        | حدیث نمبر ۳                     | ۵۳۲  |
| ۵         | پہلی آیت                               | ۵۳۱  | ۱۹        | حدیث نمبر ۴                     | ۵۳۳  |
| ۶         | دوسری آیت                              | ۵۳۱  | ۲۰        | حدیث نمبر ۵                     | ۵۳۵  |
| ۷         | تیسری آیت                              | ۵۳۳  | ۲۱        | حدیث نمبر ۶                     | ۵۳۷  |
| ۸         | چوتھی آیت                              | ۵۳۵  | ۲۲        | حدیث نمبر ۷                     | ۵۳۹  |
| ۹         | پانچویں آیت                            | ۵۳۷  | ۲۳        | حدیث نمبر ۸                     | ۵۴۰  |
| ۱۰        | چھٹی آیت                               | ۵۳۸  | ۲۴        | حدیث نمبر ۹                     | ۵۴۱  |
| ۱۱        | ساتویں آیت                             | ۵۳۹  | ۲۵        | حدیث نمبر ۱۰                    | ۵۴۲  |
| ۱۲        | آٹھویں آیت                             | ۵۴۱  | ۲۶        | حدیث نمبر ۱۱                    | ۵۴۳  |
| ۱۳        | نویں آیت                               | ۵۴۲  | ۲۷        | حدیث نمبر ۱۲                    | ۵۴۴  |
| ۱۴        | دسویں آیت                              | ۵۴۷  | ۲۸        | حدیث نمبر ۱۳                    | ۵۴۷  |

| نمبر شمار | مضامین                           | صفحہ | نمبر شمار | مضامین                           | صفحہ |
|-----------|----------------------------------|------|-----------|----------------------------------|------|
| ۲۹        | حدیث نمبر ۱۴                     | ۵۲۶  | ۳۲        | شیعہ کتب سے صحابہ کرام رضی اللہ  | ۵۷۵  |
| ۳۰        | چاروں خلفائے راشدین کی           | ۵۲۷  | ۳۳        | عنہم کی تعریف شیعہ کتب سے ثبوت   | ۵۷۷  |
| ۳۱        | عظمت کا بیان                     | ۵۲۷  | ۳۴        | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ میں | ۵۷۹  |
| ۳۲        | حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ | ۵۲۷  | ۳۵        | نہ جانے کا مشورہ                 | ۵۸۱  |
| ۳۳        | عنہما کے فضائل                   | ۵۲۷  | ۳۶        | حضرت علی رضی اللہ عنہ کا         | ۵۸۲  |
| ۳۴        | صحابہ کرام کا آپس میں اتحاد و    | ۵۲۷  | ۳۷        | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ   | ۵۸۲  |
| ۳۵        | اتفاق اور محبت شیعہ کتب سے       | ۵۲۷  | ۳۸        | رافضی حضرات سے چند سوالات        | ۵۸۲  |
| ۳۶        | نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا    | ۵۲۷  | ۳۹        |                                  | ۵۸۲  |



## پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

رافضی اور اہل سنت کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ اہل سنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان چاروں خلفائے راشدین کو درجہ بدرجہ حق مانتے ہیں۔ اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو عادل جانتے اور مانتے ہیں۔ کسی صحابی کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کی جرأت نہیں کرتے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کی برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد (سیر بھروزن) یا آدھے (کے ثواب) کے برابر بھی (ثواب کو) نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری شریف، جلد دوم ص ۳۸۶)

اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں کہ کسی کی روشنی زیادہ ہے اور کسی کی کم ہے۔ لیکن نور سب میں موجود ہے۔ اور فرمایا جس وقت کہ دیکھو تم اُن لوگوں کو بُرا کہتے ہیں میرے اصحاب کو پس

کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔ (مشکوٰۃ شریف) پس اہل سنت اسی لئے حق پر ہیں۔ کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو عادل جانتے ہیں۔ کسی کے شان میں بے ادبی کے کلمات استعمال نہیں کرتے۔ اور فرمایا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فرمایا۔ کہ ہلاک ہوں گے میرے حق میں اور بسبب میرے دو شخص ایک تو حد سے زیادہ محبت کرنے والا تعریف کرے گا میری ساحتہ اس چیز کے کہ نہیں ہے مجھ میں یعنی تفضیل دے گا مجھ کو تمام صحابہ پر یا انبیاء پر یا اللہ کہے گا مجھ کو مانند جماعت نصیر یہ کے اور دوسرا دشمن کہ باعث ہوگی۔ اس کو دشمنی یہ اس پر بہتان کرے گا مجھ پر۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ خارجی اور رافضی دونوں گروہ تباہ ہو جائیں گے۔ کہ رافضی سوائے مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلفائے ثلاثہ کو بُرا جانتے ہیں یہاں تک کہ ان کو منافق بلکہ کافر تک کہہ دیتے ہیں معاذ اللہ اس لئے ان کا ایمان برباد ہو گیا۔ اور خارجی مولا علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ دونوں فرقے رافضی اور خارجی گمراہ ہیں اور باطل پر ہیں۔



## حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک فرقہ ہوگا جن کو رافضی کہتے ہوں گے وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں گے جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کر ڈالو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

② حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ تم جنت میں ہو۔ اے علی تم جنت میں ہو۔ اے علی تم جنت میں ہو۔ جنت میں ہو۔ عنقریب ایک فرقہ ہوگا جنہیں رافضی کہتے ہوں گے۔ جب تم انہیں پانا تو ان سے قتال کرنا انہوں نے پوچھا اے نبی اللہ کیا علامت ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جمعہ اور جماعت کی نگرانی نہ کریں گے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں گے (نہینہ الما لیس دم ضت) خلفائے ثلاثہ کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرنے والا شخص مرتد ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ حضرات اسلام کی صفِ اول ہیں۔ اور صفِ اول کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صفِ اول ہی ہے۔ اگر انجن کے پیچھے والا طبع

اللہ کے اور جن لوگوں نے کہ جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہی ہیں ایمان والے سچے واسطے ان کے بخشش ہے اور رزق ہے باکرامت۔ قرآن شریف کی اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے ایمان اور اسلام کی شہادت خود ارشاد فرما رہا ہے۔ اور ان کو پکے سچے مسلمان ثابت کر رہا ہے۔ اور ان کے لئے بخشش اور رزق باکرامت کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اب کون بد بخت ان کے ایمان اور اسلام میں شبہ پیدا کر کے اپنی عاقبت برباد کرے گا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی ہر طرح کی مدد کی۔ وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانے والے ہیں۔ اور مغفرت اور رزق کریم ان کے حصہ میں ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی ایسی شہادت کو کون بد نصیب شخص ہوگا کہ مہاجرین و انصار کے ایمان میں شبہ کرے؟ اور جہنم کا راستہ اختیار کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث بنے۔



**پانچویں آیت :-** الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ لِلدِّينِ  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ لَا تُعْظَمُ دَرَجَةُ عِنْدَ اللَّهِ  
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ - (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ)

ترجمہ :- جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی اور جہاد کیا بیچ راہ  
اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بڑے ہیں درجے  
میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانے والے۔

مفسرین کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ قریش مکہ فخر یہ کہتے تھے کہ  
خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے میں اور ایثار حج میں لوگوں کو پانی پلایا کرتے  
ہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں وہ اپنی نیکیوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم  
مجاور بیت اللہ اور اس کے خادم ہیں۔ ہم سے بڑھ کر خدا کے  
نزدیک کس کا رتبہ ہے۔

واضح ہو کہ یہ بشارت ان مسلمانوں کے لئے ہے جنہوں نے  
ایمان لاکر ہجرت کی اور اپنی جان اور مال سے جہاد کیا جن میں خلفائے  
اربعہ بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ اب ان اوصاف کے مقابلہ میں تعمیر  
مسجد اور حاجیوں کو پانی پلانا کیا ہے؟ فرض کرو کسی نے سونے کی مسجد  
بنائی اور شربت اور دودھ کی سبیل لگائی پھر یہ کام ابقائے اسلام  
اور اخیلئے ملت خیر الانام کے حق میں اشاعت علوم اور بنائے  
مسجد اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو سکتا ہے؟

**چھٹی آیت :-** الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ لَا رَحْمَةَ لِلَّهِ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ  
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ)  
ترجمہ :- اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد  
دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے  
راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کیں  
واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والے  
بیچ ان کے ہمیشہ۔

مفسرین فرماتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو عام مسلمانوں  
پر سبقت رکھتے ہیں مہاجروں میں سے یعنی وہ لوگ جو مکہ معظمہ سے  
ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو آئے اس سے اہل بدر مراد ہیں یا وہ  
مسلمان جو ہجرت سے قبل ایمان لائے یا وہ جنہوں نے دو قبلوں کی  
طرف نماز پڑھی یا وہ جنہوں نے بیعت رضوان کی۔ اور انصار میں  
سے یعنی وہ مسلمان جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں اور مکہ معظمہ  
کے رہنے والوں کی انہوں نے مدد کی۔ اس سے سب صحابہ مہاجر  
اور انصار رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔  
اور خوش ہوئے وہ خدا سے دین و دنیا کی نعمتیں پاکر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کو  
جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے



میرے لئے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے  
اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو میری راہ میں ایذا پہنچ  
دی گئیں تو میں بھی ان سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور  
ان کو بہت اچھا بدلہ دوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل  
کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

**ساتویں آیت :-** مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يُبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ  
اللَّهِ وَرِضْوَانًا۔ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح)

ترجمہ :- محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت  
ہیں۔ اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں  
گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کے  
ظاہر اور باطن کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ تاکہ مخالفوں پر حجت ہو۔ کہ  
ایسے لوگ خدا پرست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ اور یہ  
معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی صحبت ایسا عالی مرتبہ رکھتی ہے کہ جہاں  
ابوبکر آئے تو صدیق اکبر بن گئے عمر آئے تو فاروق اعظم بن گئے عثمان  
آئے تو ذوالنورین بن گئے علی آئے تو مولا بن گئے کائنات بن گئے رضی اللہ عنہم  
یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر تھا۔ غرضیکہ اس آیت

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ظاہری خوبیاں بیان کی  
گئی ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ اور ساتھ  
موجود رہتے ہیں اور کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ اور آپس میں  
نرم دل ہیں اور ہمیشہ نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان کے چہروں  
پر اللہ کا نور ہے۔ سجدے کے سبب سے کہ ہزاروں میں پہچانے  
جاتے ہیں۔ اور باطن کی خوبی یہ ہے کہ یہ سب صرف اللہ کی رضامندی  
کے واسطے ہے۔ اور اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ ملک و دولت دنیا نہیں  
چاہتے یعنی نیت ان کی اللہ کی رضا ہے۔ ریاکار تقیہ شعار نہیں۔  
اس امت میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اُمتی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ مگر بعض صحابہ کو برا جانتے ہیں۔  
اور ان کے شان میں بے ہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً  
حضرت صدیق اکبر عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو۔

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت منع فرما دیا تھا۔ کہ  
میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ جو ان کی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔  
پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور  
اصحاب ثلاثہ کو برا کہنے سے باز نہیں آتے۔ میرے خیال میں جو اصلی  
شیعہ ہیں خواہ وہ حضرات جنات سے ہوں یا انسانوں سے ہوں  
ہرگز کسی صحابی کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال  
کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث نہیں ہوتے۔ یہ



صرف نکلی شیعہ جو اصل میں رافضی کہلاتے ہیں۔ وہی بے ادبی کا باعث ہوتے ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سب صفتیں صحابہ کی ہیں۔ مگر ان الفاظ میں اشارہ خواص اصحاب کے ساتھ ہے۔ ہر ایک صفت خاص ہونے کا وَالَّذِينَ مَعَهُ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ قرب اور معیت اور مصاحبت اور رفاقت کے ساتھ گھر اور غار اور سفروں میں آپ مخصوص ہیں۔ اور اَشَدُّ اَعْلٰی الْفَقَارِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ مشرکوں اور منافقوں کے ساتھ آپ نہایت سخت اور کڑے تھے۔ اور سب عالم اس بات پر متفق ہیں کہ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ آپ کی نرم دلی اور حیاء اور دلنوازی اور وفا مشہور و معروف ہے۔ خالق اور خلائق سب کے نزدیک آپ ان صفتوں اور نشانوں سے موصوف اور موسوم ہیں۔ رُكْعًا سَجْدًا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حال کی شرح ہے۔ اس واسطے کہ آپ کی اکثر اوقات عبادت ہی میں گزرتی تھی یہاں تک کہ ہر شب ہزار بار نماز شروع کرنے میں اللہ اکبر کہتے کی آواز خلوت سے آپ کے آستانِ عالی کے خادموں کے کان میں پہنچتی تھی۔ یعنی مولانا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہر رات میں ہزار رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ۔ یہ تو ہے عقیدہ اہل سنت و جماعت کا۔

اب سنئے رافضی لوگوں کا عقیدہ۔ جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔ پس جبکہ اصحاب کبار کی طرف سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فتنہ و فساد کا خیال ہوا۔ اور اللہ جل شانہ ان الفاظ پاک سے واللہ یُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ خداتم کو لوگوں کے (شر) سے محفوظ رکھے گا۔ وعدہ فرمائے۔ تو اس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ اصحاب اپنے پیغمبر کے ایسے سخت مخالف تھے کہ پروردگار عالم نے ان کے شر و فساد سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ مَعَاذَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ۔

(کتاب آیات محکات جلد دوم مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ص ۳۳۳)

ناظرین حضرات دیکھا آپ نے ان رافضی لوگوں نے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم پر کیسا بے بنیاد بہتان لگایا۔ جو آیت کافروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے نازل ہوئی۔ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر چسپاں کر دیا اور قرآن کے معنی بدل دیئے۔ مَعَاذَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ۔

آٹھویں آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ (پارہ ۳ سورۃ الفتح)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے۔ تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔



اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا کی اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح و حصول غنائم کی خوشخبری دی۔ قارئین کرام غور کا مقام ہے۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ ان کو منشور رضا الہی عطاء ہو چکا اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے ملا ہوا رضا الہی کا تمغہ واپس نہیں لیا جاسکتا۔ اور یہ بات مسلمہ ثبوت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ معظمہ میں سفیر بن کر گئے ہوئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے سے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت مار کر لشکر اسلام کا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا علی ثبوت دے چکے تھے۔ کہ دشمن کے شہر میں امیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مان کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا تھا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمان رضی اللہ عنہ بتایا۔ جس سے بیعت عثمان کا تہ سب سے بڑھ گیا۔

قارئین کرام اب ذرا رافضی مصنف کی بات بھی سن لیں۔ کہ

کیا لکھتا ہے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی حاضری اور غیر حاضری سے شیعوں کو کوئی غرض و مطلب نہیں ہے۔ اور ان کی حاضری اور غیر حاضری دونوں مساوی ہیں اگر بالفرض وہ حاضر تھے تو گویا وہ بھی ان بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ لہذا وہ بھی مثل اپنے بھائیوں کے بسبب نقص ایمان و نکث بیعت اس فضیلت سے خارج ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ (آیات کلمات جلد دوم ص ۵۲۸)

**نویس آیت :-** وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ إِنَّا مُتَخَلِّفُونَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَبْعُدُ نَبِيًّا لَا يُشْرِكُونَ بِشَيْءٍ وَ مِنْ كَفَرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔ (پارہ سورہ نور)

ترجمہ :- اور وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اچھے۔ البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے۔ جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا جو بند کر لیا ہے واسطے ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کو پیچھے ڈران کے امن عبادت کریں گے میری نہیں شریک لادیں گے ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق۔



مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعجاز قرآن اور صحت نبوت اور خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل ہے۔ شان نزول اس آیت کا مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ بہت مشہور یہ بات ہے کہ ان ایمان والوں سے غریب نہا جرماد ہیں۔ جنہوں نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں انصار کے گھروں میں قیام کیا اور اکثر قبائل عرب جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں تھے قریش ان سے مل کر ان غریبوں کے ساتھ لڑنے پر متفق ہوئے اور دن رات دھکیاں دیتے اور سخت پیغام کہلا بھیجتے تھے اور غریب جہاں اکثر اپنے پاس ہتھیار رکھتے اور خوف و ہراس میں بسر کرتے۔ ایک دن آپس میں کہنے لگے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ہم لوگ اپنے کو مطمئن اور بے خوف دیکھیں اور فراغت سے خیر و عافیت کے ساتھ بیٹھیں۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور وعدہ کر کے قسم کھائی کہ ضرور ان کو خلیفہ کرے گا۔ کافروں کی زمین پر عرب و عجم میں یعنی جس طرح خلیفہ کئے گئے وہ لوگ جو ان کے قبل تھے یعنی بنی اسرائیل کہ انہیں مصر اور شام کی زمین عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہاں ایسا تصرف کیا جیسا بادشاہ اپنے ملکوں میں کرتے ہیں۔ اور مختوڑی مدت میں مومنوں سے اپنا وعدہ وفا کیا۔ عرب کے جنیرے اور کسری کے شہر اور روم کے شہر انہیں عطا فرمائے۔

چنانچہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق

اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں پورا ہوا۔ اور یہ سب باتیں ان میں پائی گئیں یہ لوگ سچے مسلمان تھے جب یہ سورت نازل ہوئی تو بھی اس وعدہ میں شامل تھے۔ اور یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ کئی شخصوں کو خلیفہ کرے گا سو ان کو خلیفہ کیا۔ پھر اس کے بعد اگر کوئی ناشکری کرے کہ ایسے شخصوں کے خلیفہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا احسان نہ مانے اور ان کی خلافت کے حق ہونے کا منکر ہو۔ تو وہ قرآن کے حکم سے فاسق ہے۔ بے حکم کہ خدا کا حکم نہیں مانتا۔ کہ جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے خلیفہ بنایا۔ ان کو برحق نہیں سمجھتا۔ پھر اس مقام پر اگر کوئی کہے کہ اس آیت سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شخص تھے۔ اور وعدہ ہے کہ کئی شخص خلیفہ ہوں گے۔ جیسا کہ خدا کی مرضی کے موافق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کی زبردست حکمت اس میں یہ حقیقت کہ اگر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے۔ تو اس حالت میں باقی تینوں خلفاء خلافت



سے محروم رہتے۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یہ خلفاء ثلاثہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ درجہ بدرجہ خلافت راشدہ ختم ہوئی۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا۔ کہ خلافت راشدہ تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت قائم ہو جائے گی۔ پس قرآن شریف و حدیث پاک کے فرمان کے مطابق یہ خلافت راشدہ ختم ہوئی۔ اب جو کوئی اس پر اعتراض کرے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو غضب کر لیا گیا ہے۔ وہ کاذب ہے۔ کہ قرآن شریف اور حدیث پاک پر بہتان باندھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا نافرمان ہے۔ کہ کسی حالت میں بھی قرآن پاک و حدیث شریف کو نہیں مانتا۔

**دسویں آیت:-** لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ أُولَئِكَ أَكْبَرُ مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلَوْا وَكَلاَّ وَعَدُ اللَّهِ أَحْسَنُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ترجمہ:- نہیں برابر تم میں سے وہ شخص کہ جس نے خرچ کیا تھا پہلے فتح مکہ سے اور لڑائی کی تھی یہ لوگ بڑے ہیں درجوں میں ان لوگوں سے کہ خرچ کیا انہوں نے پیچھے اس سے اور لڑائی کی اور ہر

ایک کو وعدہ دیا ہے۔ اللہ نے اچھا۔ اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم خیر دار ہے۔ (پارہ ۲ سورۃ الحدید) اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت نے اپنا سارا مال ہی خدا کے راستے میں خرچ کر دیا تھا۔ چنانچہ معالم میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک عبا پہنے جسے کانٹے سے باندھا تھا (یعنی بجائے بند کے کانٹے تھے) کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور سے کہا کہ کیا سبب ہے کہ ابوبکر ایسی عبا پہنے ہیں جس کے بند کانٹے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا مال میرے لئے قبل فتح مکہ معظمہ خرچ کر ڈالا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ میرا سلام ابوبکر سے کہہ دیں۔ اور کہیں کہ تم ہم سے اس فقر میں راضی ہو۔ یا ناخوش۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سن کر عرض کی کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہوں میں راضی ہوں۔ میں راضی ہوں۔ ناظرین حضرات اب میں بخاری شریف سے اصحاب ثلاثہ کے فضائل تحریر کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔



## بخاری شریف سے اصحابِ ثلاثہ کے فضائل

(ممبر ۱)۔ محمد، یحییٰ، سعید، قتادہ رضی اللہ عنہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) کوہِ اُحد پر چڑھے اچانک پہاڑ (اُحد) ان کے ساتھ (جوشِ مسرت) جھومنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا: اُحد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے۔ اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف مزمع جلد دوم ص ۳۸۸-۳۸۹)

اس حدیث شریف سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں۔ اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما شہید ہیں۔ اور باتِ لسانِ نبوت سے ثابت ہو گئی کہ اصحابِ ثلاثہ سچے مسلمان اور پکے ایمان والے تھے۔ جن کو جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جنت کا ٹکٹ بھی مل چکا ہے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اب جو کوئی ان پاک حضرات کو معاذ اللہ فاسق یا منافق کہے۔ وہ خود بے دین و گمراہ اور جہنمی ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(ممبر ۲)۔ محمد، یحییٰ، سلمان، شریک سعید بن مسیب۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ گھر میں وضو کر کے باہر نکلے اور جی میں کہا۔ کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگا رہوں گا۔ اور آپ ہی کے ہمراہ رہوں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے مسجد میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا لوگوں نے بتلایا کہ آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی آپ کے نشانِ قدم مبارک پر چلا۔ یہاں تک کہ چاہا اریس پر جا پہنچا۔ اور دروازہ پر بیٹھ گیا۔ اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہوئے۔ اور آپ نے وضو کیا۔ پھر میں آپ کے پاس گیا۔ تو بیزاریس پر تشریف فرما تھے۔ آپ اس کے چبوترے کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنی پنڈلیوں کو کھول کر کوٹیں میں لٹکا دیا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا۔ اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان ہوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کون؟ انہوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ابوبکر اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دے دو میں نے آگے بڑھ کر



ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اندر آجائیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف چوتھرے پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں لوٹ گیا۔ اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ یکایک ایک شخص نے دروازہ ہلایا میں نے کہا کون؟ اس نے کہا عمر میں نے کہا ٹھہریئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے عرض کیا عمر بن خطاب آئے ہیں۔ اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور انہیں بھی جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے حضرت عمر کے پاس جا کر کہا۔ اندر آجائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوتھرے پر آپ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ اس کے بعد میں لوٹا اور اپنی جگہ جا بیٹھا چنانچہ ایک شخص آیا دروازہ پر دستک دینے لگا۔ میں نے پوچھا کون؟ اس نے کہا عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی۔ فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو۔ نیز انہیں جنت کی بشارت دو ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی۔ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے

کہا اندر آجائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ پھر وہ اندر آئے اور انہوں نے چوتھرے کو بھرا ہوا دیکھا۔ تو وہ اس کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔ (بخاری شریف ترجم جلد دوم ص ۳۸۶-۳۸۷)

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ جناب صدیق اکبر اور جناب عمر فاروق اور جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مبارک میں ان پاک حضرات کو جنت کا ٹکٹ عطا فرما چکے ہیں ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ کے مخالف لوگ ان پاک حضرات کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قطعی جنتی فرما چکے ہیں۔ لہذا ان پاک حضرات کو فاسق و منافق کہنے والے خود گمراہ بے دین جہنمی ہیں۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اب قرآن شریف و حدیث بخاری شریف سے یہ بات روز بروز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ جو شخص حضرت صحابہ اور خاص کر بیعت الرضوان میں شرکت کرنے والوں کو معاذ اللہ برا کہے یا کہ ان کو منافق کہے کہ بعد میں ابوبکر صدیق یا فاروق اعظم یا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام سے پھر گئے۔ وہ کافر اور مرتد ہے۔ کیونکہ پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہ تھا کہ ان حضرات کا انجام کیا ہو گا۔ کہ ان کو اپنی خوشنودی کا



تمغہ دے دیا۔

**نمبر ۳۱:-** مسلم اور ہییب، ایوب عکرمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (خاص دوست) بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں۔ (بخاری شریف مترجم ج ۳ ص ۳۸) اس حدیث پاک سے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ثابت ہو گیا۔ کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت بلند ہے۔ اب جو کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق کہے یا اپنی کسی کتاب میں یہ بے ادب کلمہ لکھے وہ ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا۔ فوراً ہی مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا اس لئے کہ اس خبیث نے اس حدیث پاک کا انکار کیا ہے۔

**نمبر ۳۲:-** حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ابو بکر اپنی چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے آئے ان کا گھٹنا کھل گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہ دوست لڑ کر آرہے ہیں۔ ابو بکر نے آکر سلام کیا۔ اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ میں نے بے ساختہ انہیں کچھ کہہ دیا۔ اس کے بعد میں شرمندہ ہوا۔ اور ان سے درخواست معاف کر دینے کی میں نے کی لیکن انہوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا میں

آپ کے پاس التجا لایا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابو بکر خدا تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔ عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے۔ اور دریافت کیا۔ ابو بکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ کو سلام کیا۔ آنحضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ ابو بکر ڈر گئے دونوں گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کیا کہ میں نے ہی ظلم کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا۔ تو تم لوگوں نے کہا۔ جھوٹا ہے۔ اور ابو بکر نے کہا سچ کہتے ہیں اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میری خدمت کی۔ پس کیا تم میرے لئے میرے دوست کو چھوڑ دو گے یا نہیں دو مرتبہ (یہی فرمایا) اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۸-۳۹)

اس حدیث شریف سے نہیں باتیں ثابت ہوئیں۔ پہلی بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب صحابہ سے بلند ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مجھے ابو بکر صدیق نے سچا کہا۔ اور اپنی جان و مال سے میری خدمت کی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوست ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ تمہارے یہ دوست لڑ کر آرہے



ہیں۔ تیسری یہ بات ثابت ہوئی، کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ پس کیا تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو گے یا نہیں؟ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث شریف کو پڑھ لینے کے بعد کوئی شخص جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق کہے۔ تو وہ مرتد ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے کہ اُس نے بخاری شریف کی صحیح حدیث کا انکار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گمراہی کو نہ مانا۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہ مانے وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

**نمبر ۵:** حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں۔ پھر میں نے کہا۔ ان کے بعد کون ہیں؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ تو میں ڈر گیا۔ کہ اب کی مرتبہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے۔ تو میں نے اس لئے کہا۔ تو پھر آپ، آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ (بخاری شریف ترجمہ جلد دوم ص ۳۸۵)

اس حدیث شریف سے یہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی زبان مبارک سے ثابت ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت ہے۔ اب جو کوئی شخص اس فضیلت کا انکار کرے۔ اُس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پاک کا انکار کیا۔

**نمبر ۶:** معلیٰ، عبدالعزیز، خالد، ابو عثمان۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں (ایک لشکر کا امیر کر کے) بھیجا (وہ فرماتے ہیں) جب میں (اس غزوہ سے لوٹ کر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا۔ آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ فرمایا عائشہ سے میں نے عرض کیا کہ مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے فرمایا عائشہ کے باپ سے۔ میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا عمر سے۔ پھر آپ نے چند آدمیوں کا نام لیا۔ (بخاری شریف ترجمہ جلد دوم ص ۳۸۵)

اس حدیث پاک سے صاف طور پر یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کمال محبت ہے۔ پھر ان کے بعد ان کے والد ماجد حضرت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کمال محبت ہے۔ پھر اُن کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ



سے کمال محبت ہے۔ اب اس حدیث شریف کے پڑھ لینے کے بعد اگر کوئی بد بخت ان تینوں حضرات کے شان میں کوئی بُرا کلمہ اپنی زبان بے لگام سے نکالے۔ تو وہ مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے کہ جن حضرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمال محبت کا اظہار فرما چکے ہیں یہ بد بخت اس کا انکار کر رہا ہے۔ اس لئے یہ بے ادب اور گستاخ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے ارشادِ عالی کے مقابلے میں ان عالی مرتبہ حضرات کے شان میں بے ادب کلمات استعمال کرتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ لہذا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تمیز ۷ :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج شریف کی رات جنت میں ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے دریافت کیا یہ کس کا محل ہے۔ ایک شخص نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔ میں نے جانا اندر داخل ہو کر محل کو دیکھوں لیکن پھر تمہاری غیرت مجھ کو یاد آگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے داخل ہونے پر غیرت کروں گا؟ (بخاری شریف جلد دوم ص ۳۸۹)

اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قطعی جفتی ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود جنت میں ان کا محل دیکھ لیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا محل جنت میں دیکھا ہے۔

اب جو کوئی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ منافق کہے یا کتابوں میں لکھے وہ مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تمیز ۸ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ ایک بھیڑیے نے اس پر حملہ کیا۔ اور ان میں سے ایک بکری کو اٹھالے گیا چرواہے نے اس بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ بسع کے (پھاڑنے والے) اُس دن بکری کا کون محافظ ہوگا۔ جس دن میرے سوا بکری چروانے والا کوئی نظر نہ آئے گا۔ ایک شخص بیل کو ہانکے لئے چلا جا رہا تھا۔ اس پر سوار ہو گیا۔ تو بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ مجھے اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ تم مجھ پر سواری کرو بلکہ میں کاشتکاری کے کاموں کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ لوگوں نے یہ واقعہ سُن کر سبحان اللہ کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اور ابو بکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اس پر ایمان لائے ہیں۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۳۸۹)

اس حدیث شریف سے ایک بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ایمان کی گواہی اپنی زبان مبارک سے



ارشاد فرمائی۔ اس لئے کہ حضور سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کے ساتھ ان دونوں حضرات کے ایمان کا ذکر فرمایا۔ اور جن حضرات کے ایمان کی گواہی دونوں جہان کے سرور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں وہ کبھی بھی دین اسلام سے پھر نہیں سکتے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی کلام مبارک وحی الہی سے ہے۔ اب جو کوئی کہے یا کتابوں میں لکھے کہ یہ حضرات معاذ اللہ منافق تھے بعد میں دین اسلام سے پھر گئے۔ وہ بے دین مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ناظرین کرام یہ سب حدیثیں بخاری شریف سے من وعن نقل کر رہا ہوں اور ایسی حدیثوں کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قرآن شریف کے بعد بخاری شریف کا درجہ ہے۔

**شمس ۹ :-** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو (رضی اللہ عنہما) اس کے بعد ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے ان میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۳۹۶)

اس حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم اصحاب ثلاثہ حضرت ابو بکر حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو اپنے اور پر بزرگی دیتے تھے۔ اور اپنے سے افضل جانتے تھے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ان سب حضرات نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت بھی کرد لی تھی اور آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و معاون بھی رہے۔

**شمس ۱۰ :-** ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ جب تم سے شیطان کسی راستہ چلتے ہوئے ملتا ہے۔ تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلنے لگتا ہے۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

سبحان اللہ کیا شان ہے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اللہ کی قسم اٹھا کر فاروق اعظم کا رعب و جلال کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یعنی شیطان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس سے ایک بات ثابت ہو گئی۔ کہ حضرت فاروق اعظم پر شیطان کا مکڑ نہیں چلتا۔ لیکن جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تبرّا کرتے ہیں شیطان ان پر ضرور مسلط ہوتا ہے۔ اور اس طرح شیطان، فاروق اعظم سے بدلہ لیتا ہے۔ خود تو شیطان کا فاروق اعظم پر بس نہیں چل سکتا۔



لیکن ان لوگوں پر شیطان ضرور سوار ہو جاتا ہے۔ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں گویا شیطان ان کی زبان سے بولتا ہے۔ کلام تو شیطان کرتا ہے۔ لیکن زبان اُن لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بُرا جانتے ہیں۔ اس طرح شیطان حضرت فاروق اعظم سے بدلہ لیتا ہے۔ گویا حضرت فاروق اعظم کو بُرا کہنے والے خود شیطان ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس وقت دیکھو تم ان لوگوں کو کہ بُرا کہتے ہیں۔ میرے اصحاب کو پس کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔

**نمبر ۱۱:-** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہو کر تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث (ملم) ہو تو وہ عمر ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پیشتر بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوئے تھے۔ کہ ان سے (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) باتیں کی جاتی تھیں بغیر اس کے کہ وہ نبی ہو پس اگر میری امت میں ایسا کوئی ہو تو عمر رضی اللہ عنہ ہوگا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۳)

سبحان اللہ اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو محدث کا خطاب عطا فرما رہے ہیں۔ مجھ کو ان لوگوں پر حیرت ہے۔ کہ بخاری شریف کی یہ روایتیں ان کو نظر نہیں آتیں جو لوگ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شان میں یہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کے شان میں بے ادب کلمات استعمال کرنے کے لئے خود اپنی کتابوں میں بخاری بخاری پکارتے ہیں۔ مگر کوئی صحیح حوالہ نقل نہیں کرتے صرف بخاری کے نام کو بدنام کرتے ہیں۔ اور قرآن شریف میں جو آیات کفار کے لئے نازل کی گئی ہیں۔ ان آیات کو صحابہ رضی اللہ عنہم پر چسپاں کرتے ہیں۔

**نمبر ۱۲:-** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں۔ اس وقت سے ہم برابر کامیاب اور غالب رہے ہیں۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۱)

اب ایک حدیث شریف اسی کتاب سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنئے۔ کہ کیا فرماتے ہیں شہر خدا حیدر کرار رضی اللہ عنہ۔

**نمبر ۱۳:-** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے تابوت پر رکھے گئے تو لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ وہ لوگ دعا مانگتے جاتے تھے۔ اور نماز پڑھتے تھے۔



اس سے پیشتر کہ جنازہ اٹھایا جائے۔ میں بھی انہی لوگوں میں تھا۔ کہ  
 یکا یک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑ لیا۔ اور وہ حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا رحمت  
 کی اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص  
 کو نہیں چھوڑا جو عمل کے اعتبار سے مجھے تم جیسا محبوب ہوتا۔ اور  
 خدا تعالیٰ کی قسم میں خیال کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں  
 ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے  
 اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ  
 میں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور میں گیا اور ابوبکر و  
 عمر رضی اللہ عنہما اور میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر اور میں نکلا اور ابوبکر و  
 عمر رضی اللہ عنہما (یعنی آپ اپنے ہر کام اور ہر فعل میں ان کو شریک  
 رکھتے تھے۔ بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۵)

اب رافضی حضرات کو اس حدیث شریف کو بار بار پڑھنا چاہیے  
 کیونکہ یہ حدیث شریف حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی زبان  
 مبارک سے ارشاد ہو رہی ہے۔ غور فرمائیے کہ حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیسی محبت کا اظہار  
 فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے  
 بعد ایسا کوئی آدمی نہیں چھوڑا۔ جو مجھے تم جیسا محبوب ہوتا۔ کیوں  
 جناب یہ بھی تو بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے۔ یہ آپ کو کیوں

نہیں نظر آتی۔ کیا اس حدیث شریف کے پڑھنے کے وقت آپ کی آنکھوں  
 میں سفید موتیا اتر آتا ہے؟

(نمبر ۴۴)۔ حضرت ابو عمرو قرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تھا جس نے چاہ رو کر کھڑیا  
 اس کے لئے جنت ہے۔ اور اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑیا  
 تھا۔ اور جس نے حبش عسرت کا سامان تیار کر دیا۔ وہ بھی جنت کا  
 مستحق ہے۔ اور اس کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام سامان تیار  
 کیا تھا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۵)

اس حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ جناب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے حضرت عثمان رضی اللہ  
 عنہ کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور وہ قطعی جنتی ہیں۔ اب اگر  
 کوئی بے دین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ منافق کہے یا  
 کہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین حق سے پھر گئے تھے  
 تو وہ یقیناً مرتد ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ  
 اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی ہے اور  
 حدیث پاک کا انکار کیا ہے۔



## چاروں خلفائے راشدین کی عظمت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ۔ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئے۔ آپ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ ابو بکر صدیق ہیں مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں یہ میرے صحابی اور صدیق ہیں۔ انہوں نے میری اُس وقت تصدیق کی جب اور لوگ جھٹلاتے تھے اور مجھے اُس وقت پناہ دی جب اور لوگ مجھے ہنکاتے تھے اور اُس وقت میرے انیس بنے جب اور لوگوں نے مجھے وحشت میں ڈال دیا تھا۔ یہی وہ ہیں جن کی نسبت خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ ان کو دنیا میں والد اور آخرت میں اپنا خلیل بناؤں اور اپنی جان و مال سے میری نغوار سی کی۔ اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو میرے لئے خرید لیا۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور خدا اس سے بری ہے۔ اور میں اس سے

بری ہوں۔ پس جسے پسند ہو کہ خدا اور رسول سے بیزار ہو وہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر تبرکے۔ جو حاضر ہیں ان کو چاہیئے کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دیں۔ پھر آپ نے فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ وہ اُچھل کر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ۔ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ وہ قریب آ گئے۔ آپ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گروہ یہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ یہ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کے قلب اور زبان پر خدا نے حق نازل فرمایا۔ یہی وہ ہیں جو حق گو ہیں اگرچہ کسی کو تلخ معلوم ہو۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ اور خدا اور میں اس سے بری ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ۔ وہ قریب آئے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہ وہ ہیں جن سے آسمان کے فرشتے شرماتے ہیں۔ انہی کی نسبت خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں انہیں اپنا



سہارا اور داماد بنالوں۔ اور اگر میرے پاس کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا نکاح بھی انہیں سے کر دیتا۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ پھر فرمایا۔  
 علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ تو آپ نے انہیں سینہ سے لگا لیا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گرد وہ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہ میرے بھائی چچا کے بیٹے اور میرے داماد ہیں۔ یہ میرے گوشت و خون ہیں۔ یہ میری بیقرانیوں کے دُور کرنے والے ہیں۔ یہ شہرِ خدا ہیں اور زمین میں خدا کے دشمنوں کے لئے شمشیرِ خداوندی ہیں۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ خدا اس سے بری ہے۔ اور میں بھی اس سے بری ہوں۔ پس جو خدا کی اور میری بیزاری چاہے۔ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر نبر اک ہے۔  
 (نزہۃ المجالس دوم صفحہ ۴۳۱-۴۳۲)

## حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف نگاہ کی اور فرمایا میں تم دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور جس سے میں محبت کرتا ہوں خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور خدا کو تم دونوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ محبت ہے۔ اور تم دونوں سے ملائکہ کو بھی محبت ہو گئی ہے۔ کیوں کہ خدا کو تم سے محبت ہے۔ خدا اس سے محبت کرے جس کو تم سے محبت ہو۔ خدا اس کا دشمن ہو جائے جس کو تم دونوں سے دشمنی ہو۔ جو تم دونوں سے میل رکھے خدا اس سے میل رکھے اور جو تم دونوں سے جدائی اختیار کرے۔ خدا اس سے جدائی اختیار کرے۔  
 (نزہۃ المجالس دوم صفحہ ۳۷۷)



## صحابہ کرام کا آپس میں اتحاد و اتفاق اور محبت کا شیعہ کتب سے ثبوت

پس ایک دن حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے عمر اور سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہما) سے کہا اٹھو علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلیں اور ان سے کہیں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگ دستی مانع ہو تو ہم ان کی مدد کریں۔ سعد بن معاذ نے کہا۔ بہت ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیر کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکر نے کہہ لے علی آپ کو کونسی چیز فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری سے مانع ہے ہم کو گمان یہ ہے کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آپ کے لئے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے جب جناب امیر نے ابو بکر سے یہ کلام سنا۔ آنسو چشمہاٹے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا میرا اندوہ تم نے تازہ کیا اور جو کلمہ دوز میرے دل میں پنہاں تھی اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہو گا جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری نہ چاہتا ہو۔ لیکن مجھے تنگ دستی اس امر کے اظہار سے شرم دلاتی ہے۔ ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کریں۔

(کتاب جلاء العیون جلد اول ص ۱۶۸)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کا مشورہ دینے والوں میں حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا نام سرفہرست ہے۔ اس جماعت کی طرف سے گفتگو کرنے والے حضرت ابو بکر ہیں۔ انہیں حضرت علی کی ہچکچاہٹ کی وجہ معلوم تھی کہ تنگ دستی ہے۔ اس کا علاج انہوں نے پہلے تجویز کر لیا۔ کہ مالی امداد دیں گے۔ یعنی حضرت ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے دلی دوست تھے اور سچے خیر خواہ تھے اور ان کی خاطر مالی ایثار کرنے کے لئے تیار تھے۔ ناظرین کرام یہ یاد رکھئے کہ یہ حوالے شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کئے جا رہے ہیں۔



## نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے رب نے حکم دیا ہے۔ کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دوں۔ پس توجا ابو بکر، عمر، عثمان، علی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جلد اتنے ہی آدمی انصار سے بلالا ..... فرمایا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا ..... (کشف الغمہ ص ۱۸ بحوالہ تحذیر المسلمین ص ۱۹۵)

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرائیل نازل ہوا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے عرش پر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا۔ اور مقرب ترین فرشتوں کو نکاح کا گواہ بنایا۔ آپ زمین پر یہ نکاح کر دیں۔ اور اپنی امت کے بہترین آدمیوں کو اس پر گواہ بنائیں۔ (فصل الخطاب ص ۱۰۳ بحوالہ تحذیر المسلمین ص ۱۹۵-۱۹۶) ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو دعوت دی ان میں اصحاب ثلاثہ سرفہرست ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس نکاح کے گواہ ان لوگوں کو بنائیں جو بہترین امت ہیں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی لہذا

اصحاب ثلاثہ بہترین امت میں سے ہیں۔  
(۴) جو مقام عرش پر مقرب ترین فرشتوں کا ہے۔ وہی مقام زمین پر اصحاب ثلاثہ کا ہے۔  
نتیجہ یہ نکلا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو بہترین امت قرار دیں ان پر اگر کوئی شخص طعن کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسے خدا و رسول سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہے۔



## شیعہ کتب سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف

جلاء العیون شیعہ حضرات کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے  
(۱)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول  
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو سب نہ کرنا اس  
واسطے کہ کوئی شخص تم سے خرچ کرے برابر اُحد پہاڑ کے سوناراہ  
خدا میں اور صحابی دے ایک مٹھی یا آدھی۔ تو تمہارا پہاڑوں برابر  
سونا خیرات کرنا اس مٹھی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم ایسے گروہ کو دیکھو  
میرے صحابہ پر لعنت کرتا ہے۔ پس تم کہو۔ ان صحابہ کو بُرا کہنے پر  
اس بدی کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہو۔

(۳)۔ اور فرمایا اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے  
صحابہ کے بارے میں میرے بعد اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جس  
نے ان کو میری محبت کی وجہ سے دوست رکھا۔ اس نے مجھے  
دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض  
رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس  
نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔ اور جس نے خدا کو  
ایذا دی اس کو خدا اپنی گرفت میں لے لے گا۔

(جلاء العیون مصنف محمد باقر مجلسی عالم شیعہ جلد اول ص ۳۲)

## شیعہ کتب سے ثبوت

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے کا مشورہ

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غزوہ روم میں شرکت  
کے لئے حضرت سے مشورہ لیا۔ تو فرمایا خداوند عالم حوزہ اسلام  
کے استحکام اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے  
بچائے رکھنے کا ضامن ہے۔ جس نے اس وقت ان کی مدد کی  
جب وہ اس قدر کم تھے کہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے وہی  
خدا اب بھی زندہ اور جی لا یعوت ہے۔

تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف گئے اور ان سے ٹکرائی اور  
معاملہ دگرگوں ہو گیا تو دور کے شہروں کے سوا مسلمانوں کے  
لئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہے گی اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی  
جگہ رہے گی۔ جہاں پلٹ کر آ سکیں۔ تم (اپنے بچائے) ان کی طرف  
کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھے کارکن اور  
خبر خواہ بھیج دو۔ پس اگر اللہ نے غلبہ دیا تو تم یہی چاہتے ہو۔ اور  
اگر دوسری صورت (شکست) ہوئی تو تم لوگوں کے لئے مددگار  
اور مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ ہو گے۔ (بیچ البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳ ص ۳۳)  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے حسب ذیل  
امور ثابت ہوتے ہیں۔



۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا اور باہمی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا لمبا دواوی سمجھتے تھے اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمہ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ اس ہم ہیں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدا خواستہ باہمی کدورت ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیر خواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دیتے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود دلاں جائیں ان کا دلاں کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدان جنگ میں نہ جائیں۔ بلکہ آزمودہ کار جبریل کو بھیج دیں۔ اس کا بقیہ ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق الودود دوست تھے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے۔ اس لئے ان کو تسلی دی کہ انہوں نے متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔

جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے کلام سے یارہ لوگوں کی اس من گھڑت کی بھی تیردید ہوتی ہے۔ کہ مسلمان بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ باقی سب معاذ اللہ۔ اسلام سے پھر گئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی۔ ورنہ شکست۔



## حضرت علی کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مشورہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنگ فارس میں شرکت کے لئے آپ سے مشورہ لیا۔ تو فرمایا اس امر (جنگ) میں کامیابی اور ناکامی کا مواد و ملاز فوج کی کمی اور زیادتی پر نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اس نے سب دیتوں پر غالب کیا ہے اور اس کا لشکر ہے جسے اللہ نے تیار کیا ہے۔ اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر وہاں تک پہنچا جہاں تک پہنچ گیا اور وہاں تک پھیلا جہاں تک پھیل گیا۔ اور ہم سے اللہ کا وعدہ ہے اور خدا اپنا وعدہ ضرور ضرور پورا کرنے والا ہے۔ اور (امور سلطنت میں) حاکم کی جیتھیت وہی ہوتی ہے۔ جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں ایک جگہ ملا کر رکھتا ہے۔ پس اگر ڈور ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے۔ اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگر چہ گنتی میں کم ہیں۔ لیکن اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور باہمی اتحاد کی وجہ سے غالب ہیں۔ تم اپنی جگہ کھوٹی کی طرح جم کر نظم و نسق کی چکی چلاتے رہو۔ اور عرب کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لئے کہ اگر تم اس زمین سے دور ہو گئے۔ تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان

انتظامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم غیر محفوظ چھوڑ گئے ہو۔ کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ یہی تو اصل (سردار) عرب ہے۔ اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو اسودہ ہو جاؤ گے۔ لیکن تم یہ جو کہتے ہو۔ کہ وہ لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔ اور جسے وہ بُرا سمجھے اس کے بدلنے پر زیادہ قادر ہے۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ ان کی تعداد بہت ہے تو ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے۔ بلکہ (اللہ کی) تائید و نصرت کے سہارے پر۔

(بخاری، ابلاغہ حصہ اول خطبہ نمبر ۱ ص ۵۵)

جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتابِ نمرود کی طرح روشن ہے کہ علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہما باہم شیعہ و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر مکمل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمالِ خیر خواہی سے اُن کو یہی مشورہ دیا۔ کہ آپ بذاتِ خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکرِ اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں آپ کو نقصان



پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدا نخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوب موقعہ ملتا آگیا تھا۔ یہی مشورہ دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ تاکہ ایرانی تمہارا کام تمام کر دیں اور خلافت کی گدسی ہمارے لئے خالی ہو جائے۔ اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے۔ جو مہروں میں ڈورے کی۔ یعنی تسبیح کا ڈور جب ٹوٹ جائے تو موتی بھی بکھر جاتے ہیں۔ تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے ورنہ یہ مثال کیوں دیتے؟ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بقاء اسلام و اسلامیان تھی اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے متمنی تھے۔ اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اس امر کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سچا خلیفہ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔ غرض اس خطبہ کا لفظ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف سے پُر ہے۔ پھر رافضی حضرات کو غور کرنا چاہیے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں۔ تم اُس کو منافق کہو؟ حیرت کی بات ہے۔ کہ پھر تم نے شیر خدا کو کیا مانا؟ اور آپ کے ارشاد کی کیا عزت کی؟ اور یہ حوالے بھی آپ کی کتابوں کے ہیں۔ پھر کس قدر شرم کی بات ہے کہ اپنی کتابوں کو بھی نہیں مانتے۔

اب آخر میں

## رافضی حضرات سے چند سوالات

کر کے ختم کرتا ہوں

①۔ پہلے ایک حوالہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ ”تاجدارِ دو عالم نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان خطبہ دیا اور ان منافق صحابہ کا نام لے لے کر فرمایا۔ جاؤ میری مسجد اور میری محفل سے نکل جاؤ۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے جمعہ میں خطبہ دیا۔ پس فرمایا۔ اے فلاں فلاں نکل جا۔ کیوں کہ تو منافق ہے۔ ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جو منافقین مرد نکالے گئے۔ وہ تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ یہ منافق مرد اور عورتیں خاص مدینہ کے رہنے والے اور اپنے اپنے ہم خیال لوگوں کے سردار تھے۔“ (جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۳-۲۴)

اب یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب رافضی حضرات کے منہ پر ہے۔ جو اصحابِ ثلاثہ کو معاذ اللہ منافق کہتے ہیں اور اپنی اپنی کتابوں میں بھی لکھتے ہیں۔ اگر اصحابِ ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ



منافق تھے۔ تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حضرات کو مسجد سے کیوں نہ نکال دیا؟ بلکہ آپ نے اُن کو ہمیشہ اپنے خاص مصاحب بنا کر رکھا۔ اور بعد وفات شریف بھی اُن کو اپنے پاس ہی جگہ عنایت فرمائی۔ دیکھ لیجئے اب بھی ان کو ایسی ہمنشین حاصل ہے کہ آپ کے دو وزیر آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں جن کو آپ حشر کے روز ساتھ لے کر قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۴) اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح کیوں کیا؟ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح کیوں کیا؟ اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیوں کر دیا؟ حالانکہ قرآن شریف نے اس سے صریح ممانعت کر دی ہے۔ کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں یا اُن سے لئے جائیں۔

(۵) اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے ان کو اہل بیت سے بغض و عداوت تھی تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نکاح کر دی؟ اگر کہا

جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے نکاح کر دی تو ان کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور یہ نکاح شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے عقد کیا اور چالیس ہزار درہم مہر میں دیئے“ (کتاب آیات محکمات جلد دوم ص ۳۴) مصنف موبیٰ بن حنفیہ اگرچہ یہ کتاب صحابہ ثلاثہ کے سخت خلاف لکھی گئی ہے۔ لیکن نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھ ام کلثوم کا انکار نہ کر سکے۔ اور مہر چالیس ہزار درہم سے معاملہ صاف ہو گیا۔ کہ نکاح حضرت ام کلثوم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے ہوا عفا۔ باقی سب روایتیں غلط اور بیہودہ ہیں۔

(۶) اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کیوں نہ کی؟ حالانکہ قرآن پاک کا حکم ہے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ اور فرمایا کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے۔

(۷) اگر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم معاذ اللہ مومن نہ تھے تو کیوں نصرت الہی ان کے شامل حال نہ رہی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی



ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر  
منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہی کو ملی۔ اور اللہ کا دین مشرق و  
مغرب تک پھیل گیا۔

(۶)۔ اگر خلافت اصحابِ ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو  
بنت یزدجرد و دختر شاہ فارس جو مالِ غنیمت میں آئی تھی۔ تو  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے  
دی۔ تو آپ نے کیوں قبول کی؟ جبکہ یہ غنیمت درست اور  
حلال ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ رافضی حضرات خلفائے ثلاثہ کی  
خلافت کو مانتے ہی نہیں اور کہتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ زبردستی  
تحتِ خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائزہ خلافت تھی۔  
تو جب اُن کی خلافت ہی ناجائزہ تھی تو جہاد کیسے جائزہ ہو سکتا  
ہے؟ اور جب جہاد ہی ناجائزہ ہوا تو مالِ غنیمت کیسے جائزہ ہو سکتا  
ہے؟ سوچو اور پھر سوچ کر جواب دو۔

میں یہ چند سوالات رافضی حضرات کی خدمت میں پیش کرتا  
ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کوئی صاحبِ جواب با صواب سے مطلع  
کہہ میں گے۔ اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو  
خدا را راہِ راست پر آجائیں اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی  
بدگوئی سے باز آجائیں۔ (محمد اسماعیل نقشبندی)

(حصہ اول ختم ہوا)

شیر خدا علی المرتضیٰ کا فرمان

خلیفہ برحق تھے ابو بکر، عمر و عثمان

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

# عظمتِ خلفائے راشدین

(حصہ دوم)

جس میں شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے

کہ  
خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ



## فہرست مضامین عظمتِ خلفائے راشدین

| نمبر شمار | مضامین                              | صفحہ | نمبر شمار | مضامین                                | صفحہ |
|-----------|-------------------------------------|------|-----------|---------------------------------------|------|
| ۱         | خلافت و امامت                       | ۵۹۰  | ۱۵        | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ    | ۶۲۲  |
| ۲         | کیا حضرت علی بلا فضل خلیفہ تھے؟     | ۵۹۱  |           | کی حدیث شریف                          |      |
| ۳         | امام معصوم نہیں ہوتے                | ۵۹۲  | ۱۶        | حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں        | ۶۲۵  |
| ۴         | حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی       | ۵۹۳  |           | خلافت ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا |      |
|           | بیعت کمر لی تھی۔                    |      | ۱۷        | شیر خدا کیوں خاموش رہے کیوں           | ۶۲۶  |
| ۵         | صدیق اکبر کی بیعت کرنے والے         | ۵۹۷  |           | تکوار نہ اٹھائی؟                      |      |
|           | چار لاکھ آدمی تھے۔                  |      | ۱۸        | جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن        | ۶۲۷  |
| ۶         | کیا..... خلافت کا فیصلہ فرمایا تھا؟ | ۵۹۸  |           | کو جمع فرمایا                         |      |
| ۷         | مقام خیم غدیر میں خطبہ              | ۶۰۷  | ۱۹        | یہی قرآن شریف صحیح ہے جو اب           | ۶۲۹  |
| ۸         | خیمینی صاحب کا بیان                 | ۶۰۸  |           | لوگوں کے ہاتھوں میں ہے                |      |
| ۹         | حدیثِ قطاس کا صحیح پس منظر          | ۶۱۲  | ۲۰        | رافضی علماء کا علی المرتضیٰ           | ۶۳۱  |
| ۱۰        | جوابات حضور علیہ السلام لکھوانا     | ۶۱۳  |           | پر بہتانِ عظیم                        |      |
|           | چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟      | ۶۱۴  | ۲۱        | قیامت سے پہلے رجعت                    | ۶۳۲  |
| ۱۱        | کیا وہ تحریر ضروری تھی؟             | ۶۱۷  | ۲۲        | حضرت امام حسن عسکری کی                | ۶۳۷  |
| ۱۲        | حبینا کتاب اللہ                     | ۶۱۸  |           | تعریف اور رافضی لقب                   |      |
| ۱۳        | کتاب موعظہ غدیر                     | ۶۱۹  | ۲۳        | امام حسن سے رافضی لوگوں کا سلوک       | ۶۳۸  |
| ۱۴        | علامہ الحائری سے سوالات             | ۶۱۹  | ۲۴        | قاتلانِ امام حسین شیعہ ہی تھے         | ۶۴۰  |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## خلافت و امامت

رافضی اور اہل سنت و جماعت کا معرکہ الآرامنہ خلافت و امامت کا ہے۔ میں اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصلُ الاصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ خلافت راشدہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال ارشاد فرمایا ہے۔ اول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائزہ خلافت تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگانِ اسلام کو یہ جلیل القدر منصبِ خلافت عطا فرمایا تھا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن امامت اصول دین سے نہیں ہے۔ رافضی حضرات کا مذہب ہے۔ کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حق امامت بعد وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم



نے انہی کی امامت پر نص کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تحت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جو درجہ کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔

## کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل تھے؟

اس امر کا فیصلہ خود شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان مبارک سے ہی فرما دیا تھا۔ آپ نے ایک خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جن لوگوں نے ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے میری بیعت بھی کر لی ہے۔ اس کے بعد کسی کے لئے چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت میں گمراہ کرے گا۔ اسے مجبور کیا جائے گا مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو۔ عافیت و سلامتی اسی میں ہے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغہ ص ۲۴۵ خطبہ نمبر ۳)

اور سینے۔ جناب شیر خدا نے فرمایا۔ لوگوں کے لئے ایک نہ ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نیکو کار ہو یا فاسق و فاجر۔ تاکہ اس کی حکومت میں مومن عمل (خیر) کریں اور کافر اس میں اپنے پورے

پورے حقوق حاصل کریں اور اسی حال میں خدا انہیں آخری مدت تک پہنچا دے۔ اس کے ذریعہ بقایا مال جمع کئے جائیں۔ اس کی ہر اسی میں دشمن سے جنگ کی جائے۔ اس کے ذریعہ راستے محفوظ رہیں۔ اور اس کی امداد سے کمزور کا حق طاقتور سے واپس لیا جاوے تاکہ نیک راحت لے اور فاسق و فاجر کے شر سے محفوظ رہے۔ (نہج البلاغہ ص ۲۴۵ خطبہ نمبر ۳)

اب تو رافضی حضرات کے قلم سے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ کیونکہ شیر خدا فرما چکے تھے۔ کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے۔ جنہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ اگر ان حضرات کی خلافت ناجائز ہوتی۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ کیونکہ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ تب ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔ یہ تو جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ناطق فیصلہ ہے۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ خلافت کے لئے امام کا معصوم ہونا



ضروری نہیں۔ جیسا کہ رافضی حضرات کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتے ہیں۔ معصوم تو صرف انبیاء کرام اور فرشتے ہیں۔ کوئی غیر نبی معصوم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے لئے ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نبیکو کار ہو یا فاسق و فاجر۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کے لئے امیر ہونا یا امام ہونا ضروری ہے۔ لیکن امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور نہ امام معصوم ہوتا ہے۔ چوتھی بات یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ اگر حضرت امیر بلا فصل خلیفہ ہونے کا حق رکھتے۔ تو کبھی شیخین کی بیعت نہ کرتے اور اپنے حق خلافت کا پُر زور مطالبہ کرتے۔ لیکن آپ نے ہرگز خلافت کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ بلا عذر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو مان لیا اور بیعت کر لی۔ اپنی ہی کتاب سے حوالہ سینے۔

جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو دیکھا۔ کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گمہ و جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اجتماع کیسا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جیسے تو نے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی

بیعت کر لی ہے؟ جواب دیا ہاں اسامہ کر لی ہے۔

(احتجاج طبرسی ص ۳۸۳ مطبوعہ نجف اشرف بحوالہ تحفہ جعفریہ ص ۳۸۳)

ناظرین کرام!۔ نہج البلاغہ سے ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ شخص کامیاب ہے جو پرو مال (مددگاروں) کے ساتھ اٹھے۔ (جب مددگار نہ ہوں تو جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر مخلوق کو) (بدامنی) سے راحت میں رکھے۔ میرا خلافت کے لئے کھڑا ہونا) گندا پانی اور وہ لقمہ ہے۔ جس کے کھانے والے کو اچھو ہو جاتا ہے۔ اور پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ (نہج البلاغہ ص ۲ خطبہ نمبر ۲)

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے دو باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ خلافت کے طالب نہ تھے اپنے لئے خلافت کو گندا پانی اور گندا لقمہ سمجھتے تھے دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ آپ اپنی خلافت کو بلا فصل نہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود فرما دیا تھا کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی آپ کی خلافت کا ابھی وقت ہی نہیں آیا۔ ابھی خلفائے ثلاثہ کی باری ہے۔ اس ارشاد سے خلافت کا تمام جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ خود فرما چکے ہیں کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی ابھی غیر کی خلافت کا وقت



ہے۔ میری خلافت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ جیسا کہ رافضی لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ علی المرتضیٰ کی خلافت کو غصب کر لیا گیا۔  
اب ایک حوالہ اسی کتاب سے اور نقل کرتا ہوں۔ اگر اس پر رافضی حضرات غور کریں گے تو مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی۔ جنہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی بیعت کی تھی۔ انہی شرائط کے مطابق (بوقت بیعت) موجود رہنے والے کو کسی نئے چناؤ کا اختیار رہ جاتا ہے۔ اور نہ غیر حاضر رہنے والے ہی کو منتخب خلیفہ کے رد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اور جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے۔ سو وہ صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اس (متفق علیہ شخص) کا نام امام رکھ لیں۔ تو اس کا رد وائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی علیحدگی پسند اس کا رد وائی پر طعنہ زنی کرتا ہو یا کوئی نئی راہ نکال کر ان کے فیصلے سے الگ ہو جائے تو وہ اسے لوٹا کر اسی مقام پر لائیں گے۔ جہاں سے وہ نکل بھاگا تھا اور اگر وہ اپنے ہی موقف پر اڑا رہے۔ تو اس سے بایں دلیل مقاتلہ کریں گے کہ وہ مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر گامزن ہوا ہے۔ اور جدھر اس نے منہ کر لیا۔ اللہ

اس کا رخ ادھر ہی رکھے گا۔ (منہج البلاغہ ص ۶۷ مکتوب نمبر ۶)  
ناظرین کرام:- پوری توجہ سے غور فرمائیں۔ کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق کیا مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا؟ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ کسی رافضی کو چوں چہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ دراصل حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد میں ہر اس اعتراض کا جواب موجود ہے۔ جو رافضی لوگ اپنی اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی ورنہ آپ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے سو وہ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ جس شخص پر وہ متفق ہو جائیں وہی ان کا امام ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی وہی ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا۔ اگر کوئی مہاجرین و انصار کے کٹے ہوئے اس فیصلے کو جو کوئی نہ مانے اس سے جنگ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مومنین کے اس فیصلے کے خلاف دوسری طرف جا رہا ہے۔ حضرت امیر جناب علی المرتضیٰ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ مومن تھے اور ان کی خلافت۔ خلافت حق تھی۔ اور آپ کے اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو نہ ماننے والوں کا منہ جس طرف پھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا رخ ادھر ہی رکھے گا تاویل کرام



یہ سب حوالے رافضی لوگوں کے جید علماء کے ہیں۔

نواب محسن الملک سید محمد محمدی علی خان صاحب جو کافی عرصہ پہلے شیعہ رہ چکے ہیں نے ایک عجیب نکتہ تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کہ کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب (رضی اللہ عنہم) کا کافر ہونا لازم آتا ہے..... اس لئے کہ سبھوں نے ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر علیہ السلام کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنے والے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے۔ بلکہ لاکھوں تھے۔ اس لئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ النجۃ والثناء کے بروایت ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو انہوں نے "تذکرۃ الائمہ" میں لکھی ہے چار لاکھ تھے۔ تو جب چار لاکھ آدمی (العیاذ باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بنا دیں۔ تو پھر ان کے کفر میں (معاذ اللہ) کیا شک رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی باقرہ علماء شیعہ ثابت ہے۔ جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے۔ جو "بخارالانوار" مجلد تین میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے بایں الفاظ کیا (جمع مسلمانان بابوبکر بیعت کردند و اظهار رضا و خوشنودی باد و سکون اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است۔)

ترجمہ اردو۔ "تمام مسلمانوں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور انہیں سکون و اطمینان دلا کہ کہا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں" اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ سبحن اللہ کیا دین و ایمان ہے۔ حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے۔ اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیعت نبوی بھی داخل تھے۔ ان سب کو صراحتہً اور کنایتہً کافر بناتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (کتاب آیات بینات مستفہ سید محمدی علی خان ص ۱۱۲-۱۱۳)

کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمادیا تھا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں

دلائل ملاحظہ فرمائیے۔ رافضی حضرات کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔  
حوالہ نمبر ۱:- ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے



میرے کسی اور کو خلیفہ نہ بنائیں گے مگر اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو خلیفہ نہ بننے دیں گے۔ (کتاب آیات محکمات جلد دوم ص ۱۱۸) رافضی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی زندگی مبارک میں خیم غدیر میں خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ورنہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

حوالہ نمبر ۲:- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کہ حاکم امر مسلمانوں ہو لازم ہے کہ انصار نیکو کار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے۔ (رافضی حضرت کی کتاب جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۸) اس روایت سے بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ خلافت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی شریف میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ وصیت نہ فرماتے۔

حوالہ نمبر ۳:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھول کر فرمایا اے عباس اے عم رسول خدا میری وصیت کو میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو۔ عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ یا رسول اللہ میں مرد خیال دار ہوں اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرمانے والے ہیں۔ میرا مال آپ کے وعدوں کی بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا اس سے مجھے معاف رکھیے اور اس شخص کو حکم کیجئے جو طاقت اور

ہمت میں مجھ سے زیادہ ہو۔ حضرت نے تین بار اس کلام کا اعادہ فرمایا اور ہر مرتبہ عباس (رضی اللہ عنہ) نے وہی جواب دیا اس وقت حضرت نے فرمایا۔ میں اپنی میراث اسے دوں گا۔ جو قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور وہ اس کے لائق ہے۔ اور جس طرح اے عباس تم نے جواب دیا ہے۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیر سے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ یا علی (رضی اللہ عنہ) تم میری میراث لو اور تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو اس میں نزاع نہیں۔ میری وصیت قبول کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ (جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۸)

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خلافت کا فیصلہ اگر علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو گیا ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے سے ہی فرمایا جاتا کہ ہم نے تم کو خلیفہ کر دیا ہے تم ایسا کرنا ویسا کرنا۔

حوالہ نمبر ۴:- شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ سب چلے گئے۔ عباس اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت مخصوص نزدیک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پرہستم کریں گے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا تم کو



بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔  
(جلال العیون جلد اول ص ۱۳۸)

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ختم غدیر میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت مل چکی تھی۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا سوال کیوں کیا؟  
حوالہ نمبر ۵۔ فارسی کتاب سے اردو ترجمہ۔

سید ابن طاؤس و ابن شہر آشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو عامر بن طفیل آپ کے نزدیک گیا۔ اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لئے کیا انعام ہوگا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے یعنی تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترک ہوگا) اس نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

(حیۃ القلوب فارسی جلد دوم ص ۴۴)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علی رضی اللہ عنہ ہو گیا ہوتا تو آپ کا ارشاد یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں۔

اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا یہی ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں خلافت کا فیصلہ ہرگز نہیں فرمایا۔

حوالہ نمبر ۶۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف لے گئے اور ان سے اپنی خبر وفات بیان فرمائی اور ارشاد کیا۔ خدا کو میں اسے یاد دلاتا ہوں۔ جو بعد میری امت پر سردار ہو۔ کہ البتہ مسلمانوں کی جماعت پر اور ان کے ضعیفوں پر رحم کرے۔ اور ان کے عالم کی تعظیم کرے اور ان کو ضرر نہ پہنچائے۔  
(جلال العیون جلد اول ص ۱۳۸)

یہ آخری وصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حوالہ نمبر ۷۔ بے شمار مہاجرین و انصار امر خلافت ظاہر میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ قرار پائے۔ سبقت خلافت کی اور اکثر مہاجرین و انصار نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کر لی۔ جب سید اوصیا دفن سرور انبیاء (علیہ السلام) سے فارغ ہوئے اور بے وفائی اصحاب کی اور لوگوں کے کفر و نفاق کو دیکھا (معاذ اللہ) محزون غمگین ہوئے۔ اسی رات جناب امیر حسنین رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر ایک ایک گھر میں مہاجرین و انصار کے تشریف لائے اور ان کو عقوبات الہی



سے ڈرایا اور وصیت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بمقام غدیر خم فرمائی تھی پڑھ کر سنایا اور نصرت و مدد چاہی مگر سوائے چوبیسوں مردم کے اس گروہ کے کسی نے قبول نہ کیا اور صبح ہوئی چار آدمیوں سے زیادہ بیعت جناب امیر رضی اللہ عنہ پر قائم نہ تھے۔ اسی طرح جناب امیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تین شب دعوت بیعت فرماتے رہے اور ان سے طلب نصرت کرتے تھے۔ مگر بجز چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر تین آدمیوں کے سوا اور کوئی بیعت قبول نہ کرتا۔ (جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۱۱ رافعی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے)

**حوالہ نمبر ۸ :-** پس فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یا علی (رضی اللہ عنہ) تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور تم پر سبقت کریں۔ اور زبردستی تم کو بیعت کے لئے بلائے اور جب تم انکار کرو اور تم کو گمراہی سے پکڑ لیں۔ اور تم کو اندوہ ناک بے یار و غمگسارہ..... لے جائیں اور بعد ازاں میری جگہ گوشہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آزر دہ و رنجیدہ کریں..... پس جناب امیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ یا حضرت اگر یاور نہ ملیں تو صبر کروں گا۔ لیکن ان سے بیعت نہ کروں گا۔ مگر یاور ملیں گے۔ تو ان سے قتال کروں گا (جلاء العیون جلد اول ص ۲۱۱) اس روایت سے بھی صاف صاف طور پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز خلافت کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ کہ یا علی تم کیا کرو گے

اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اگر آپ نے بحق علی رضی اللہ عنہ خلافت کا فیصلہ فرما دیا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ میرے بعد یہ گروہ تم پر امیر ہوں۔ بلکہ آپ فرما دیتے کہ یا علی ہم نے آپ کو اپنے بعد خلیفہ کر دیا ہے۔

**حوالہ نمبر ۹ :-** وہ لوگ اب کہاں ہیں جنہیں جب اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو اسے قبول کر لیا۔ قرآن پڑھاتو اس پر عمل بھی کیا انہیں جہاد کے لئے ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے۔ جیسے دودھ پلانے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہیں۔ تلواریں نیاموں سے نکال کر دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا گئے۔ ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ زندہ بچے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش تھے اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر تھے۔ رونے سے ان کی آنکھیں سفید، روزوں سے ان کے پیٹ خالی۔ دعا (کی کثرت) سے ہونٹ خشک اور شب خیزی کے لئے بیداری سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے۔ اور خضوع و خشوع کرنے والوں کی طرح ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے۔ جو دنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کے دیدار کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ بے شک شیطان تمہارے واسطے اپنے راستے آسان کر رہا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول



دے اور تم میں اتفاق کی بجائے پھوٹ ڈال دے۔ تو تم اس کے  
دوسو سو اور پھونکوں سے منہ موڑے اور نصیحت پیش کرنے  
والے کا ہدیہ قبول کر لو اور اپنے نفسوں کو اس کا پابند بنا لو۔  
(ربیع البلاغہ حصہ اول ص ۴۱۲-۴۱۳)

اس روایت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ جناب امیر  
رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں خلفائے ثلاثہ کا کبیا عمدہ شان بیان  
کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ میرے وہ بھائی تھے جو دنیا سے گزر گئے۔  
اب ہم حق بجانب ہیں کہ ان کے دیدار کے پیا سے ہوں اور ان کے  
فراق میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ رافضی لوگ بتائیں تو سہی کہ اگر یہ  
لوگ خلفائے ثلاثہ نہیں تھے۔ تو اور کون تھے؟ جن کی ایسی تعریف  
جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رافضی حضرات کو ہدایت  
فرمائے۔ تاکہ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی بدگوئی سے باز رہیں۔

## جناب علی المرتضیٰ کا مجمع عام میں خطبہ

حوالہ نمبر ۱۔ ب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں  
ایک مجمع عام میں خطبہ کے دوران فرمایا۔ اے اللہ جس طرح تو نے  
خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔ اسی طرح ہماری اصلاح فرما۔  
پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے دوست میرے بزرگ ابو بکر

اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جو ہدایت کے امام ہیں۔ قریش کے دو  
عظیم فرد ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا ہیں۔  
اور شیخ الاسلام ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی بچ گیا جس نے  
ان کی اتباع کی صراط مستقیم پر چل پڑا۔ (شافی جلد ۲ ص ۴۲)  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ اور اس اعلان کو خاص  
اہمیت حاصل ہے۔

① یہ خطبہ اس وقت دیا گیا جب آپ عہد خلافت پر عملاً متمکن  
تھے۔ اقتدار حاصل تھا۔ نہ کسی کا ڈر تھا۔ نہ لحاظ نہ تقیہ کی  
حاجت تھی۔ اس لئے وہی کچھ فرمایا جسے آپ نے حق سمجھا۔  
② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کو خلفائے راشدین فرمایا۔  
اور ان دو بزرگوں کو شیخین کا لقب سب سے پہلے آپ  
نے دیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں غاصب سمجھتے۔ تو  
برسر منبر ان الفاظ سے یاد نہ کرتے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں شیخ الاسلام اپنا دوست  
اور اپنا بزرگ فرمایا۔

④ حضرت نے انہیں ہدایت کے امام کے لقب سے یاد فرمایا۔ اس  
لئے جو ان کی امامت کا قائل نہ ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
کی امامت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے؟

⑤ حضرت نے انہیں معیار حق قرار دیا اس لئے فرمایا۔ کہ حضور



صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابل اقتداء ہیں۔

(۶) حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اعلان فرمایا کہ جو شخص ان کی پیروی کرے گا مگر اہی سے محفوظ رہے گا۔ اور صراطِ مستقیم یہی ہے۔

## مقامِ خم غدیر میں خطبہ

رافضی لوگوں کا زیادہ دار و مدار حدیثِ خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپ نے مقامِ خم غدیر میں قیام فرمایا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو بامتحتی جناب امیر رضی اللہ عنہ ہم ملک یمن پر مامور تھے جناب علی رضی اللہ عنہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بے جا شکایات کیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا۔ جس سے اصلی غرض امیر رضی اللہ عنہ کی بریت اور شایکوں کو تنبیہ تھی اور اس خطبہ میں

یہ الفاظ فرمائے ترجمہ:- اے جماعت مسلماناں کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں؟ حاضرین نے عرض کیا۔ ہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے وہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھتا ہے۔ بارِ خدا یا۔ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو مجھے اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھے۔ تو مجھے اس کو دشمن رکھیو۔

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ بارہا جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغام سنایا کہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آخر جبرائیل علیہ السلام نے یہ آیت سنائی۔ ترجمہ:- ”اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم تیرے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کرو دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔“

قارئین کرام اب ذرا خمینی صاحب کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

## خمینی صاحب کا بیان

ترجمہ:- ”سم ولایت پر (امامت) عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا یہ



بھی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ وہ بعد کے لئے خلیفہ معین اور نامزد کرتے اور آپ نے ایسا ہی کیا۔  
(خمینی صاحب کی کتاب الحکومت الاسلامیہ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲)

(۲) اس سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد خمینی صاحب نے لکھا ہے کہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ کو نامزد کر دینا ہی وہ عمل ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضہ رسالت کی ادائیگی کی تکمیل ہوئی۔ (کتاب ص ۱۹)

(۳) یہی بات خمینی صاحب نے اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ ترجمہ: ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ امت کو جو پیغام پہنچانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ذمہ کیا گیا تھا۔ وہ آپ نے نہیں پہنچایا۔ اور رسالت کا فریضہ ادا نہیں کیا۔ (معاذ اللہ) کتاب ص ۲۲ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲“

(۴) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے طور پر کلام فرمایا۔ اور اس میں یہ حکم دیا کہ جو شخص ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور حکومت کا نظام چلائے گا۔ اس کے بارے میں اللہ کا جو حکم ان پر نازل ہوا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا دیں اور اس کی تبلیغ اور اعلان کر دیں۔ تو آپ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور خلافت کے لئے امیر المؤمنین علی کو نامزد کر دیا۔ (کتاب ص ۴۲-۴۳ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲)

(۵) آگے اسی کتاب میں ایک جگہ خمینی صاحب فرماتے ہیں۔  
ترجمہ: ”اور حج الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے حکمران نامزد کر دیا اور اسی وقت سے قوم کے دلوں میں مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“  
(کتاب ص ۱۳ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲)

(۶) اس سلسلہ میں خمینی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔  
ترجمہ: ”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کیلئے امیر المؤمنین علیہ السلام کو لوگوں پر حاکم اور والی کی حیثیت سے نامزد کر دیا۔ اور پھر امامت و ولایت کا یہ منصب ایک امام سے اگلے امام کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک الحجۃ القائم یعنی امام غائب مہدی منتظر تک پہنچ کر یہ سلسلہ اپنی نہایت کو پہنچ گیا۔ (کتاب مذکور ص ۲۲ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲) خمینی صاحب کے یہ بیانات سراسر غلط ہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بہتان عظیم ہے کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا جیسا کہ میں نے رافضی حضرات کی معتبر کتابوں سے اوپر بیان کر دیا ہے۔ اور جن کتابوں کے میں نے اوپر حوالے تحریر کئے ہیں۔ کوئی رافضی یا شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہ حوالے غلط ہیں یا ہماری یہ کتابیں ہی نہیں ہیں۔ اور ساری دنیا کے رافضی حضرات کو میرا یہ چیلنج ہے کہ میرا کوئی حوالہ غلط ثابت کر کے



دکھلائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کی صبح تک نہ دکھاسکے گا۔

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ خم غدیر کے مقام پر جو خطبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علی رضی اللہ عنہ یا خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث شریفہ کا صرف اسی قدر مفہوم ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات بے بنیاد ہیں ان کے ماتحتوں کو شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی عداوت باعث ناراضا مندی حق تعالیٰ ہے۔ رافضی لوگ تبلیغ کی آیت مبارک لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ خمینی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ ”اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو حکم آپ کے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجیئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ اور خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔ ناظرین حضرات غور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید نماز و روزہ حج

زکوٰۃ وغیرہ بذریعہ وحی بھیج دیئے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکرم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ اور ناصر ہے۔ اب رافضی حضرات ایمان داری سے بتائیں کہ اس آیت کریمہ سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ کہ آیت مبارک شریفہ خدا کی خلافت بلا فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جبکہ آیت مبارکہ میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل یا امامت کا ذکر تک بھی ہو۔؟

## حدیث قرطاس کا صحیح پس منظر

ترجمہ۔ جب حضور علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو دولت خانہ بنوی میں لوگ جمع تھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور علیہ السلام کو اس وقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ اور قرآن ہمارے واسطے کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت آپ کے پاس رکھ دو تاکہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں۔ کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ اور بعض وہی بات کہتے تھے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ پس جب ان



کا اختلاف زیادہ ہوا۔ اور باتیں بڑھیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (بخاری شریف)

دوسری روایت یہ ہے۔ سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس (سامان کتابت لائے) تاکہ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس حاضرین نے اختلاف کیا۔ (اور کسی پیغمبر کے پاس تنازعہ مناسب نہیں) پس بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہے؟ کیا جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے؟ آپ سے دریافت تو کر لو۔ پس وہ معاملہ کتابت کو آپ پر دوبارہ پیش کرنے لگے اس پر آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ میں جس حالت (مراقبہ حق) میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو تو آپ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ① مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ ② دُفود کو اسی طرح انعام دیا کرو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری بات سے سعید ابن جبیر چپ رہے۔ یا ابن جبیر نے تو بیان کر دی اور میں اس کو بھول گیا۔ (بخاری و مسلم شریف)

## جو بات حضور علیہ السلام لکھوانا چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟

علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی اصل واقعہ کے تفصیل و تشریح کے لئے یہ دو حدیثیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ واقعہ قرطاس کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بات لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی حیثیت کیا تھی؟ کیا وہ کوئی ایسی بات تھی جو آپ کے فرائض نبوت سے تھی اور جس کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا تھا؟ واقعہ قرطاس کی روایات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ جو بات حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی یہ حیثیت نہ تھی جس کے دلائل یہ ہیں۔

(اقل)۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔ کہ انبیاء کرام خدا کی طرف سے جن امور کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوں۔ اور جس بات کی تبلیغ ان کا فرض نبوت ہو۔ وہ اس میں قطعاً حتماً کسی حال کو نا ہی نہیں کر سکتے حضور کو حکم تھا۔ ترجمہ: ”اے نبی خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں۔ ان کی تبلیغ فرماؤ۔ اگر ایسا نہ کیا۔ تو آپ نے اپنا فرض نبوت ادا نہ فرمایا۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔“ یہ آیت بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام الہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے۔ تو اگر یہ تحریر دین کی نہایت ہی اہم ضروری بات پر مشتمل ہوتی تو حضور



صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو لکھوادیتے۔ خواہ کوئی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرتا۔

**(دوم)** اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان کتابت پیش نہیں ہونے دیا۔ تو یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضور اکرم نے سامان کتابت لانے کا حکم صرف حضرت عمر کو نہیں دیا تھا۔ بلکہ تمام حاضرین کو دیا تھا۔ کیونکہ اثنوینی جمع کا صیغہ ہے۔ جو یہ بتا رہا ہے کہ جیسی اس حکم کی تعمیل کی ذمہ داری حضرت عمر پر آتی تھی اسی قدر ان تمام حاضرین مجلس پر آتی تھی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ آتی ہے۔ کیونکہ بزعیم شیعہ یہ تحریر انہیں کی خلافت سے متعلق تھی اور دولت خانہ بنوی میں کتابت وحی کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا۔ لہذا ان کا فرض تھا۔ کہ وہ سامان کتابت بحضور نبوی پیش کر دیتے۔ مگر انہوں نے بھی نہ کیا۔ بلکہ حاضرین میں سے کسی نے بھی سامان کتابت پیش نہ کیا۔ البتہ بعض نے حضور سے کئی بار یہ پوچھا کہ ہم سامان کتابت پیش کر دیں؟ جس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر عدم تعمیل حکم کا الزام حضرت عمر پر آتا ہے تو حضرت علی پر بھی آئے گا۔ بلکہ تمام وہ طعن اور الزامات جو شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قائم کرتے ہیں وہ سب کے سب تمام حاضرین مجلس پر بھی قائم ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچیں گے۔

سوم) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی معاذ اللہ ایسے کمزور تھے کہ حضرت عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ ظاہر ہے۔ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا تو حضرت علی اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے تحریر لکھوادیتے۔ یا حضور ہی لکھوادیتے۔

چہارم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ صحابہ کرام کے مجمع کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ اللہ کے احکام کامل و مکمل طریقہ پر تم تک پہنچا دیئے۔ تو سب نے یک زبان ہو کر عرض کی تھی کہ ہاں۔ جس پر آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ الہی تو گواہ ہو جا یہ سب لوگ اقرار کر رہے ہیں۔ کہ میں نے اپنے فرض نبوت کو مکمل ادا کر دیا ہے۔ اور دین کے تمام احکام ان کی طرف پہنچا دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بھی اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ واقعہ قرطاس کے موقع پر حضور جو بات لکھوانا چاہتے تھے۔ وہ ایسی نہ تھی جو دین کا کوئی نیا حکم ہو۔ یا اس کے بغیر دین نامکمل رہ جائے۔ (رضوان لاہور ۱۰ فروری ۱۹۵۸ فیوض الباری شرح صحیح بخاری)

## کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



نے جس امر کے لئے کاغذ قلم و دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا۔ یا مصلحتاً حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت آپ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ لوگوں کے باقی تمام دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ نہ بروز خم غدیر حضور علیہ السلام نے خلافت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علی رضی اللہ عنہ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامگیر ہوئی کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت لکھوا دی جائے شیعہ حضرات نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضور علیہ السلام خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی اپنے سب باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر ہی نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

## حُسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ

ہاں یہ قصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی۔ کہ

جب یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے بالصرحت فرمادیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شہدایانِ ذات والا کو مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے زریں سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرمادی اور اس واقعہ کے چار یوم بعد آپ نے وصال فرمایا۔ اور مرض سے آفاقہ بھی ہوتا رہا۔ پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔

رافضی و شیعہ حضرات حدیث قرطاس سے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر دلیل قائم کرنا چاہتے۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام باطل دلائل کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بچارے قدم قدم پر بھٹو کر رہے کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی بے بنیاد باتوں سے باز نہیں آتے۔

ہرگز نہ ہوئے مغزِ سخن سے آگاہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

## کتاب موعظہ غدیر مصنفہ علامہ الحائری

رافضی اور شیعہ حضرات کے علامہ سید علی الحائری صاحب (جو ابھی



زندہ ہیں) نے ایک کتاب "موعظہ غدیر" لکھی ہے جو ۸۰ صفحات کی ہے۔ یہ کتاب صرف ایک ہی حدیث جو بمقام غدیر خم میں ارشاد فرمائی گئی تھی نقل کی گئی ہے۔ اور اس سے صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ہونے کا ناکام ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ تحریر کئے گئے ہیں۔

حدیث شریف جو خم غدیر میں ارشاد فرمائی گئی تھی اس کا انکار کسی مسلمان کو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حدیث پاک کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ جو میں نے اوپر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ چونکہ اس وقت علامہ الحائری صاحب زندہ موجود ہیں۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں انہی کی کتابوں سے سوالات پیش کروں گا۔ جن کا جواب علامہ حائری صاحب کے ذمہ ہوگا۔

**سوال نمبر ۱:** آپ نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھا ہے۔ کہ چنانچہ وفات رسول کے بعد کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی عہد نہیں بنایا۔ البتہ یہ کہہ کر کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اب چونکہ بیعت ہو چکی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ لوگوں نے نص خدا و رسول کو پس پشت ڈال دیا اور عہد و پیمان کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تھا۔ توڑ ڈالا۔ جس کے وہ جواب وہ قیامت کے روز ضرور ہوں گے۔ کیونکہ جبراً سازش کے ساتھ کسی چیز پر کسی کے قابض ہو جانے سے وہ چیز اس کے لئے

شرعاً مباح نہیں ہو سکتی۔ (موعظہ غدیر ص ۲۱-۲۲)

اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر غدیر خم میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بلا فصل فرمادیا تھا۔ تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کیوں کہا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ (جس کو میں نے حوالہ نمبر ۱ میں اوپر لکھ دیا ہے۔)

**سوال نمبر ۲:** اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ جو شخص حاکم امر مسلماناں ہو لازم ہے۔ کہ انصار نیکو کار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے؟ (جیسے اوپر حوالہ نمبر ۲ میں لکھا جا چکا ہے) کیوں نہ یہ وصیت اپنے ولی عہد ہی کو فرمادی؟

**سوال نمبر ۳:** اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے آخری وقت وصال میں یہ کیوں فرمایا کہ اے عم رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) میری وصیت کو قبول کر دو میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھے بری کر دو؟ (جیسے اوپر بیان ہو چکا) کیوں نہ یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے نہ فرمادی؟ کہ ہم نے تم کو بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔



سوال نمبر ۴ :- اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ تو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں سوال کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں؟ جبکہ علی المرتضیٰ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے تو سوال کرنے کا کیا فائدہ تھا؟  
(جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)

سوال نمبر ۵ :- اگر خم غدیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کا فیصلہ فرما دیا تھا۔ تو جب امر بن طفیل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ تو حضور علیہ السلام نے امر کو یہ جواب کیوں دیا تھا۔ کہ اس کا اختیار خدا کو ہے مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں؟ تو آپ کا جواب تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہوئے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ اس کو بھی اوپر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور یہ سب حوالے شیعہ حضرات کی کتابوں سے بیان کئے جا رہے ہیں۔ اس میں سنی کتب کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶ :- ① خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اول کے لئے ہوا وہ اہل سنت کے اجماع سے ہے۔ نہ کہ خدا کے حکم سے۔ کیونکہ خدا کا حکم تو اس بارہ میں ملا ہی نہیں۔ (شرح المواقف ص ۳۷)

② دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارہ میں۔ کاش میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ لیتا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تمام عمر افسوس کیوں کرتے رہے۔ (تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۳۲۹)

③ تیسرا صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں کسی کو اپنی جگہ خلیفہ نہ کروں تو جو مجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے بھی کسی کو خلیفہ نہیں کیا تھا۔

(کتاب آیات حکماء مصنف مشہور شیعہ عالم شہید امیر حسن صاحب مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ص ۳۱) یہ تین حوالے اسی کتاب میں موجود ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بمقام خم غدیر حضور علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما چکے تھے۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے بیانات کیوں دیئے؟ اور شیعہ عالم نے اپنی معتبر کتاب میں کیوں لکھے؟

سوال نمبر ۷ :- علامہ صاحب نے ”موعظ غدیر“ کتاب میں ایک حدیث شریف نقل کی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ کہ ایک روز صبح کو پیغمبر علیہ السلام و آلہ السلام نے ایک بڑا گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن مسعود ہم کو ہمارے انتقال کر جانے پر مطلع کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ بنا جائیں آپ نے فرمایا کس کو بناؤں؟ میں نے کہا ابو بکر کو (رضی اللہ عنہ) آپ خاموش ہو گئے۔



پھر آپ نے ایک گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا آپ نے ابن مسعود ہمارے انتقال کرنے پر ہم کو مطلع کیا گیا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کو آپ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر ایک ساعت کے بعد آپ نے ایک گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا مجھے اپنے انتقال کی خبر ملی ہے۔ میں نے کہا حضور آپ کسی کو خلیفہ بنا جائیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد کیا۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس سے بیعت کی تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریں گے۔

ناظرین کرام غور فرمائیے۔ علامہ صاحب کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچا؟ اس حدیث شریف سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوئی کہ اگر تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میرے بعد کر لی تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریں گے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خم غدیر میں آپ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا؟

اب علامہ حائری صاحب کے قلم سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ اگر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خم غدیر میں اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا ہوتا تو حضور علیہ السلام کو بار بار گہرے سانس

بھرنے کی کیوں ضرورت پڑتی؟ تو پھر عبد اللہ بن مسعود سے بار بار کیوں پوچھتے کہ کس کو خلیفہ کروں؟ اس حدیث شریف سے تو علامہ حائری صاحب کے تمام دلائل باطل ہو رہے ہیں۔ جو اس کتاب میں جا بجا تحریر کر چکے ہیں۔ سب پر پانی پھیر کر اس حدیث شریف نے سب دلائل کو باطل کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں واضح طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ارشاد فرما رہے ہیں کہ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ تو پھر کسی قسم کے سوال و جواب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور انور علیہ السلام صاف طور پر فرمادیتے کہ اے ابن مسعود ہم نے خم غدیر کے موقع پر اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ تو پھر بار بار گہرے سانس بھرنے کی کیا ضرورت پیش آ سکتی تھی؟ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بار بار یہ عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر فرمائیں؟ پس اسی ایک حدیث سے صاف اور واضح طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز کسی کو خلیفہ نہیں مقرر فرمایا۔ جب آپ نے کسی شخص کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا ہی نہیں۔ تو پھر علامہ حائری کو



یہ ۸۰ صفحات کی کتاب لکھنے سے کیا فائدہ ہوا؟ بلکہ علامہ صاحب کی یہ ساری محنت ہی ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث شریف لکھ کر خود ہی اپنے جال میں پھنس گئے۔ اور اپنے باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ اسی حدیث پاک سے جیسی صاحب کے بیانات جو اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ سب کے سب باطل ہو گئے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی صداقت نہ تھی۔ اور یہ سب کچھ میں رافضی شیعہ حضرات کی کتابوں سے من وعن نقل کر رہا ہوں۔

**سوال نمبر ۸ :-** امر خلافت خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستقل طور پر حکومت کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے ان کے فرائض میں ثبات بھی داخل تھی کہ خلفائے ثلاثہ نے اگر کوئی آئین دستور یا قانون اسلام کے خلاف بنا کر نافذ کیا تھا۔ تو اس کو بدل کر اسلام کے مطابق کر دیتے۔ اس اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ اور انصاف سے غور کیا جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا۔ بلکہ اسی طرح خلفائے ثلاثہ کے نظام کو قائم رکھا۔ اور ان کی کسی پالیسی کو نہیں بدلا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ اس امر پر بین ثبوت ہے۔ کہ وہ اپنے پیش رو خلفائے ثلاثہ کو برحق سمجھتے تھے اور ان کے فیصلوں کو بھی مبنی علی الحق سمجھتے تھے۔ ورنہ ان کے ہر نظام کو بدل دیتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ہی ناجائز تھی۔ تو جناب علی المرتضیٰ نے اپنے عہد خلافت میں ان کے ہی نظام و قانون وغیرہ کو کیوں بحال رکھا؟ کیوں نہ بدل دیا؟ جبکہ ان کی خلافت ہی ناجائز تھی؟

**سوال نمبر ۹ :-** آپ نے موضع غدیرہ ص ۳۳ پر لکھا ہے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کا حق فدک پیغمبر علیہ السلام کے فوت ہوتے ہی غصب کر لیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بیت الرسول یعنی فاطمہ الزہراء کے گھر کو پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی آگ سے جلا دیا۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حقوق منصوص من اللہ والرسول کو پامال کر دیا اور ان کے منصب خلافت کو غصب کر کے قابض ہو گئے۔ اگرچہ یہ سب الزامات غلط ہیں اور بہتان عظیم ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت ہمیں بھی نہیں ملتا۔ اگر یہ الزامات علامہ حائری کے نزدیک صحیح ہیں۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کیوں خاموش رہے۔ کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حق کے لئے کیوں جنگ کی؟ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں یزید پلید سے جنگ کی؟ اور سارا کنبہ شہید کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے؟ اگر کہو کہ شیر خدا ڈر گئے۔ تو شیر خدا کیسے ہوئے؟ بیٹا تو ۲۲ ہزار یزیدی فوج کے سامنے ڈر نہیں تو باپ شیر خدا کیسے ڈر گئے؟



سوال نمبر: ۱۔ آپ نے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قرآنوں کے جلا دینے پر ہاتھ صاف کیا۔ اور شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ جب امیر رضی اللہ عنہ کو برائے بیعت بلایا گیا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کروں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز قرآن ناطق یعنی جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر صحیح مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا حکم آنحضرت علیہ السلام قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمع آیات و سوره ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی ایہ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ مسایا ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے۔ اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ خشمناک اپنے حجرے طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ دیکھو گے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون جلد اول ص ۲۰۲-۲۰۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ تو علامہ حائری

فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان نے قرآن جلا دیئے۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ اس کتاب ”موعظہ غریہ“ میں کوئسے قرآن کی آیتیں نقل کر رہے ہیں؟ جب سب کے سب شیعہ و رافضی حضرات اس قرآن کو ہی نہیں مانتے۔ اور اصل قرآن علی المرتضیٰ کا جمع کردہ امام غائب حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور وہ کہیں غائب ہیں۔ اب شیعہ حضرات کے پاس کوئسا قرآن ہے۔ جس سے ان کی مسلمانی کا ثبوت ہو سکے اور علامہ حائری کوئسے قرآن کی آیتیں لکھ کر علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل کی نص پیش کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی آیت نص تو اُس قرآن میں ہوگی جس کو امام غائب لے کر کہیں غائب ہیں تو پھر جب شیعہ حضرات کے نزدیک یہ قرآن ہی مشکوک ہے۔ جیسے فقہ جعفریہ میں بھی قرآن کا مشکوک ہونا لکھا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ شیعہ و رافضی حضرات کوئسے قرآن کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ جبکہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب ہی نہیں؟ اور علامہ حائری صاحب کو بھی سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہیئے کہ آپ نے صاف لفظوں میں اقرار کیا۔ کہ حضرت عثمان نے قرآن جلانے پر ہاتھ صاف کیا۔ تو پھر آپ اسی قرآن جو حضرت عثمان غنی نے جمع کیا ہے اُسی قرآن کے حوالے پیش کر کے علی المرتضیٰ کے بلا فصل خلیفہ ہونے کا ثبوت کیوں پیش کر رہے ہیں؟ آپ کو تو اسی قرآن کا انتظار کرنا چاہیئے جو امام غائب کے پاس ہے جس میں خلیفہ بلا فصل علی المرتضیٰ



کی خلافت کی نص موجود ہو۔ اس موجودہ قرآن میں تو کوئی نص موجود نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ آپ خلیفہ بلا فصل تھے؟ اور یہی قرآن حق اور سچ ہے۔ جو زمانہ رسالت سے لے کر اب تک اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح نازل ہوا تھا۔

اب میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے صرف تین حوالے پیش کرتا ہوں۔ کہ اصل سچا قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ یہی قرآن ائمہ اہل بیعت رضی اللہ عنہم پڑھتے تھے اور یہی قرآن شریف ہمیشہ رہے گا۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے۔ تو اسی قرآن شریف کی اشاعت فرمائیں گے۔ باقی سب روایتیں خرافات ہیں جو رافضی قسم کے لوگوں کی منگرت روایتیں ہیں۔ اب سینے کتب شیعہ سے اسی قرآن کے ثبوت ہیں۔

حوالہ نمبر ۱:۔ شیخ صدوق کہ جو اجل علماء شیعہ سے ہیں۔ سالہ اعتقادات میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کے بارہ میں ہمارا اعتقاد یہ ہے۔ کہ بے شک جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا ہے۔ اُسی قدر ہے۔ جو درمیانِ دفتین کے ہے۔ اور وہ یہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں اور ہمارے نزدیک وَالْفُتٰی وَالْمُشْرِخِ ایک سورۃ ہے۔ اور لَا مُخْلَافَ وَالْمُتْرَکِّفِ ایک سورۃ ہے۔ جس نے ہماری طرف یہ نسبت کی کہ قرآن اس سے

زیادہ تھا وہ جھوٹا ہے۔ (شیعہ کی بڑی معتبر کتاب آیاتِ محکمات جلد دوم ص ۱۸۷ مصنفہ سید امیر حسن مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ)

حوالہ نمبر ۲:۔ سید مرتضیٰ جو اجل علماء اور مجتہد مذہب شیعہ کے ہیں۔ ان کا قول تفسیر مجمع البیان میں یہ ہے۔ ترجمہ:۔ یعنی علم قرآن کی صحت کا ایسا ہے۔ جیسا کہ شہروں اور بڑے بڑے حادثات و واقعات کا علم یا مشہور کتابوں یا عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ہے۔ جب اس کی نقل کی ضرورتیں زیادہ ہوئیں تو نہایت توجہ سے کام لیا گیا۔ اور حد سے زیادہ اُس کی نگرانی کی گئی۔ کیونکہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معجزہ اور جمیع علوم شرعی اور احکام دین کا ماخذ ہے۔ علماء اسلام نے اس کی حفاظت میں وہ کوشش کی کہ جو کچھ اختلاف اس کے اعراب قرأت و حروف و آیات میں تھا۔ اس کو نمیز کر دیا۔ پس باوجود اتنی توجہ اور سخت نگرانی کے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ قرآن میں تبدل و تغیر یا کمی ہو۔ (مجمع البیان ص ۱۸۷ طبع ایران بحوالہ کتب مذکورہ)

حوالہ نمبر ۳:۔ علامہ طبرسی فاضل موصوف کے اس قول کو بھی تاہیداً اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں درج کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ بہ تحقیق یہ قرآن عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجموعہ مؤلف اسی طرح تھا۔ جیسا اب ہے۔ اور استدلال کیا ہے کہ اس قرآن کا درس ہوتا تھا۔ اور یہ حفظ کیا جاتا تھا اور یہ قرآن سمع اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا جاتا تھا۔ اور ایک جماعت صحابہ نے مثل حضرت عبداللہ بن مسعود و ابی کعب (رضی اللہ عنہما)



نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے کئی ختم کئے۔ پس ان وجوہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجموعہ مرتب تھا نہ کہ منتشر اور پراگندہ۔ (کتاب مذکور ص ۱۸)

ناظرین کرام۔ یہ تین حوالے میں نے شیعوہ علماء کی معتبر کتاب سے نقل کئے ہیں۔ اور میں نے یہ دس سوالات علامہ حائمی کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ آپ برائے مہربانی جواب عطا فرما کر مشکور ہونے کا موقع عطا فرمائیں۔ اگر جواب نہ دے سکیں تو حق کو قبول فرما کر صحابہ کرام کی بدگوئی سے باز آجائیں اور اپنا نامہ سیاہ نہ کریں۔

## رافضی علماء کا علی المرتضیٰ پر بہتان عظیم

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ رافضی علماء نے جناب علی المرتضیٰ پر کیسے کیسے الزامات لگا کر شان الوہیت تک پہنچا دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت والنار ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں اول آدم ہوں۔ میں اول نوح ہوں۔ میں تبار

کی آیت ہوں۔ میں اسرار حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں مستنزل کرہنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لئے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جس کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قروں سے مردوں کو نکالنے (زندہ) کرنے والا ہوں۔ میں یوم المنصور کا مالک ہوں۔ (توبہ استغفر اللہ) میں نوح (علیہ السلام) کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں ایوب (علیہ السلام) بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا عصید ہوں۔ ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے (استغفر اللہ) میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں (معاذ اللہ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ) لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(رافضی عالم کی معتبر کتاب علماء اعیون اردو جلد دوم ص ۶۱)



**ناظرین حضرات:-** میں اب رافضی علماء سے پوچھتا ہوں کہ باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے شیر خدا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے خلفائے ثلاثہ نے خلافت کو کیسے غصب کر لیا؟ جب کہ وہ معاذ اللہ منافق تھے؟ حالانکہ یہ تمام صفات خداوندی ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان میں رافضی عالم نے لکھی ہیں۔ ہرگز حضرت مرتضیٰ نے اپنے شان میں کبھی بھی ایسے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ یہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ پر بہتان عظیم ہے۔ یہ رافضی علماء کی تمام باتیں منگھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ اور سفید جھوٹ اور افتراء عظیم ہے۔ ہرگز ہرگز مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی شان میں ایسے الفاظ کبھی بھی استعمال نہیں کئے کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ کی شان ہے۔ بندے کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ یہ ظالم رافضی علماء کا سفید جھوٹ ہے۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ یہی خبر آج سے چودہ سو سال پہلے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادی تھی کہ میرے بعد ایک رافضی فرقہ ظاہر ہوگا۔ جو علی المرتضیٰ میں وہ چیز بڑھادے گا جو نہیں ہے۔ اور دوسرے صحابہ کو تبراکرے گا۔ جس کا تفصیل کے ساتھ حصہ اول میں بیان کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام ایک اور عقیدہ عجیب و غریب رافضی لوگوں کا رافضی علماء کے قلم سے نقل کرتا ہوں جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ رافضی لوگوں کا مذہب بے بنیاد الف لیلے کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی

داستانوں سے کچھ کم نہیں۔ ذرا ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایسا مذہب رافضی لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ کہ جس کا ثبوت نہ قرآن و حدیث شریف میں مل سکے۔ نہ فقہائے اقوال سے ہی مل سکے۔ لہذا یہ رافضی مذہب باطل ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے جب کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب ہدایت کے لئے ہے ہی نہیں۔ موجودہ اصل قرآن کو رافضی علماء مشکوک بتاتے ہیں۔ ان کا قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ پھر ان لوگوں کی مسلمانی کا کیا ثبوت رہ گیا؟ پہلے اپنے آپ کو مسلمان ثابت تو کریں؟ پھر خلافت کی طرف آئیں۔

## قیامت سے پہلے رجعت

امام مہدی علیہ السلام کے عہد ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مؤمنین حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ طاہرین بعض انبیاء سلف برائے اظہار حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔ اس میں ظالموں کو ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا امام حسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا۔



اور دشمنانِ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت میں عذابِ اکبر سے پہلے رجعت میں عذابِ اولیٰ کا مزا چکھا یا جائے گا۔ شیطان سرورِ کائنات کے ہاتھوں سے نہرِ فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔ آئمہ طاہرین ہر عہدِ حکومت میں اچھے بُرے زندہ کئے جائیں گے۔

(شیعہ کی کتاب چودہ سارے ص ۶۱)

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان جو کافی عرصہ شیعہ رہ چکے ہیں پھر اس سے توبہ کر کے اہل سنت میں داخل ہوئے۔ اپنی کتاب "آیاتِ بینات" میں مسئلہ رجعت کو اس طرح لکھتے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحبِ زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے۔ اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی۔ حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفائے ثلاثہ قروں سے نکالے جائیں گے۔ اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت غصب کی۔ دوسری جانب سے حضرت فاطمہ مدنی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا۔ محسن کو شہید کیا بارخِ فدک کو چھینا غرضیکہ بعد ثبوتِ کاملِ بیگم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے لٹکائے جائیں اور ان کو پھانسی دی جاوے۔ اس کے بعد نواب صاحب لکھتے ہیں کہ کیا کہا جائے ایسی خرافات و اہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان کے نزدیک اس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا۔ اور تب ان کی ذلتِ کامل ہو کر

لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا۔ اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقائدِ خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

(آیاتِ بینات حصہ دوم ص ۳۵)

ناظرینِ حضرات توجہ فرمائیں۔ رافضی لوگوں نے کیسے کیسے عجیب و غریب مسائل بیان کئے ہیں جن کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں رافضی علماء نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ رسولِ پاک سے شرم کرتے نہ اماموں سے حیا کرتے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے۔ تو کسی صحیح حدیث ہی سے ثبوت پیش کریں۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ نے رجعت میں اصحاب ثلاثہ کو دوبارہ زندہ کر کے ان کو سزا دے کر بدلہ لینا تھا۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا نے خود ان کی زندگی میں کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اور کیوں نہ خلفائے ثلاثہ کو ان کی زندگی ہی میں سزا دے کر ان سے بدلہ لے لیا؟ کیا امام مہدی رضی اللہ عنہ کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقت ہوگی؟ اگر کہو کہ شیرِ خدا ڈر گئے تھے۔ تو شیرِ خدا کیسے ہوئے؟ آپ کا بیٹا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو یزیدی فوج جو بائیس ہزار تھی اس سے نہیں ڈرے۔ تو شیرِ خدا کیسے ڈر سکتے تھے۔ شیرِ خدا کی طاقت بھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پھر اس قدر طاقت و قدرت رکھتے ہوئے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا



شاید شیعہ حضرات میں سے کسی صاحب کو یہ خیال پیدا ہو کہ ہم کو بار بار کتاب کے دونوں حصوں میں رافضی لقب سے کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ حدیث شریف میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں کو رافضی لقب دیا گیا ہے۔ لیکن میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے رافضی لقب کو ثابت کرتا ہوں۔ تاکہ شیعہ حضرات میں کسی کو بھی اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

## حضرت امام حسن عسکری کی تعریف میں

### خلیفہ کے وزیر کا بیان

بیٹے نے باپ سے کہا: ارچو خلیفہ کا وزیر غفلت سے پردہ کون جوان تھا جس کی آپ نے اس روز اس قدر تعظیم و تکریم کر کے اپنی جان اور اپنے ماں باپ کی جان ان پر فدا کی۔ یہ سن کر میرے باپ نے کہا: اے فرزند وہ جوان رافضیوں کا امام ہے۔ یہ کہہ کر کچھ سکوت کیا اور کہا اے فرزند اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے۔ اس شخص کے سوا دوسرا شخص مستحق خلافت نہیں ہے۔ اس لئے وہ بسبب زہد و عبادت و فضل و کمال عفت نفس و شرافت نسب علوی حسب و جمیع صفات کمالیہ سزاوار خلافت ہیں۔ اے فرزند اگر تو ان کے باپ کو دیکھنا تو تجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیسے شرف و جلالت فضل و کمال میں بے مثال تھے ان باتوں سے

مجھے غصہ آیا جبریت و تفکر مجھے زیادہ ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ لوگوں سے تفحص حالات کرتا تھا۔ مگر درزا و امیر و سادات و اشراف سے سب میں ان کی تو صیغہ فضل و جلالت و علم و بزرگواری سناتا تھا۔ اور سب ان کو بنی ہاشم پر مقدم رکھتے تھے اور فضیلت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ امام رافضیوں کے ہیں (جلال العیون اردو جلد دوم ص ۲۶۱) اب شیعہ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رافضی لقب سے ناراض ہو کر مجھ پر کسی قسم کا اعتراض کرے۔ بلکہ ان کو رافضی لقب مبارک ہو۔ اور مبارک ہو۔

خلفائے ثلاثہ کو تبرک کرنے والو رافضیو۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر بھی تو دیکھو تم نے اہل بیت سے کیسے ظلم کئے ہیں۔ حالانکہ تم اہل بیت کہلاتے ہو۔ غور کرو تمہاری ہی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

## امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضیوں کا سلوک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضی اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو



معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل اپنے پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا کر دیا۔ اور اسباب امام حسن رضی اللہ عنہ کا ٹوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جلے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رواء دوش مبارک تٹا لی۔  
(شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو ص ۷)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بخدا سو گند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا لادہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہدوں۔ اور خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں ایمن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں بخدا سو گند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔

اور اسی کتاب میں لکھا ہے۔ شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک (سوار آیا کہ اے سفیان بن لیث کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومنان) ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے

ان کے خلیفہ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے ہیں۔ ان کو اور ان کے قبیلہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ اور بلوا کر کے ان پر ٹوٹ پڑے۔ مال لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ یہ کرتوت شیعہ لوگوں کی ہے۔

## قاتلانِ امام حسین شیعہ ہی تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ لوگوں نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام رضی اللہ عنہ کو منگوا یا۔ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو معہ خورد سال بچوں کے شہید کیا۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی شیعہ لوگوں نے بے دردی سے شہید کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۳۵۸ جلد اول میں تصریح ہے۔

پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔



## امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ بتقام کوفہ

امام زین العابدین نے فرمایا: اَیُّهَا النَّاسُ میں تم کو قسم خدا کی دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو۔ کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا۔ اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ (جلاء العیون جلد دوم ص ۲۱۴)

## چند خطوط کے مختصر حوالے

جلاء العیون صفحہ نمبر ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ پر موجود ہے۔

- (۱) حبیب ابن مظاہر از جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔
  - (۲) یہ عریضہ شیعہوں اور ذریعوں و مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائے والسلام۔
  - (۳) پھر امام صاحب نے بھی ان کی طرف خط میں لکھا۔ یہ خط حسین بن علی کا شیعہوں مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔
- اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ خط لکھنے والے شیعہ ہی تھے اور آپ کو شہید کرنے والے بھی شیعہ ہی تھے۔

جب حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی۔ تو فرمایا حضرت امام نے کہ ہمارے شیعہوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے۔ کوئی ہرج نہیں۔ پس ایک گروہ جو بطبع مال غنیمت و راحت و عزت دنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے۔ ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے۔ اور اہل بیت و خویشان آنحضرت اور ایک جماعت از روئے ایمان و یقین رفیق حضرت تھے۔ باقی رہ گئے۔ (جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۱۴)

آپ کے اس ارشاد سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو اور آپ کے کنبہ کو شہید کرنے والے صرف شیعہ ہی تھے۔

ناظرین حضرات میں نے رافضی و شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔ اور قاتلان امام حسین بھی شیعہ ہی تھے۔ اب میں خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا تھوڑا سا حال معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ جن کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزا مل چکی تھی اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہو گی۔ جو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ اور بعض رافضی نائب بھی ہو گئے تھے۔



## خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا انجام

حوالہ نمبر ۱: حلب کے رافضیوں کی چالیس آدمیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ آئی بہت سا مال ان کے ساتھ تھا کہ خادم روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاکم مدینہ کو پہنچائیں تاکہ وہ شیخین کے (جسم مبارک) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال کر لے جائیں پھر خود حاکم مدینہ کے پاس گئے کہ وہ خادم کو حکم دے کہ ہم رات کسی وقت مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو وہ مانع نہ ہو۔ حاکم نے مال لے کر اجازت دے دی کہ قبریں کھود کر نکال لے جائیں۔ خادم بڑا فکر مند ہوا رات گئے وہ گیتی پہنچے کہ مسجد میں داخل ہوئے۔ اور زمین ان سب کو نکل گئی۔ اور حاکم مدینہ جذام میں مبتلا ہوا۔ اس کے اعضاء کٹ کٹ کر گرے لگے۔ اور نہایت ذلت کی موت مرا۔ اس مقام پر ایک سیاہ پتھر سارے فرش سے الگ نظر آتا ہے۔ جہاں وہ چالیس رافضی زمین میں غرق ہو گئے تھے۔ (جذب القلوب مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ تحذیر المسلمین عن کبد الکاذبین ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶)

حوالہ نمبر ۲: ان چالیس آدمیوں کو اندر بھیج کر ان کے ساتھی جو باہر کھڑے تھے۔ خادم کا شور سن کر خادم کو قابو کرنے کا جیلہ سوچنے لگے۔ آخر اسے ایک دیران مکان میں لے گئے اور اس کی زبان کاٹ دی۔

اور اس کا منہ کیا وہ روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا صبح اٹھا تو تمام اعضاء درست تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دو دفعہ یہی جیلہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح شفقت فرمائی اور صحیح سلامت اٹھا۔ (عند التحقيق ص ۲۲۵ مصنفہ علامہ ابراہیم عبیدی مالکی بحوالہ کتاب مذکور ص ۲) حوالہ نمبر ۳: ایک عارف کامل عمر بن مبارک حج کے لئے آئے۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور مدح شیخین میں دردناک شعر پڑھے۔ ان اشعار میں شیخین کی اسلامی خدمات کا ذکر تھا۔ جب مسجد سے باہر آئے تو ایک شخص انہیں بلا کر گھر لے گیا اندر گئے تو دروازہ بند کیا اور ان کی زبان کاٹ دی۔ وہ ٹکڑا ان کے ہاتھ میں دے کر گھر سے نکال دیا۔ وہ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ رات جب سو گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع شیخین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کاٹا ہوا ٹکڑا اس سے لے لیا اور زبان کے ساتھ لگا دیا۔ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ٹکڑا غائب ہے۔ اور زبان بالکل درست ہے۔ دوسرے سال پھر یہی قصہ دہرایا۔ جب قصیدہ پڑھ چکے تو ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔ اور گھر لے لیا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہی گزشتہ سال والا مکان ہے۔ خیر اندر گئے اور کھانا کھایا۔



پھر وہ آدمی انہیں ایک اور کمرے میں لے گیا دیکھا کہ ستون سے ایک بندر بندھا ہے۔ میزبان نے کہا۔ یہ میرا والد ہے۔ یہ شیعہ تھا گذشتہ برس اس نے آپ کی زبان کاٹی تھی۔ رات چنکا بھلا سویا صبح دیکھا تو اس کی شکل بندر کی تھی۔ میں نے یہاں باندھ دیا۔ باہر نکلا تو رسوائی ہو گئی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر شیعہ مذہب سے توبہ کر لی ہے۔ اب آپ اس کے لئے دعا فرمائیں۔

(جامع کرامت اولیاء اللہ ص ۳۳ جلد ۲ بحوالہ تحذیر الملیین ص ۲۰۷-۲۰۸)

حوالہ نمبر ۴۴۔ ایک مرد صالح با ارادہ حج روانہ ہوا۔ اس کا بغداد میں گزر ہوا۔ بغداد کے ایک زاہد کے پاس اس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا اس نے اس شخص سے کہا کہ جب مدینہ میں پہنچا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ فلاں زاہد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اور کہہ دے کہ اگر آپ کے پہلو میں دونوں سونے والے (ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا۔ جب وہ شخص مدینہ پہنچا اس نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے ہمراہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اپنا پیغام پہنچا۔ میں نے پیغام کہہ دیا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس شخص کو حاضر کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی

گردن مار دو۔ چنانچہ آپ نے گردن مار دی۔ اس کے خون کے تین نقطے اڑ کر میرے کپڑے پر بھی آ پڑے۔ میں گھبرا کر جاگا۔ تو وہ نقطے میں نے اپنے کپڑوں پر پائے۔ جب میں بغداد واپس آیا۔ تو ایک جوان مجھے اسی شخص کے مشابہ ملا۔ میں نے اس سے اس شخص کا حال دریافت کیا۔ وہ بولا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا ہم سب کے بیچ میں سے کوئی اُسے اڑا کر لے گیا۔ پھر اس کا پتہ نہیں لگا۔ میں نے اس کو سارا ماجرا سنایا وہ رویا اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اس نے میرے حوالہ کیا۔

(نہایت المجالس دوم ص ۳۸۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے پوچھا تیرا حبیب کون ہے اس نے کہا بے نمازی پھر پوچھا تجھے سب سے زیادہ عزیز آدمی کون ہے۔ اس نے کہا جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتا ہو۔ (نہایت المجالس دوم ص ۳۸۲)

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے۔ اس نے کہا ایسی قوم میں جن پر خدا کا غضب ہے کیونکہ میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنا ان کے نزدیک اچھا بنا دیا ہے۔

ایک جنیہ عورت حاضر ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی پھر کچھ دنوں تک لاپتہ رہی۔ پھر پتہ چلا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم



نے اس کے غائب رہنے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا میں اپنے گھر والوں کو کوہ قاف پر دیکھنے گئی تھی۔ وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی میں نے دو شخص دیکھے ایک کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت پر وفات دے دوسرا کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے اس آگ کے عذاب سے بچائیے جس سے آپ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں کو عذاب دیں گے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص خضر (علیہ السلام) تھے اور دوسرا ابلیس تھا۔ (نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۵)

حوالہ نمبر ۵ :- ایک شخص لکڑیاں چٹتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شمس و قمر سے بھی زیادہ بیش بہا ہیں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی نیکیوں کے برابر درود بھیجئے اس سے رافضیوں کی ایک جماعت نے کہا کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے اس نے کہا ہاں وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور اس کے ہاتھ پر کاٹ کر ایک مقام میں شب کو لے جا کر ڈال دیا۔ جوان سے دور تھا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے ہاتھ پر لے کر جہاں تھے وہیں لگا دیئے خدا نے اس کے ہاتھ پر جیسے تھے ویسے ہی بنا دیئے۔ وہ پھر آکر لکڑیاں چٹنے لگا۔ ان رافضیوں نے دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے پھر اس سے کہنے لگے کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں

اسے پھر اپنے مکان میں لے گئے۔ اس سے ماجرا دریافت کیا۔ اس نے بیان کر دیا۔ اس پر وہ لوگ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے سے تائب ہو گئے (نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۵)

**حق فدک غضب کرنے کا الزام :-** علامہ حائری موعظ غدیہ کتاب کے صفحہ

نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جناب سیدہ (رضی اللہ عنہا) کا حق فدک پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی غضب کر لیا۔ خیر یہ تو تمام دنیا کے رافضی یہی رونا رو رہے ہیں۔ ایک علامہ حائری پر یہ کیا منحرف ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا افتراء ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جس کا تمام روئے زمین کے رافضی و شیعہ لوگوں کے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور دعویٰ بغیر دلیل کے باطل ہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن کا جواب آج تک کوئی بھی رافضی علماء میں سے نہیں دے سکا۔ لیکن میں رافضی و شیعہ علماء سے صرف ایک ہی ایسا سوال کروں گا۔ جس کا جواب قیامت کی صبح تک کوئی رافضی یا شیعہ علماء نہیں دے سکے گا۔ ہوا ہذا۔

اگر رافضی و شیعہ علماء کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق فدک غضب کر لیا تھا۔ تو جب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر



جلوہ افروز تھے۔ تو انہوں نے اپنے عہد خلافت میں کیوں نہ فدک  
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر تقسیم کر دیا؟ حضرت علی المرتضیٰ کو  
کوئی طاقت روکنے والی تھی؟

پس ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت  
میں باغ فدک کے متعلق خلفائے ثلاثہ کا فیصلہ بحال رکھا۔ کیونکہ  
فدک کے متعلق جناب امیر رضی اللہ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ خلفائے  
ثلاثہ کا فیصلہ قرآن و حدیث شریف کے عین مطابق ہے۔ اسی وجہ  
سے اس میں تغیر و تبدل محال تھا۔ تو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے  
اپنے طرز عمل سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی  
تصدیق فرمادی۔ تو اب رافضی حضرات کو چودہ سو سال بعد داویلا  
کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ جو خدا تعالیٰ کو منظور تھا وہ تو صدیوں  
پہلے ہو چکا تھا۔

{ محمد اسماعیل نقشبندی  
{ ماہ محرم الحرام شریف ۱۴۰۹ھ }

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی  
اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ



ما تم کے ناجائز ہونے کا ثبوت

شیعہ کتب سے

بحواب شیعہ مفقٹ

(ثبوت ماتم)

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ رحمۃ اللہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَحْمِلُهَا وَنَضَّيْنِيْ عَنْهَا رَسُوْلًا لِّكَرِيْمٍ

ناظرین کرام - توبہ فرمائیے اس سال ماہ محرم سے پہلے شیعہ حضرات کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع ہوا جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے - "شیعہ سنی بھائی بھائی" اور سرخی (ثبوت ماتم) پھر صفحہ ۲ پر سرخی "ماتم پر کئے گئے اعتراضات اور اُن کا جواب"

اعترض نمبر ۱ :- رسول خدا نے اپنی وفات حسرت آیات پر حضرت فاطمہؑ کو ماتم و نوحہ کرنے سے منع فرمایا - (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۸۸) اگر ماتم و نوحہ جائز ہے تو پھر حضور نے منع کیوں فرمایا ؟ پمفلٹ صفحہ ۲ - شیعہ کی طرف سے جواب جواب :- مذکورہ روایت ضعیف ہے - لہذا ضعیف روایت سے ماتم کو برگزہ ناجائز ثابت نہیں کیا جاسکتا + ناظرین کرام غور فرمائیں - ماتم کے ناجائز ہونے پر جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے - یہ کتاب شیعہ حضرات کی سے اہلسنت کی نہیں تعجب ہے کہ شیعہ حضرات اپنی مستند کتاب کا حوالہ بھی نہیں مانتے - لیجئے میں شیعہ حضرات کی دوسری کتاب جلال الیون اردو اسے حوالہ نقل کرتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے + یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آضری وصیت ہے جو بوقت وصال آپ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمائی -

۱ - اے فاطمہؑ واقع ہو کہ پیغمبر کے مرنے میں گریبان چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نہ نوچنے چاہئیں اور واویلا نہ کہنا چاہیے اور وہ کہنا چاہیے جو تیرے باپ نے

ابراہیم کے مرنے پر کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد مند ہے - اور میں وہ نہیں کہتا کہ موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں + (جلال الیون حصہ اول اردو ص ۱۱)

۲ - اب اسی کتاب سے ایک حوالہ اور نقل کرتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے - ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے - کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا - اے فاطمہؑ جب میں انتقال کر جاؤں - اس وقت تو اپنے بال میری منافقت میں نہ نوچا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا - (جلال الیون ص ۱۲ جلد اول)

شیعہ حضرات غور کریں - اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کے بعد جزع فزع مت کرنا - گریبان چاک نہ کرنا - اور نہ واویلا کرنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا -

اعترض نمبر ۲ کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ شہید بیشک زندہ ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے مگر باوجود اس زندگی کے شریعت اسلامیہ کے بعض عقائد شہید کے متعلق وہی ہیں جو مردہ کے لئے ہوتے ہیں - مثلاً تدفین یا در نہ کے متعلق احکامات - نیز شہید کی بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت وغیرہ وغیرہ -

اس آپ کی ماری تحریر کا مکمل جواب قرآن شریف سے لکھتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے فقط ترجمہ لکھتا ہوں - اور خوشخبری دیکھئے صبر کرنے والوں کو وہ لوگ کہ پہنچتی ہے ان کو مصیبت - کہتے ہیں - تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور تحقیق ہم طرف اس



کے پھر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ اوپر ان کے ہے درود پر درگاہ ان کے سے اور رحمت  
یہ لوگ وہی ہیں راہ پانے والے۔ قرآن شریف تو مصیبت کے وقت صبر کرنے کا  
حکم دے رہا ہے۔ کسی جگہ بھی جزع فزع کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور صاف صاف  
اعلان فرما رہا ہے۔ کہ شہید زندہ ہے مردہ مت کہو ان لوگوں کو۔ جو خدا کے  
رہنمائی میں قتل ہو جائیں بلکہ ان لوگوں کو دل میں بھی مردہ گمان نہ کرو۔ وہ زندہ ہیں اور  
روزی دیئے جاتے ہیں اگر آپ سید الشہداء حضرت امام عالی مقام کو بھی زندہ نہیں مانتے  
مردہ ہی تصور کرتے ہیں جیسے آپ نے لکھا ہے کہ بعض احکام شہید کیلئے بھی  
وہی ہیں جو مردہ کے لئے ہوتے ہیں معاذ اللہ۔ کیا آپ قرآن شریف سے ثابت  
کر سکتے ہیں کہ شہید کا ماتم کرنے کا حکم دیا گیا ہو؟ زیادہ نہیں تو ایک آیت ہی قرآن  
شریف کی دکھا دیجئے جس سے ثابت ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے شہید کا ماتم کرنے کا  
صاف صاف حکم فرما دیا ہے۔ انشاء اللہ قیامت کی صبح تک نہیں دکھا سکیں گے +  
ہاں ایک بات ماتم کے ثبوت میں لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کی زوجہ محترمہ کو جب بشارت فرزند کی دی گئی تو انہوں نے منہ پر ہاتھ رسید کیا۔  
اس سے پتے پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ عجیب مضحکہ خیز دلیل ہے۔ ان عقلمندوں  
سے کوئی پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں  
یا ماتم؟ لہذا یہ دلیل باطل ہے۔ حضرت بی بی سارہ رضی اللہ عنہا نے تو تعجب سے  
منہ پر ہاتھ مارا کہ میں تو بوڑھی بائچھ ہو چکی ہوں۔ میرے لڑکا کیسے پیدا ہو گا؟۔  
خدا جانے شیعہ حضرات نے اس کو ماتم کی دلیل کیسے بنالیا؟۔ خدا ان حضرات کو  
ہدایت عطا فرمائے اور صحیح کلمہ عطا فرمائے۔

اعتراض نمبر ۳۔ شیعہ لوگ ہی قاتلان سادات تھے اور امام کی بددعا کا نتیجہ  
ہے کہ روپیٹ ہے ہیں اور اب اپنے بزرگوں کے کئے ہوئے افعال کی توبہ کرتے  
ہیں۔ نیز سب سے پہلے ماتم یزید کے گھر میں برپا ہوا تھا۔ شیعہ کی طرف سے جواب  
”یہ الزام محض ہے کہ شیعہ لوگ ہی قاتلان سادات تھے حضرت امام حسین  
کو اور ان کے ساتھیوں کو جس کسی نے بھی شہید کیا یا جس کسی کا شہید کرنے میں  
ہاتھ ہے۔ ہم ان سب پر صبح و شام گھڑی گھڑی کھری کھری تری تری لعنت  
بیشمار لعنت کرتے ہیں۔ جب شیعان حیدر کو مارا مظلوم کر بلا کے قاتل نہیں ہیں۔  
بلکہ ان کے پیروکار ہیں۔ تو پھر بددعا والا ڈھکوسلا چہ معنی؟ یہ بھی غلط ہے  
کہ ماتم سب سے پہلے یزید کے گھر میں ہوا۔ بلکہ سب سے پہلے حسین رضی اللہ  
عنہ کا ماتم آپ کی عمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کیا۔ فرض کر دے سب سے  
پہلے ماتم یزید کے گھر میں ہوا۔ تو اس سے ماتم ناجائز کیونکر ہو گیا؟ جب کہ یزید  
کی ڈاڑھی بھی تھی اور غاڑ بھی پڑھتا تھا۔ کیا اب ہم کو ڈاڑھی نہیں رکھنی چاہیے  
اور غاڑ بھی ترک کر دینی چاہیے؟ اللہ تعالیٰ صحیح کلمہ عطا فرمائے (شیعہ پبلش)  
اس کا جواب بھی شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے  
اور انصاف کیجئے۔ شیعہ کتب سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور ص ۲۵ میں لکھا ہے +

ترجمہ :- جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسین کی ہجرت  
مکہ کا حال معلوم ہوا۔ تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔  
اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن دال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد



دوڑتے ہوئے مکہ منظمہ دہلی رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہا کہ ایک دن میں چھ سو خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے اور بالآخر ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ اب ایک خط کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔ شیعہ کی مستند کتاب جلال العیون جلد ۱ ص ۱۸۸ میں ایک خط شیعان کوفہ کا بریں مضمون مسطور ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ سلمان بن حر و خراعی مسیب بن نجبه اور رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر از جمیع شیعان مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخیرت امام حسین بن علی بن ابی طالب آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمتہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہے حمد کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے ایک خط کا مضمون اور نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- یہ عرضہ شیعوں اور ذر دیوں و مخلصوں کی طرف سے بخیرت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور موافقوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردان ولایت منتظر قدم مہینت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں البتہ بتعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۱۸۹)

### امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- یہ خط حسین بن علی کا مومنوں و مسلمانوں شیعان اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد۔ قاصدوں اور بیشمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے

خط مانی اور سید کے ہاتھ بھیجا مجھے پونچھا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم سب خطوں میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ بہت جلدی تشریف لائیے خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و سپہ عمل محمد بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بہ مشورہ عقلا و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اسی وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام وہی ہے جو درمیان مردم کتاب خدا حکم اور قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدمہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۱۹۰) و سلام حسین بن علی بن ابی طالب

ان تمام خط و کتابت سے واضح ہوتا ہے کہ شیعان کوفہ کس منت و سماجت سے ارادہ مند تھے اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام صاحب کو بلوایا اور ان ہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا۔ اپنی کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔ "پس بین ہزار مردم عراقی نے امام حسین سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور بیعت کئے حسین ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسین کو شہید کیا۔" کیوں جناب اب بتائیے یہ لوگ آپ کو شہید کرنے والے کون تھے شیعہ تھے یا کوئی اور ؟ (جلال العیون اردو جلد اول ص ۳۵۸)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ امام نے شیعان کوفہ کو میدان کر بلا میں کہا۔ "اے بے دنیایان جفا کاران خدا تم پر دوائے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مدد کو مجھے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور تمہاری نصرت و ہدایت



کرنے کو آیا۔ اس وقت تم نے شمشیر کسبہ مجھ پر کھینچی اور اپنے دشمنوں کی تم نے یاری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست برداری کر کے دشمنوں سے مل گئے۔ آگے امام صاحب فرماتے ہیں اور میری جانب سے کوئی برائی تمہاری نسبت صادر نہیں ہوئی اور کوئی برائی مجھ سے تم کو نہیں پہنچی + اور سنئے بروایت دیگر امام حسینؑ نے درمیان لشکر مخالف آواز دی کہ اے خبیث بن ربیع اے جواز بن الحرا۔ اے قیس بن اشعث۔ اے یزید بن عمارت کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے کہ میوہ جات تیار ہو گئے اور صحرا سرسبز ہو گیا اور لشکر ہائے دوستانہ بار مہیا ہو گئے۔ بہت جلد آپ تشریف لائیے کہ ہم سب آپ کی نصرت دیاری کریں (جلال العیون جلد ۲ ص ۲۳)

بتائیے جناب یہ کون لوگ تھے؟ جن کو امام عالی مقام نام بنام خطاب فرما رہے ہیں یہ وہ لوگ شیعہ تھے جنہوں نے خطوط لکھے تھے اب آپ کو شہید کرنے کیلئے میدان کر بلا میں جمع ہو گئے تھے اور سنئے خطبہ حضرت امام زین العابدین۔ مقام کوفہ امام زین العابدین نے فرمایا۔ ایہا الناس۔ میں تم کو قسم خدا کی دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے محبت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۲۴)

اب جناب خود انصاف فرمائیں کہ آپ کو شہید کرنے والے کون تھے؟ میں نے آپ کی کتابوں سے یہ حوالے من و عن نقل کر دیئے ہیں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

اب آپ نے یہ جو لکھا کہ برد عا دالا ڈھکوسلا چر معنی؟ لیجئے یہ بھی آپ کی کتاب سے

نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔ حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ کا رونا پٹنا دیکھا۔ تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ تم ہم پر گریہ ڈال کر تے ہو حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے پر ہے واللہ لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ یعنی اللہ کی قسم روتے پھرتے بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۲۵)

کیوں جناب غلام عباس صاحب یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی برد عا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ ڈھکوسلا ہے؟ خدا آپ کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

اب آپ نے جو یہ لکھا کہ یہ بھی غلط ہے کہ ماتم سب سے پہلے یزید کے گھر میں ہوا۔ اگرچہ پھر ان بھی گئے کہ فرض کرو کہ سب سے پہلے ماتم یزید کے گھر میں ہوا لیجئے یہ بھی آپ کی کتاب سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو + اخبار ماتم کتاب میں لکھا ہے ترجمہ :- جب اہل بیت یزید کے گھر لائے گئے بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور اہل بیت کے لئے حکم کیا کہ میرے گھر داخل نہ جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں + نوسفیان کی تمام عورتیں چھینے لگیں اور امام حسینؑ پر نوحہ شروع کر دیا ہندہ زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی۔ اے یزید جگر گوشت فاطمہ (حسین) کا سر مبارک نینے پر تانا ہوا میرے گھر کے دروازے پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا اور اس کو کپڑوں سے ڈھانکا اور کہا ہاں تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر تار پھینکو اور تین دن صف ماتم پھمائے رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے روئے بیٹھے لگے۔ تو حضرت زینبؑ ہمیشہ امام حسینؑ نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے بھائی کا ماتم ہے۔ بنی بنی صاحبہ نے کہا۔ چپ کرو گھر بال چپ کرانے گئے اور



شور بند ہوا۔ تو آپ فصیح و بلیغ خطیب پڑھنے لگیں۔ (اخبارِ اتم ۹۶ ص ۹۶) جس میں یہ بردعا کی گئی جو اوپر درج ہو چکی۔ یہ تو جناب سب کچھ آپ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے جو نقل کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کا کیا قصور ہے؟  
شیعہ حضرات کو سوچنا چاہیے کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پہلا ماتمی شخص کون ہے۔ اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی اور جب شیعہ کی معتبر کتاب میں تصریح موجود ہے کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید ہے تو ان کو شرم آنی چاہیے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں؟ انہیں اس کی تعریف کرتے ہیں کہ یزید کی داڑھی بھی نفی اور غار بھی پڑھتا تھا لاجول دلاؤۃ الابائہ باقی رہا داڑھی کا معاملہ اس پر مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں خود ہی اپنی شکلوں کو آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر ملاحظہ فرمائیں کہ آپ میں سے کتنے حضرات کا اس پر شیعہ مقلد ص ۳ کی سرخی اثبات ماتم

اس میں غلام عباس صاحب نے ماتم کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں کے حوالے نقل کرنے کی تکلیف کی ہے لیکن اس سے شیعہ حضرات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اہل سنت ماتم کے قائل ہی نہیں ہیں اس لئے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف ماتم کے سخت خلاف ہیں کیونکہ قرآن و حدیث مصیبت کے وقت صبر کا حکم دیتے ہیں۔ جب ہم ماتم کے قائل ہی نہیں ہیں تو ہماری کتابوں کے حوالے لکھنے چہ معنی دارد۔ ہم اپنی کتابوں کو جیسا سمجھ سکتے ہیں ویسا دوسرا کب سمجھ سکتا ہے؟ پھر توڑ مروڑ کر اہل سنت کی کتابوں کے حوالے پیش کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ جو آپ نے سرخی لگائی ہے کہ (قرآن پاک سے ماتم کا ثبوت) اسکا جواب

اوپر گزر چکا ہے۔ اور ماتم کے ثبوت میں یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں کہ وہ اپنی ران کو پیٹ رہے تھے یہ بالکل نامکمل حوالہ دے دیا اور یہ نہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے لوٹے؟ اور کیا صدمہ آپ کو پہنچا؟ کس قسم کی تکلیف آپ کو پہنچی؟ جس کی وجہ سے آپ ران پیٹ رہے تھے۔ اسی طرح آپ نے دوسرے حوالے اہل سنت کی کتابوں سے توڑ مروڑ کر لکھنے کی بے فائدہ زحمت گوارا کی ہے ان سب کا جواب میں آپ کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے قرآن حدیث سے ماتم کی ممانعت اور صبر کی ہدایت۔ یہ سب اوپر لکھا جا چکا ہے جو شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

ماتم کرنے والوں کیلئے امام جعفر صادق فتویٰ کفر (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲) ترجمہ :- امام جعفر صادق نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں اے مصیبت آتی ہے وہ صبر کرتا ہے۔ اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے اور اے مصیبت آجاتی ہے اور وہ جزع جزع کرنے لگ جاتا ہے) اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع جزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے اور جو جزع جزع کرے وہ امام جعفر صادق صاحب کے نزدیک کافر ہے غلام عباس صاحب یہ آپ کی معتبر کتاب ہے اور امام جعفر صادق کا حکم ہے۔ اب چاہے مانو یا انکار کر دو۔ یہ آپ کی مرضی ہے، اب شیعیہ جزع جزع کی تعریف امام کی نہ بانی اسی صفحہ پر ملاحظہ کیجئے، جائز کہتا ہے میں



حضرت صادق سے پوچھا۔ جزع کیا ہے؟ فرمایا انتہائی جزع ویل دعویٰ کی پکار کرنا اور منہ پر طابچے لگانا۔ سینہ زنی کرنا۔ بال نوچنا اور جس سے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا۔ کیا شیعہ حضرات ان صریح احادیث ائمہ اہلبیت کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اب سینے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور آخری وصیت کر بلا کے میدان میں۔ شیعہ حضرات کی مقبرہ کتاب سے نقل کرتا ہوں۔ جناب سید الشہداء امام حسینؑ نے کر بلا کے محلے میں اپنی ہمیشہ حضرت زینبؑ کو فرمایا۔ اے بھین جو میرا حق تم پر ہے اس کی قم دیکھ کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کر۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اس طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ الخ (انارۃ بصائر ص ۲۹)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت سے آپ کا یہ حوالہ بھی غلط ثابت ہو گیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ماتم کیا کیونکہ آپ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین کی وصیت پر عمل کیا تھا پھر کوئی ماتم کر نہیں؟ اور اتنی جلدی اپنے بھائی کی وصیت کو کیسے بھول جاتیں؟ (خواجہ ادلس قرنی کا ماتم) یہ آپ کی جہالت کی زبردست دلیل ہے کہ آپ نے اپنے دانت توڑ لئے تھے حضرت خواجہ صاحب نے تو عشق اور محبت کا ثبوت دیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں غلبہ عشق میں سارے دانت توڑ لئے تھے اس سے ماتم کا ثبوت پیش کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ شیعہ حضرات بھی حضرت امام عالی مقام کی موافقت میں عشق و محبت کا ثبوت دیں اور کسی ظالم کے ساتھ جہاد کر کے شہادت کا مرتبہ حاصل کریں۔ جیسے

حضرت خواجہ صاحب نے عشق و محبت میں مستغرق ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں اپنے سارے دانت توڑ دیئے تھے کیا آپ اس بات کی کوئی شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ کہ خواجہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیا تھا؟ جیسے آپ ہر سال ماتم کرتے ہیں؟ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم و نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا اگر اہل بیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی نوحہ۔ بکا۔ مرثیہ خوانی اور سینہ کو بی کی رسم ہونے نہ دی۔ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہایت بے دردی سے مسجد میں شہید کئے گئے۔ جنینؑ نے ان کے غم میں کبھی ماتم نہ کیا۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ بھی زہر خورانی سے شہید کئے گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا نہ پیٹنے کی رسم ادا کی۔ حضرت زین العابدینؑ نے محشر خیز واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھا انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا نہ پیٹنے کی رسم ادا کی ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی ماتم کی رسم ادا نہیں کی۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہیدائے کر بلا کا غم ہوگا؟ پھر کوئی کہہ جاوے کہ یہ برعات باعث ثواب اور موجب نجات ہو سکتی ہیں؟ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ حنفیہ حوالے آپ نے اس پفلٹ میں لکھے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح بھی ہوں تو پھر یہ بھی بتائیے کہ کیا یہ حضرات بھی ہر سال اسی طرح ماتم کی رسم ادا کرتے چلے آ رہے تھے؟ جس طرح آپ ہر سال ماتم کی رسم ادا کرتے ہیں؟ اس کا جواب تو شاید آپ قیامت کی صبح تک بھی نہ دے سکیں گے۔ خدا آپ کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

اب آپ نے آخری مضمون۔ ایک گزارش میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ آپ سینماؤں میں دکھائی جانے والی بے راہ روی۔ ٹیلی ویژن کے اخلاق سوز پروگرام۔ شادی سیاہ



کے ثواب بانے کجیل تماثوں - شور و نس - بنیڈ باجے وراگ رنگ اور طبلے کی تھاپ پر  
وجہ اور ہنگامہ وغیرہ وغیرہ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ جس طرح ہم آپ کے مروجہ  
ماتم کے خلاف ہیں اسی طرح ہم مذکورہ بالا خلافات کے بھی سخت خلاف ہیں۔ کیونکہ یہ سب  
کام شریعت محمدی کے خلاف ہیں۔ ہمارا کام تو صرف مذہب حق کی تبلیغ ہے۔ ہم آپ  
کو زبردستی ماتم سے روکنے کا حق نہیں رکھتے۔ کیونکہ دین میں سختی نہیں۔ اگر آپ مفلط  
شائع نہ کرتے تو ہم بھی اس کا جواب نہ لکھتے۔

## عید میلاد النبی کے جلوس پر اعتراض

یہ اعتراض بھی آپ کا بے جا ہے کیونکہ آپ بھی اس کے قائل ہیں بعض شیعہ  
حضرات بھی اس جلوس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ گوجرانوالہ میں اسی  
جلوس میں شیعہ ذاکر برکت علی صاحب جعفری کئی سال تک شامل ہوتے رہے اور ہر چوک  
میں شان رسالت میں تقریریں بھی کرتے رہے اور بعض شیعہ حضرات بھی ان کے ساتھ  
جلوس میں شامل ہوتے رہے۔ اور اگر آپ کے نزدیک ماتم کا جلوس نکالنا جائز ہے  
تو پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کی خوشی میں جلوس نکالنا کیسے  
ناجائز ہو گیا۔؟ خدا آپ کو عقل عطا فرمائے۔

## تراویح پر اعتراض

یہ اعتراض بھی آپ کا بے معنی ہے کیونکہ یہ تراویح جناب رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حدیث پاک میں تصریح موجود ہے کہ آپ نے تین روز

تراویح باجماعت ادا فرمائی ہے اس کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ  
عنہم کا بیس تراویح پر اجماع ہو گیا جو چودہ سو سال سے عرب و عجم میں اس پر عمل ہو رہا ہے  
دیکھئے مظاہر حق شرع مشکوٰۃ وغیرہ۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ** راشدین  
یعنی میری سنت پر عمل کرو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر بھی عمل کرو۔ اور مشکوٰۃ  
شریعت میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی  
پیروی کرو اور یہ بھی حدیث میں موجود ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں  
سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک قاری کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور مسجد کو  
روشن کیا اور جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا فرمایا اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو  
روشن کرے جس طرح انہوں نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے اب آپ کی مرضی ہے تراویح  
کی سنت پر عمل کریں یا نہ کریں۔ باقی رہا بارہویں شریف پر اعتراض +

یہ تو صرف جناب غوث پاک پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ  
عنہ کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب پہنچانا ہے + ہمارے نزدیک گیارہویں شریف  
فرض یا واجب نہیں بلکہ یہ ایک کارِ ثواب ہے + اگر آپ گیارہویں کے قائل نہیں تو آپ  
کی مرضی + لیکن ہم لوگوں پر آپ کو طعن کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور ہم آپ کو مذکورہ بالا  
اعمال پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

آخر میں جو آپ نے لکھا ہے۔ عصر حاضر میں شیعہ سنی اتحاد ناگزیر ہے بالکل  
درست ہے واقعی پاکستان ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس ملک کی حفاظت  
کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ جو کچھ آپ نے آخری مضمون میں لکھا ہے سب کچھ درست ہے۔



لیکن آپ کو بھی اصحاب ثلاثہ حضرت جناب ابو بکر صدیق - عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادب کلمات اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ جیسے آپ کی کتابوں میں مندرج ہیں + کیونکہ شیعہ سنی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے بزرگوں کے شان میں بے ادب کلمات اور گستاخی کے الفاظ تحریری اور تقریری شیعہ حضرات کی طرف سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے لئے کسی حالت میں بھی قابل برداشت نہیں + اگر آپ شیعہ حضرات انہی صداقت و خلافت کو نہیں مانتے تو نہ مانیے یہ آپ کا عمل آپ کے ساتھ ہے۔ جس کا فیصلہ قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ خود فرمادے گا۔ لیکن آپ حضرات کو ان پاک حضرات کے شان میں گستاخ الفاظ اور بے ادب کلمات استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور ہم کو بھی زبردستی ماتم وغیرہ سے آپ کو رد کئے کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ دین میں سختی نہیں + اگر آپ پھلت شائع نہ کرتے تو ہم بھی اس کا جواب لکھنے پر مجبور نہ ہوتے۔

مولانا محمد اسماعیل نقشبندی

قہر کبریائی بر منکرین حکم الہی

زانیوں اور چوروں کی حمایت میں

خلاف قرآن و اکرام اہل بیت علیہم السلام

ڈاکٹر اسرار کے گمراہ کن اخباری بیان کا

قرآن و حدیث شریف کی روشنی میں  
از قلم

مولانا محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## قہر کبریائی بر متکبرین حکم الہی

ناظرین کو آ: ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک بیان ۲۵/۱۱/۷۵ جنگ اخبار میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ جنسی جرائم کے جو محرکات ہیں۔ ان کو ختم کرنا اور ان کا سد باب کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ نہ کیا جائے اور معاشرے میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی تمام چیزیں موجود رہیں اور زنا کی سزا نافذ کر دی جائے۔ تو یہ میرے نزدیک اسلام پر بھی ظلم ہو گا اور معاشرے پر بھی ظلم ہو گا۔ معاذ اللہ۔

ناظرین حضرات: دیکھا آپ نے یہ ہیں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو قرآن شریف سامنے رکھ کر درس دیتے ہیں اور قرآن شریف کے خلاف ہی اخباروں میں بیان بھی شائع کر دیا ہے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں چھپ رہی ہیں۔ یہ اس کا جواب اخبار کے ذریعہ اس لئے نہیں دینا چاہتا۔ کہ تمام کے تمام اخبارات ردی میں جاتے ہیں اور سخت بے ادبی کا باعث ہوتے ہیں۔ لہذا میں ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کا جواب اس مفصل کے ذریعے دینے پر مجبور ہوا ہوں۔ دراصل ایسے ہی لوگوں نے پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اور پاکستان کو بلیڈستان اور خاکستان کہا۔ اور کہا کہ پاکستان ایک بازاری عورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ



اور کہا کہ مسلم لیگ خود غرض جماعت ہے۔ لہذا ووٹ مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کو دینے چاہئیں۔ اور قائد اعظم کو کافر اعظم کا خطاب دیا (دیکھو دیوبندی مذہب ص ۲۰۲-۲۰۳) اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ لہذا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جیسے مولوی کب برداشت کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان قرآن و حدیث شریف کے سراسر خلاف ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تو فرما دیا کہ جنسی جرائم کے محرکات کو ختم کرنا اور ان کا سد باب کرنا انتہائی ضروری ہے۔ لیکن ان کا طریقہ نہ بتلایا۔ بلکہ الٹا قرآن شریف پر اعتراض کر دیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کا لبادہ پہن کر دنیا والوں کو دھوکا دیں گے یہی حال ڈاکٹر صاحب کا ہے۔ کہ قرآن شریف سامنے رکھ کر قرآن شریف کی مخالفت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ یہ دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن شریف نے توبہ جانی اور برائی کے سد باب کے لئے ہی سزا مقرر فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔ کیونکہ حد شرعی جاری کرنے کے بغیر معاشرے کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی بے حیائی اور برائی کا سد باب ہو سکتا ہے۔ سورت نور آیت نمبر ۲ کا ترجمہ اور تفسیر مرزا جبریت دہلوی دیوبندی دہلی کے قلم سے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو

انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ مرزا صاحب آپ کے ہم عقیدہ ہیں۔ ترجمہ ”زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد (موجب بیابے ہوں) تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو۔ اور اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ تو چاہیے کہ اللہ کے اس حکم (جاری کرنے میں) تمہیں ان دونوں پر شفقت نہ دامن گیر ہو۔ اور چاہیے کہ دونوں کے عذاب کو مسلمانوں کا ایک گروہ دیکھے“

تفسیر:- اس سورت میں سب سے پہلا حکم حق تعالیٰ نے زنا کی حرمت کا نازل فرمایا ہے۔

الزانیہ:- سب سے پہلے زنا کی سزا بیان فرمائی اور اس سزا میں پہلے عورت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہ فعل بغیر اس کی رضا مندی کے وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ یہ سزا جو یہاں ذکر فرمائی یعنی سو درے مارنا یہ سزا اس شخص کی ہے جس کا نکاح نہ ہوا ہو۔ اور جس کا نکاح ہو چکا ہو تو اس کی یہ سزا ہے کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ یعنی اُسے یہاں تک پتھر مارے جائیں۔ کہ وہ مر جائے۔ یہ حکم احادیث سے ثابت ہے اور احادیث نہایت اعلیٰ درجہ صحت میں ہیں اور اس قدر اسانید سے مروی ہیں کہ ان کا قدر مشترک تو اتنا معنوی کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسی پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔ اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ ولاتأخذکم۔ یعنی زانیوں کے حال پر رحم کر کے اس سزا کے جاری کرنے میں سستی اور کاہلی نہ کرنا اور انہیں عام مسلمانوں کے مجمع میں سزا دوتاکہ اوروں کو عبرت اور انہیں ذلت حاصل ہو۔ (قرآن شریف مترجم ترجمہ و تفسیر مرزا جبریت دہلوی دیوبندی ص ۱۳۱)



اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو جاری ہونے سے روکنے والے کی سزا (قرآن شریف سے)  
اب قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں غور سے مطالعہ کیجئے کہ قرآن کیا فرما رہا ہے۔

ترجمہ: جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور رسول اس کے کی اور گزرے جاوے حدوں اس کی سے داخل کرے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے اور واسطے اس کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔  
(سورۃ النساء پارہ ہریم آیت نمبر ۱۳ ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی)

یہ آخرت کی سزا قرآن شریف نے اس شخص کی بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو جاری کرنے سے روکے۔ ظاہر ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے صاف لفظوں میں بیان دیا ہے۔ اس دور میں زنا کی سزا نافذ کر دی جائے۔ تو یہ میرے نزدیک اسلام پر بھی ظلم ہو گا۔ اور معاشرے پر بھی ظلم ہو گا۔ گویا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے زنا کی سزا کی حد کو جاری کرنے سے روک رہے ہیں اور شرعی حد کو ظلم سے تعبیر کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ۔

اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے روکنے والے کا حکم (حدیث شریف سے)  
اب حدیث شریف کا حکم سنئے اور انصاف کیجئے۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ”جو شخص اپنی سفارش کے ذریعہ اللہ کی

حدوں میں سے کسی حد میں حائل ہو (حد جاری ہونے سے روکے) تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور اگر کوئی شخص جانتے ہوئے کسی باطل امر میں کسی سے جھگڑا کرے تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے۔ جب تک تو یہ نہ کرے یہاں تک کہ اپنی اس حرکت سے باز آئے (شکوہ)  
اب یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا بیان قرآن و حدیث شریف کے سخت خلاف ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش ہے جس سے برائی اور بے حیائی پھیلنے کا سخت خطرہ ہے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مبارک میں تمام مقدمات کے فیصلے قرآن شریف کے مطابق کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یعنی ان دونوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اعراب میں سے آکر کہنے لگا یا رسول اللہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے لئے کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اس کے فریق ثانی نے کہا۔ جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا۔ کہ ہاں آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا حال بیان کروں۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا (اپنا حال) کہہ ڈالو۔ اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا۔ اس نے اس کی بی بی سے زنا کیا اور مجھ سے لوگوں نے بیان کیا کہ میرے بیٹے پر رجم واجب ہے پس میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک لونڈی (اس شخص کو) دے دی۔ پھر میں نے اہل علم سے



پوچھا۔ تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ میرے بیٹے پر سود گرے اور ایک سال کی جلا وطنی واجب ہے۔ اور اس کی بی بی پر رجم واجب ہے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ کہ لونڈی اور سو بکریاں تو تجھے واپس مل جائیں گی۔ مگر تیرے بیٹے پر سود گرے اور جلا وطنی کا حکم دیا جائے گا۔ اور اے انیس! تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دینا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ اس کے پاس گئے۔ تو اس نے اقرار کر لیا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے حکم دیا وہ سنگسار کر دی گئی۔ (ترمذی النجاشی ص ۱۸۰) کیوں جناب ڈاکٹر صاحب دیکھ لیا آپ نے کس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مطابق فیصلے فرماتے تھے۔ آپ تو کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر بھی کتاب اللہ کے خلاف اخباروں میں اپنی رائے سے بیان دے رہے ہیں۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں؟ تو اور کیا ہے؟

اس حدیث شریف سے دو امر ثابت ہو گئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شادی شدہ عورت کو بھی سنگسار کر دیا گیا اور غیر شادی شدہ لڑکے کو بھی درے لگائے گئے اور جلا وطنی کا حکم بھی صادر فرما دیا گیا۔ اب چوری کرنے والوں کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ہمارا گمان یہ نہ تھا کہ آپ اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیں گے۔ (بلکہ اس پر رجم کریں گے) آپ نے فرمایا اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ہوتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے مقدمہ نے قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو فکر و تردد میں ڈال دیا۔ جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ اس کے بارے میں کون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جرأت سوائے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۔ سو اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں کوئی شریف اور قوی آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے۔ اور اگر کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرے۔ تو میں ضرور اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ سبحان اللہ! کیا کمال عدل ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)



کیوں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب شکوۃ شریف کی ان حدیثوں کے پڑھ لینے کے بعد آپ کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ آپ قرآن و حدیث شریف کے مقابلے میں اپنی رائے کو دخل دے کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کریں اور جرائم پیشہ لوگوں کی حمایت میں لاکھوں اخباروں میں بیان دے کر اللہ کی مخلوق کو گمراہ کریں اور اپنی عاقبت کو بھی خراب کر لیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب اب میں آخر میں ایک حوالہ آپ کے ہم عقیدہ رسالہ خدام الدین سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

### جرائم کا انسداد

ہمارا دعویٰ ہے کہ جب تک اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے جاتے مجرموں کے لئے شرعی سزائیں اور ان کے نفاذ کے شرعی طریق مقرر نہیں کئے جاتے جرائم کا کبھی سد باب نہیں ہو سکتا اور جرائم روز بروز بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک نہیں اور ماضی و حال کی تاریخ شاہد ہے کہ معاشرے کی اصلاح میں جس حد تک مذہب مؤثر ہو سکتا ہے دنیا کی طاقت یا تحریک اس کا جواب نہیں ہو سکتی اس لئے گزرتے دور میں آپ سعودی عرب ہی کی مثال سامنے رکھیے وہاں کسی حد تک اسلامی قوانین نافذ ہیں جن کی وجہ سے جرائم دنیا کے مہذب سے مہذب ملک کے مقابلے میں بھی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

کیا وہاں آبادی میں اضافہ نہیں ہو رہا؟ کیا صنعتی ترقی اور دیہی آبادی میں شہروں کی طرف منتقل ہونے کا رجحان ترقی پذیر نہیں ہے۔ اگر ہے تو پھر یہ اسباب وہاں کیوں جرائم میں اضافے کا باعث نہیں بنے صاف ظاہر ہے کہ وہاں قوانین شرعی ہیں اور ان کا نفاذ صحیح طریق پر ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں جرائم سر نہیں اٹھا سکتے۔ تجربات شاہد ہیں کہ جرائم کو روکنے کے لئے خوفِ خدا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ اسے صرف مذہب ہی انسان کے قلب و دماغ میں راسخ کر سکتا ہے۔ جس کی موجودگی میں کوئی شخص برائیوں کی طرف راغب نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ارباب اقتدار فی الواقعہ جرائم کا انسداد چاہتے ہیں تو انہیں خود اپنے اور لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی تخم ریزی کرنی چاہیئے۔ مذہبی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے اور کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و حکام کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ صرف یہی صورت ہے جس سے جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے۔ (رسالہ خدام الدین ۱۳ مئی ۱۹۶۶ء ص ۱۷)

### ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے چند سوال

سوال ۱۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف نے زنا وغیرہ کی جو سزا مقرر کی ہے۔ اس میں کسی ماحول کا استثناء نہیں کیا۔ اس لحاظ سے وہ ڈاکٹر صاحب کے ذکر کردہ ماحول میں بھی بلاشبہ جاری ہوگی۔ اب ڈاکٹر صاحب یہ بتائیں کہ تعزیرات سے متعلق آیتوں کو منسوخ یا



مقید کئے بغیر قرآن شریف کو اس سنگین الزام سے کیونکر بچایا جائے؟  
سوال ۲:- قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ آپ کون ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو اپنی رائے سے بدل کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل دیں؟

سوال ۳:- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ اور زانی اور چوری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حدیں جاری فرمادیں۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اسی پر عمل کیا اور اب تک یہ قانون شریعت جاری ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ کیونکہ قرآن شریف مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ قرآن شریف نے زانیہ اور زانی کے لئے جو سزا مقرر کی ہے۔ وہ آپ کے نزدیک ظلم ہے۔ تو پھر جرائم کا سہ باب کیسے ہوگا؟

### جسٹس بدیع الزمان کی کاؤس کا فرمان

آپ نے ایک انٹرویوز میں فرمایا کہ آج مغرب کے لوگ اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ کہہ کر اس پر اعتراض کرتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ ہیرو شیمیا اور دیت نام کے بے گناہ انسانوں کو وحشیانہ طریقوں سے ہلاک کر کے اگر ظالم کہلوانا پسند نہیں کرتے تو فی الواقع گناہ گاروں کو شرعی سزا دینے پر وہ ہمیں ظالم کیوں کہہ سکتے ہیں؟ ہمارے ہاں

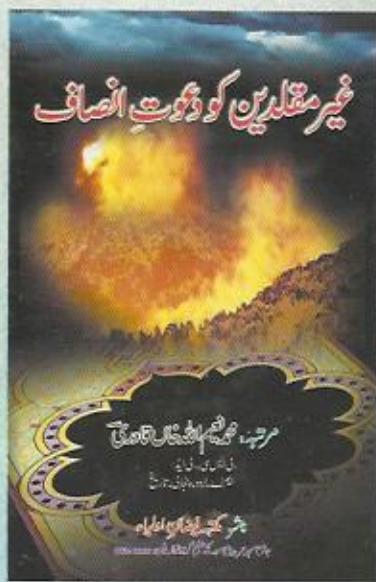
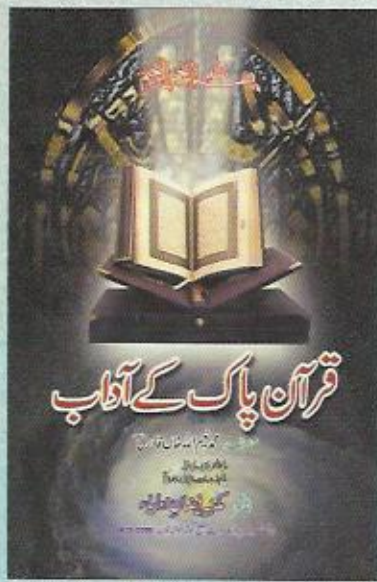
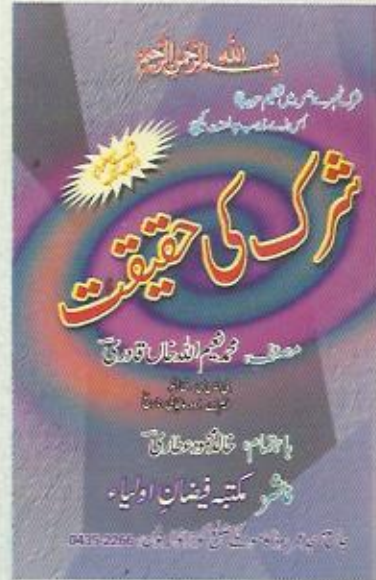
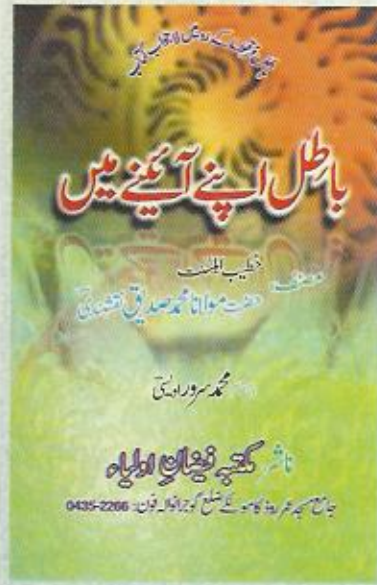
کے بعض مغربی نقال بھی دیکھا دیکھی اسلام پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ آپ کو اس کا تدارک کرنا چاہیئے۔ (قرآن ہر بارہ ڈائجسٹ ۱۹) سوال ۴:- اب ڈاکٹر صاحب بتلائیں کہ جج صاحب کے اس بیان کا کیا جواب ہے؟

سوال ۵:- سعودی عرب کی حکومت زانیوں اور چوروں کو اس ماحول میں بھی قرآن شریف کے مطابق جو شرعی سزائیں دے رہی ہے۔ کیا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سعودی حکومت کو ظالم کہنا پسند کریں گے؟ اگر ڈاکٹر صاحب ان سوالوں کا جواب نہ دے سکیں۔ اور ہرگز نہ دے سکیں گے۔ تو ان کو اپنے گمراہ کن اخباری بیان سے رجوع کر لینا چاہیئے اور اخبار میں تو یہ نامہ شائع کر دینا چاہیئے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔  
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(بولانا) محمد اسماعیل نقشبندی



## فیضانِ مدینہ کی کشتی کی لہجہ گلاب



آج ہی طلب فرمائیں